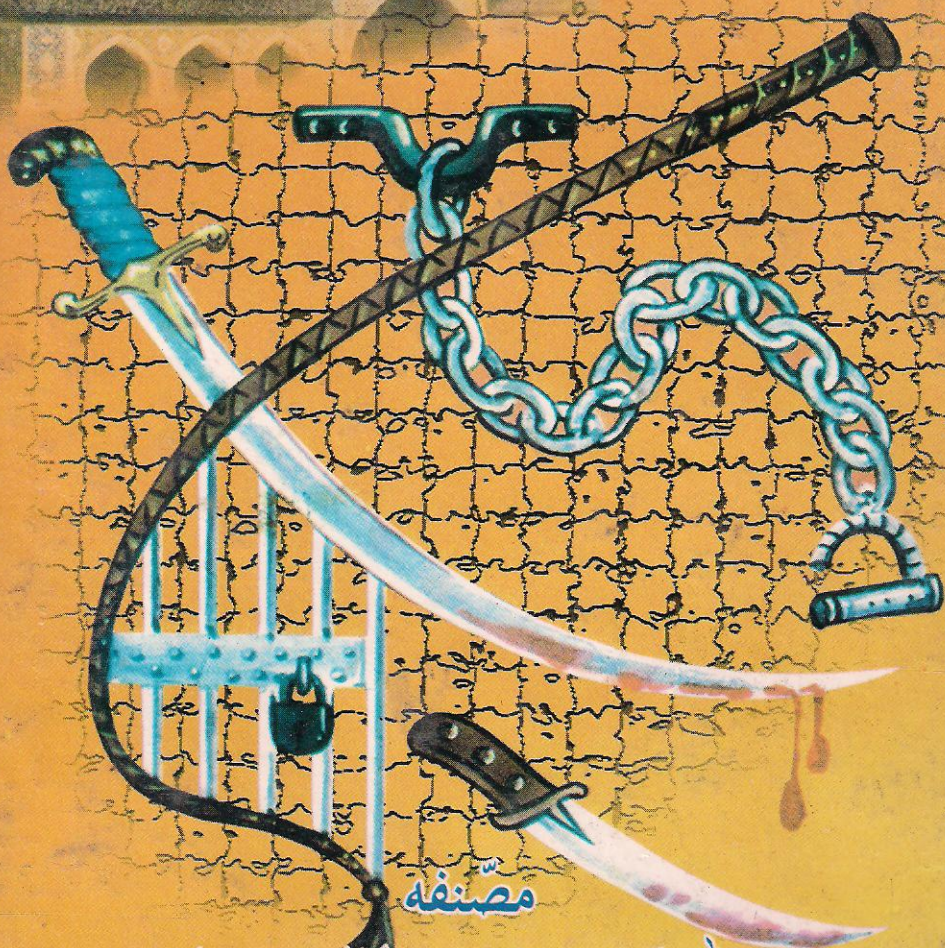


مصائب الشيعه

حصه اول و دوم



مصنّفه

اية الله الحاج افتخار العلماء مولانا
سعادت حسين صاحب طاب ثراه اعلى الله مقامه

مصائب الشیعہ

جلد اول و دوم

۱۱۰۰ھ تک کے

عبرتناک واقعات

مصنفہ

آیۃ اللہ الحاج افتخار العلماء

مولانا سعادت حسین خاں صاحب

طاب ثراہ اعلیٰ اللہ مقامہ

پیش کردہ

ادارہ ناصر العلوم

ناشر

شیعہ مشن، ۳۹۰/۵۵، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ-۳

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

مصائب الشیعہ	: نام کتاب
مولانا سعادت حسین خاں طاب ثراہ	: مصنف
ادارہ ناصر العلوم	: پیش کردہ
شیعہ مشن، ۵۵/۳۹۰، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ۔ ۳	: ناشر
حیدر کمپیوٹر، نیو مفتی گنج، لکھنؤ، فون: ۲۳۹۷۸۳۔	: کمپوزنگ
دو ہزار (۲۰۰۰)	: تعداد
مئی ۲۰۰۱ء	: سنہ طباعت
اے۔ بی۔ سی۔ آفسیٹ پریس، دہلی	: مطبوعہ
	: ہدیہ

ملنے کے پتے

شیعہ مشن، ۵۵/۳۹۰، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ۔ ۳

فون۔ 268969 فیس 260923 (0522)

عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر، لکھنؤ۔ ۳

فون۔ 269598، 260756 فیس 260923 (0522)

انتساب

شیعوں کی عدیم المثال قربانیوں،
لازوال کارناموں،
محیر العقول ایثار

اور

ایمان افروز صبر و ضبط و تحمل
کے اس مجموعہ کو
تحفظ شیعیت کی خاطر اس
”پہلے شہید“

ہونے والے کے نام نامی سے
منسوب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں
جو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی
بطن میں شہید کر دیا گیا۔

[The main body of the page contains extremely faint and illegible text, likely bleed-through from the reverse side of the page. The text is too light to be transcribed accurately.]

پیش گفتار

باسمہ تعالیٰ

۱۹۹۴ء میں قم ایران سے تعلیم حاصل کر کے واپسی کے بعد سب سے پہلا کام میں نے اپنی ایران سے فرستادہ کتابوں اور گھر میں جد محترم سرکار افتخار العلماء مولانا سعادت حسین خاں صاحب مرحوم طاب ثراہ کے محفوظ مخطوطات اور مصنفات و تالیفات کو یکجا کر کے منظم کرنے کے ساتھ ان کے تحفظ اور بقا کا مستحکم انتظام کرنے میں لگ گیا اس کے لئے میں نے اپنے امکان بھر لوہے کی الماریاں بنوائیں اور کتابوں کی جلدیں بنوائیں ان الماریوں میں محفوظ کیا۔ یہ تو وہ کتابیں تھیں جو مخطوطات کی شکل میں مرحوم کی تصنیفات و تالیفات تھیں جو مرحوم افتخار العلماء طاب ثراہ اپنے ساتھ میرے والد ماجد صغیر احمد خان صاحب (خولیش مرحوم) کے مکان میں رکھتے تھے۔ جب کہ خود مرحوم افتخار العلماء کا مستقل کتب خانہ جو ہزاروں نادر و نایاب مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا مرحوم کے اپنے ذاتی مکان غازیمنڈی و کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں تھا جس کو خود میں نے ایران جانے سے قبل ۱۹۷۹ء میں فرست وار ترتیب دیا تھا۔ مگر جب میں ۱۹۸۱ء میں ایران چلا گیا تو اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری جن لوگوں نے لے لی تھی

انہوں نے صحیح طور پر اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور ناقدری کا ثبوت دیا جس کی وجہ سے مرحوم کی کافی تعداد میں نادر و نایاب کتابیں دیمک کی نذر ہو گئیں جو چھ گئی تھیں وہ مکان فروخت ہو جانے کے بعد الان میں پڑی رہنے دی گئیں جس کو میں اس وقت اٹھوا کر لایا جب کوئی اس کو اٹھانے والا سامنے نہیں آیا۔ یہ تمام بوسیدہ کتابیں اور محفوظ مطبوعہ کتابیں اور مخطوطات مع مرحوم کی جملہ تصانیف و تالیفات ایک مستقل کتابخانہ کی شکل میں بنام ”مکتبۃ الحسین“ حسین مارکیٹ کشمیری محلہ روڈ، رستم نگر، لکھنؤ میں محفوظ ہیں۔

ابھی مرحوم افتخار العلماء کے کتب خانہ کو پوری طرح مرتب و منظم کر بھی نہ پایا تھا کہ مختلف ممالک اور اپنے ملک عزیز ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدتمندان افتخار العلماء مرحوم کا سرار و دباؤ مجھ پر پڑنے لگا کہ آپ اپنے جد مرحوم سرکار افتخار العلماء کی تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف و تالیفات کو پہلی فرصت میں منظر عام پر لانیے خود میرے دل میں بھی بے حد تمنا تھی کہ جس عظیم علمی ہستی نے مجھ کو اپنی آغوش تربیت میں پالا ہے اور مجھ کو زیور علم سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے اور میرے بنانے اور سنوارنے میں اپنے چین و سکون کا مطلق خیال نہیں کیا ہے اس عظیم محقق اور تاریخ داں فقیہ و عارف کی جملہ تصنیفات و تالیفات کو چھپوا کر منظر عام پر لا کر مومنین کی علمی تشنگی کو بجھاؤں۔ مگر سب سے بڑا مسئلہ میرے سامنے مالی اسباب کا فراہم کرنا تھا جس کی وجہ سے میرے قدم آگے نہیں بڑھ پارہے تھے مگر جب جذبہ صادق ہو اور دل میں امنگ ہو اور حوصلہ بلند ہوں تو اہل خیر اور علمی قدر داں

مومنین آگے آکر مدد فرماتے ہیں۔۔۔۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہ تیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

اس طرح ایک مخلص علم دوست اور سچے عاشق اہلبیتؑ مظلوم شیعوں کا درد رکھنے والے محترم شخص۔۔۔ نے مالی تعاون دے کر کے ”مصائب الشیعہ“ کی آٹھوں جلدوں کو چھپوانے اور نشر کرنے کا ادارہ ”ناصر العلوم“ اور ”شیعہ مشن“ کو موقع فراہم کیا ہے۔ خدا ان کو اس کی جزائے خیر دینا و آخرت میں عطا فرمائے۔ کتاب مصائب الشیعہ کی ساتوں جلدیں کئی کئی ایڈیشن چھپ کر مومنین تک پہنچ چکی ہیں صرف آٹھویں جلد مرحوم نہیں چھپوا سکے تھے جو مخطوطہ ہے۔ انشاء اللہ اس مرتبہ نئے ڈھنگ سے دو جلدوں کو ایک جلد میں کر کے آٹھوں جلدوں کو چھپوایا جا رہا ہے تاکہ کتاب دیدہ زیب اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آسکے۔ اس مرتبہ بجائے کاتب سے لکھوانے کے کمپیوٹر سے کتابت کرائی گئی ہے تاکہ کتاب صاف اور واضح حروف میں ہو۔ کتابت کے بعد نظر ثانی کر کے خامیوں کو دور کیا گیا ہے۔ پھر بھی انسان سے غلطی ہو سکتی ہے اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو برائے مہربانی غلطیوں سے آگاہ فرمائیں اور محترم قارئین اپنے مفید مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ طباعت میں اصلاح کی جاسکے۔ ادارہ شیعہ مشن آئندہ دیگر تصانیف افتخار العلماء و مضامین و تالیفات مرحوم اور دیگر نامور شیعہ علماء و مصنفین کی تصانیف کو مختلف زبانوں میں چھپوا کر قارئین کی خدمت

میں پیش کرنے کا مکمل ارادہ رکھتا ہے۔ السعی منی و الاتمام من اللہ۔
 آخر کلام میں، پہلے میں برادر م آفتاب خطبات مولانا میثم زیدی
 صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی ذاتی کتابیں، مصائب الشیعہ کی
 ساتوں جلدیں طباعت کے لئے مرحمت فرمائیں اسی طرح برادر خورد
 حجۃ الاسلام مولانا محمد مہدی صاحب افتخاری امام جمعہ و جماعت تنزانیہ افریقہ،
 خطیب اہلبیت مولانا غلام حسین صاحب صدقہ جونپوری، حجۃ الاسلام
 مولانا مسیب رضوی صاحب قتی، مولوی عالم صاحب بارہ بکوی ممتاز الافاضل
 اور مولانا ڈاکٹر تقی علی عابدی سند الافاضل حضرات کا تمہ دل سے شکر گزار
 ہوں جنہوں نے اپنا وقت عزیز دے کر اس عظیم تاریخی کتاب ”مصائب
 الشیعہ“ کی طباعت میں ہر ممکن مدد فرمائی۔

ادارہ شیعہ مشن اس گراں قدر کتاب مصائب الشیعہ کو تمام
 مومنین و مومنات و شہدائے راہ حق اور عالمی دہشت گردی کے شکار
 شہیدوں اور جاں نثاروں کے لئے ایصالِ ثواب کرتے ہوئے جملہ مومنین و
 مومنات خصوصاً مرحوم مصنف کے لئے سورہ فاتحہ کی التماس کرتا ہے۔

والسلام علیکم

ظہیر احمد خان افتخاری

۱۶/۲/۲۰۰۱

ادارہ شیعہ مشن،

۳۹۰/۵۵، رستم نگر، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

مختصر حالات

سرکار افتخار العلماء

مولانا سعادت حسین خان صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ

از

مولانا علی اختر صاحب شعور گوپال پوری

سرکار افتخار العلماء کے حالات زندگی چوراسی سال کے طویل عرصہ میں بچھے ہوئے ہیں۔ ان بچھے نکلے نقوش کو یکجا کرنے کی کوشش ایک دشوار گزار مرحلہ ہے۔ علم و دانش سے بھر پور ان مجاہدانہ سرگرمیوں میں شجاعت و سماعت، تدبیر و تفکر، سکون و وقار، عزم و احتیاط، رضا بالقضاء، استغناء، توکل و تفویض، تسلیم و رضا، صبر و شکر زہد و عبادت، ورع و تقویٰ، اخلاص و انابت، ایثار الہی علی الباطل کے شاندار و جاندار نمونے آفتاب تازہ کی طرح، بھٹھے ہوئے اور فرائض سے غافل لوگوں کو راستہ دکھانے کے لئے زندگی کے ہر موڑ اور ہر سطح پر موجود ہیں۔

ایک فقیہ کی زندگی ولایت کا اعلان ہوتی ہے، انبیاء کی زندگی کا نمونہ، ائمہ کے احساسات و جذبات کا پرتو، قرآن کے الفاظ کا مفہوم و مطلب۔ اس لئے اس کی پاکیزہ زندگی کا احاطہ عصری تشنگی کے لئے آب حیات کے مترادف ہے۔

قرآن کا اعلان ہے کہ ہر عہد اور زمانہ میں خدا کی حجت ہوتی ہے۔ آج وہ حجت حضرت ولی عصرؑ اور ان کے جانشین علماء ہیں۔ یہ علماء انبیاءؑ کی طرح خدا کے بندوں کو خوف و رجاء کے تاثرات سے شاداب اور تقویٰ و پرہیزگاری سے سرشار کرتے ہیں تاکہ ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دھانے کھل جائیں۔ وہ بتاتے رہتے ہیں کہ خدا کی تدبیروں سے بے خوف ہو جانا خسران مبین ہے۔ زمانہ نبوت میں یہ کام انبیاءؑ نے انجام دیا اور ان کے بعد یہ خدمت ائمہ معصومینؑ انجام دیتے رہے۔ انقطاع و انسداد باب العلم کے بعد یہ ذمہ داری علماء نے سنبھال رکھی ہے۔ وہ ہدایت و فرقان کی مشعل لئے قریوں قریوں شہروں شہروں، بستی بستی اپنوں بیگانوں کو دولت عرفان لٹاتے رہتے ہیں۔

علماء حق بھی نبوت کے ورثہ دار ہوتے ہیں وہ معاشرے میں کردار و مقصد نبوت کے رسوخ کی مخلصانہ جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کی نظر سیرت انبیاءؑ پر ہوتی ہے اپنے ذاتی مفاد پر نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں اپنی پذیرائی سے زیادہ آخرت کی سعادتوں اور ائمہ معصومینؑ کی خشنودی کے لئے فکر مند ہوتے ہیں۔

علماء فقہاء اور علوم ائمہ کے ورثہ دار آج کے دور میں اسی طرح ہمارے لئے حجت ہیں جس طرح انبیاءؑ اپنے وقت میں خدا کی حجت تھے۔ ایسے حقیقی علماء اپنے فیضان کے اعتبار سے ابرباراں کی طرح ہوتے ہیں وہ اپنی محنتوں اور جانفشانیوں سے زمین پر قانون الہی کے اجراء کا ماحول سازگار کرتے ہیں۔ اپنی سطح پر معاشرے میں حکم خداوندی کا اثر و رسوخ پیدا کرنے

کی جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کی اپنی محنت ایک سمت میں ہوتی ہے۔ کچھ لوگ اسی سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں دوسروں کو شرمندہ نہیں کرتے۔ کچھ اپنی ذات کو بھی روحانیت سے شاداب کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور کچھ بد قسمت ان تعلیمات سے قطعی بے تعلق ہوتے ہیں۔ یہ تیسری قسم اپنوں میں بھی ہوتی ہے اور بیگانوں میں بھی۔ بیگانے دانش و ہدایت سے بے تعلق ہونے کی بناء پر نظر انداز کرتے ہیں۔ لیکن اپنوں کی بے تعلقی تعصب، تنگ نظری، طبقہ بندی اور نظریاتی مخالفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

افتخار العلماء کے کردار میں نفقہ، تقدس روحانیت اور اجتهادی بصیرت کا تمام تر جلال و جمال موجود تھا۔ وہ اسی اعتبار سے مکمل فقیہ تھے کہ لوگوں کی خدا کی رحمت سے مایوسی نہیں کرتے تھے اور خدا کی تدبیروں سے بے خوف نہیں بناتے تھے۔ ان میں علم بھی تھا، حلم بھی تھا اور صحت بھی۔ ان کے قلب میں ہدایت و ارشاد کی شمع روشن تھی۔ ان کا یقین سورج کی شعاعوں کی طرح تھا۔ وہ اپنی نظر سے دیکھتے تھے اور بصیرت کو کام میں لاتے تھے۔

رسول اکرمؐ نے ایسے علماء کی قربت کا حکم دیا ہے جو تکبر کے بجائے تواضع پیدا کریں۔ ریاکاری کے بجائے اخلاص کی پرورش کریں۔ شک کے بجائے یقین کی دولت سے مالا مال کریں۔ دنیا داری کے بجائے زاہد کی تعلیم دیں۔ عداوت کے بجائے نیحت کارو یہ اختیار کریں اور افتخار العلماء کی سیرت میں یہ انداز پوری طرح درخشاں تھا۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ قیامت کے دن میں بلاگاہ خداوندی میں تین طبقے کے لوگوں کی شفاعت کروں گا اور خدا میری شفاعت قبول فرمائے گا۔ انبیاءؑ، پھر علماء اور اس کے بعد شہداء۔

حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت میں علماء کی روشنائی کو شہداء کے خون کے مقابلہ میں وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا پلہ شہداء کے خون کے مقابلے میں گراں تر رہے گا۔

مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں کہ مومن عالم کا اجر روزہ دار، عابد شب زندہ دار اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

یہ تمام احادیث افتخار العلماء کا سراپا تیار کرتی ہیں ان کے مفاہیم سے جو پیکر تیار ہوتا ہے اس پیکر نے نصف قرن سے زیادہ دین اسلام شریعت، تشیع اور علوم آل محمدؐ کی نشر و اشاعت کا مخلصانہ فریضہ انجام دیا۔

نام : اسماء کا اثر سیرت انسانی پر جزوی ہی سہی لیکن پڑتا ضرور ہے اسی لئے حدیثوں میں اچھے نام رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسے والدین پر چوں کے حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ افتخار العلماء کا نام ان کے والدین نے فقیر حسین رکھا تھا۔ یہ نام دیہات کی طبعی خاکساری اور امام حسینؑ سے والہانہ عقیدت کا غماز تھا اسی نام سے وہ اپنے گھر اور وطن میں مشہور ہوئے۔ لیکن جب گھریلو تعلیم ختم کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے لکھنؤ پہنچے تو ان کا نام شفیق استاد نے بدل کر سعادت حسین کر دیا۔ وہ اپنی خودنوشت سوانح عمری میں فرماتے ہیں کہ والدین نے میرا نام فقیر حسین رکھا لیکن جب میں ناظمیہ میں

داخل ہوا تو استاد سید ہادی حسن صاحب مرحوم نے جو علم جفر کے ماہر تھے اسے بدل کر سعادت حسین کر دیا۔ اس وقت سے میں اسی نام سے مشہور ہوں۔

والد کا نام: آپ کی خود نوشت سوانح عمری کے مطابق آپ کے والد ماجد کا نام منور حسین تھا جو امہٹ ضلع سلطان پور سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت: آپ نے اپنی ولادت خود اپنے قلم سے ۲۱ صفر ۱۳۲۵ھ تحریر فرمائی ہے حالانکہ صاحب الذریعہ آغا بزرگ تهرانی نے آپ کی تاریخ ولادت حدوداً ۱۳۳۰ھ لکھی ہے۔ افتخار العلماء نے اپنی ایک کتاب کے سلسلہ میں صاحب الذریعہ کے مقام طباعت کے اشتباہ کا تذکرہ کیا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ لیکن اپنی تاریخ ولادت کی غلطی پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا ہے۔ شاید وہ اس طرف متوجہ نہ ہوئے ہوں۔

خاندانی حالات: افتخار العلماء نے وراثت میں شجاعت و حق پسندی کا وافر حصہ پایا ہے۔ آپ کے خاندانی حالات میں ان صفات کی فراوانی ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ۔۔۔ ہمارے جد اعلیٰ بریار سنگھ مسلمان ہو گئے تھے ان کی اولاد میں جو مسلمان ہوئے تھے وہ آج کل سلطان پور اور پرتاپ لڑھ میں آباد ہیں ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کا نام بریار خاں ہو گیا تھا۔

بریار خاں کی اولاد میں ان اضلاع میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہیں لیکن سوائے راجہ حسن پور موضع منیار پور اور امہٹ کے سب ہی سنی ہیں۔ امہٹ میں تشیع ہمارے دادا کے دادا بخشی خاں کے سبب آیا۔ اس لئے

خود انہوں نے ہی سرکارِ دو عالم کی زیارت کی تھی۔ مگر جب حضرت کو سلام کیا تو حضرت نے منہ پھیر لیا۔ خشی خاں نے حضرت سے اس کا سبب پوچھا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے تمہاری طرف سے اس لئے منہ پھیر لیا کہ تم اہلبیت کو دوست نہیں رکھتے تو خشی خاں نے عرض کی اب سے ان کو دوست رکھوں گا۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے اس خواب کو نقل کیا تو انہوں نے خواب کی تعبیر بتائی کہ آپ کو شیعہ ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ شیعہ ہو گئے اور ان کے ساتھ کل آبادی شیعہ ہو گئی۔

افتخار العلماء کے خاندان میں علومِ دینیہ کا سلسلہ شروع ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا حالانکہ سلطان پور کے علاقوں میں علم و دانش کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ قریب ہی جائس اور نصیر آباد کی بستیاں ہیں۔ ان دونوں بستیوں میں شیعیت لگ بھگ دو صدی قبل اپنے پیر جما چکی تھی پھر علم کے نورانی اثرات اپنے گرد و پیش کا احاطہ کیوں نہ کر سکے۔ یہ بظاہر ایک پیچیدہ سوال ہے لیکن ہندوستان کے حالات کا علم رکھنے والے حضرات کی نظر میں اس کا جواب ہو گا اور وہ جواب ہے انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان جنگ۔۔۔ افتخار العلماء کی تحریر کے مطابق سب سے پہلے ان کے خاندان میں ان کے چچا مولانا مختار علی خاں صاحب مرحوم نے دین کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے ہندوستان کے مقدماتِ تعلیم طے کر کے عراق کا سفر کیا۔ اور ایک عرصہ کے بعد اجتہادی اجازہ کے ساتھ وہ ہندوستان واپس آئے۔ خود افتخار العلماء فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میرے چچا اپنی ریلوے کی ملازمت

رفت اور ولائے آل محمدؐ کی خوشبو سے تمام شریعتکدہ باغ و بہار تھا۔۔۔۔۔ خود مولانا فرماتے ہیں کہ زمانہ تحصیل میں جریدہ الصراط کی ادارت کے فرائض تقریباً چار سال انجام دیئے۔ مولانا محسن نواب صاحب، سعید الملت مولانا سعید صاحب اور مولانا مرزا احمد حسن صاحب کے مشورے سے عربی ادب میں مہارت حاصل کرنے کے لئے جناب نصیر الملت صاحب کی صدارت میں نادى الادباء کی بنیاد رکھی۔ جس میں افاضل مقالے پڑھتے تھے۔ الادیب کے نام سے ایک ماہوار عربی مجلہ بھی جاری کیا گیا۔

ہندوستان کے تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد آپ نے ۱۳۵۲ھ کے اوائل میں عراق کا رخ کیا اور وہاں عظیم ترین علماء و مراجع کے سامنے زانوئے ادب تمہ کرتے رہے درس خارج میں بھی شریک ہوتے رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنی صلاحیتوں کو تصنیف و تالیف اور تراجم کے مشغلوں میں بھی الجھائے رہے۔ زمانہ قیام نجف اشرف میں اس وقت کے مرجع دینی آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی طاب ثراہ کے عملیہ کو اردو قالب میں منتقل کیا۔ یہ ترجمہ نجف اشرف میں ہی زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اس کے علاوہ مقتل کی مشہور کتاب البصائر العین فی انصاری الحسین کا ترجمہ کیا۔ ان مشاغل کے ساتھ ساتھ ائمہ معصومینؑ اور اصحاب کے احتجاجات کو طبرسی علیہ الرحمہ کے نسخ پر جمع کرتے رہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سرکار ناصر الملت نے اپنے اس شاگرد رشید کے عراق جانے کا انتظام خود فرمایا تھا، یہ کچھ بعید نہیں۔ افتخار العلماء نے عراق میں جس عزیمت، حوصلہ اور خود اعتمادی

ترک کر کے ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں لاہور سے عراق تشریف لے گئے اور پھر پہلی جنگ عظیم کے بعد ہندوستان واپس آئے اور امر وہہ، نوگادواں سادات اور لکھنؤ کے جامعات میں مقدمات کی تکمیل کی اور پھر تکمیل تعلیم کے لئے عراق تشریف لے گئے اور آیۃ اللہ ابو الحسن اصفہانی و آیۃ اللہ نائنی و آیۃ اللہ شیخ ضیاء الدین عراقی کے درس میں شرکت کر کے درسیات کی تکمیل کی۔

تعلیم: افتخار العلماء کو اس بات کا احساس تھا کہ ہمارے بزرگوں کو آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیتؑ سے وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ وطن سے لکھنؤ ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وارد ہوئے اور سرکار ناصر الملک متونی ۱۳۶۱ھ کے یہاں قیام کیا۔ اور ان ہی کے زیر سایہ تحصیل علوم کا سلسلہ شروع کیا۔ جامعہ ناظمیہ میں مقدمات کی تکمیل کی شیعہ عربی کالج و سلطان المدارس میں بھی برائے حصول علم دین حاضری دی اور لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کی سند حاصل کی۔

مولانا کے بعض احباب کا بیان ہے کہ آپ اور سعید الملک ہمدرد تھے اور ہر دو اداروں کے باصلاحیت اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے ایک ساتھ جایا کرتے تھے۔ سرکار ناصر الملک کی نگاہ شفقت آپ پر بہت زیادہ تھی زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے ساتھ آپ کی تعلیم و تدریس کے جملہ انتظامات فرماتے تھے ناصر الملک نے تعلیم کے ساتھ تربیت کے بہتر مواقع فراہم کر رکھے تھے۔ اس وقت لکھنؤ علم و دانش کا مرکز تھا۔ اس مرکزیت کا زیادہ حصہ شریعہ ناصر صری ہی کی طرف مرکوز تھا اہل علم کی آمد

حضرت کے ان اصحاب کے حالات تین حصوں میں قلم بند کیے گئے ہیں جو زمانہ خلفاء اور بنو امیہ میں ظلم و ستم سے شہید کیے گئے اس کتاب میں مالک بن نویرہ کے حالات سے ابتداء اور کمیل بن زیاد نخعی کے حالات پر انتہا ہے اور کل چھبیس اصحاب کے حالات شہادت لکھے گئے ہیں۔

ممکن ہے کچھ اور علماء شیعہ و سنی نے شیعہ مظلوموں کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہوں لیکن وہ کتابیں نظر قاصر سے نہیں گزریں۔

مقصد تصنیف

تاریخ کے اوراق پارینہ سے ان حالات و واقعات کو منظر عام پر لانے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا شیعوں کی داستان مصائب پڑھ کر اچھی طرح سمجھ لے کہ شیعوں کا یہ خاص کردار رہا ہے کہ وہ کسی زمانے میں بھی جادہ حق کو چھوڑ کر مصائب کی آندھیوں سے پریشان نہیں ہوئے۔ برق ظلم و ستم سے ان کی آنکھوں میں جھپک تک نہیں پیدا ہوئی جبر و تشدد کے اسلحوں کو انھوں نے ثبات قدم سے کند کر دیا یہاں تک کہ ہر صدی کے مصائب انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ استقلال و پامردی سے برداشت کرتے رہے مگر اپنے موقف عظیم و مقصد بزرگ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

فرقہ شیعہ اثناء عشریہ کے لوگ اس سلسلہ میں قہار و جبار سلطنتوں کا بھی صبر و استقلال و پامردی سے مقابلہ کرتے رہے مصائب جھیلے رہے اور آوارہ وطن ہوتے رہے اعضاء جسم کٹواتے رہے آنکھوں میں گرم گرم

سلاخیں سرمہ چشم کی سلانی سمجھ کر لگاتے رہے حدیہ ہے کہ خوشی خوشی سولی پر چڑھتے رہے۔ تلواریں کی دھاروں پر گلے رکھتے رہے زندہ دفن ہوتے رہے دیواروں میں زندہ چنے جاتے رہے بلکہ زندہ دہکتے ہوئے انکاروں میں جلتے رہے مگر نہ اپنے معصوم قائد بدلے نہ اپنا پاک و پاکیزہ ارادہ تبدیل کیا جب اکثریت نے اپنی نخوت و کثرت و مال و دولت سے مست ہو کر ان کو بیخ و بن سے اٹھیڑ کر تباہ و برباد کرنا چاہا تو انھوں نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس طرح جم کر مصائب جھیلے ظلم سے۔ ستم برداشت کیے کہ ظلم کی کلائی موڑ کر رکھ دی اور اپنے وجود کو قائم رکھا تقریباً چودہ سو برس کے ان مصائب و شدائد کے بعد بھی عالم کے گوشہ گوشہ میں شیعوں کا وجود ظالم حکومتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قرآن مجید کی حسب ذیل آیت تلاوت کرتا رہتا ہے۔

یریدون لیطفوا نور اللہ بافواہم و اللہ متم نورہ و لو کرہ

الکافرون . (سورہ توبہ آیت ۳۳)

لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھوکوں سے گل کر دیں لیکن اللہ اپنے نور کو کامل کرے گا اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

محبت علی صبر و ضبط و نظم کی طاقت سے اکثریت کی کلائی موڑ کر حسب ذیل آیت کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔

سیعلمو الذین ظلموا ایّٰی منقلب ینقلبون .

معتقرب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرف پلٹ کر جائیں

گے۔

ان شدید سے شدید اور سخت سے سخت مصائب کے بعد روئے زمین پر شیعوں کا باقی رہنا بتاتا ہے کہ پروردگار نے کسی خاص مقصد کے لیے ان کو باقی رکھا ہے۔

ظاہر ہے وہ مقصد خاص حق پرستوں اور حق گوئیوں کی ایک مخصوص جماعت کا بالائے فرشِ خاکی اور زیرِ سقّہ لاجوروی باقی رکھنا ہے تاکہ باطل پرستوں پر اتمامِ حجت ہوتی رہے ہم نے اس کتاب کو چند جلدوں پر منقسم کیا ہے۔

پہلی جلد۔ زمانہ خلفاء اربعہ۔ از ۱۱ھ تا ۴۰ھ۔

دوسری جلد۔ زمانہ بنی امیہ۔ از ۴۰ھ تا ۶۰ھ

تیسری جلد۔ زمانہ بنی امیہ۔ از ۶۰ھ تا ۳۲ھ

چوتھی جلد۔ زمانہ بنی عباس۔ از ۳۲ھ تا ۶۵ھ

پانچویں جلد۔ از ۵۶ھ تا ۱۰۰ھ

چھٹی جلد۔ از ۱۰۰ھ تا عصر حاضر۔

اللہ آغاز مصائب

۲۸ صفر ۱۱ھ کا وہ قیامت خیز دن تھا جب مصلحت باری کا مقتضی ایہ ہوا کہ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملاء اعلیٰ کی طرف بلائے اور آپ اس حیات مستعار کو ترک کر کے منزل حیات جاودانی میں آکر قیام فرمائیں جب رسول کریمؐ نے رحلت کی۔ اور آپ کے ماتم میں سارا عالم محزون و مغموم و سیاہ پوش ہو گیا۔

تو اس وقت ایسا نہیں تھا کہ شیعہ جماعتی حیثیت سے موجود نہیں تھا بلکہ مقررہ جماعت کی حیثیت سے موجود اور حضرت علیؑ کو اپنا امام اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو خلیفہ بلا فضل مانتے تھے۔ رہا بعض شیعہ علماء اور مصر کے مشہور نابینا کو رماد زاد مصنف طہ حسین کا گمان کہ حیات

۱۔ سنیت نواز گمراہ شیعہ عالم مولوی سید علی نقی صاحب نقوی تاریخ شیعہ کے مختصر خاکہ ص ۳۳ میں تحریر کرتے ہیں کہ

”پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں شیعہ اور غیر شیعہ کی تفریق ظاہر نہ ہوئی تھی۔ تاہم نمایاں طور سے تین آدمی اہلبیتؑ ظاہرین کے ساتھ عقیدت رکھتے ہوئے محسوس ہوتے تھے یہ سلمان، ابوذر اور مقداد تھے جو شیعہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔“ یہ عبارت ایسی پر فریب ہے، جو صداہا حدیث پیغمبر اسلام کو میت کر رکھ دیتی ہے۔ اس قول سے سرور عالم کے وہ تمام اقوال باطل ہو جاتے ہیں جن میں آپ نے شیعیدان علی کے فضائل و حمائد بیان کئے ہیں اور علیؑ کی دشمنی کو نفاق قرار دیا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ میں شیعہ مقررہ جماعت کے اعتبار سے موجود نہیں نہیں تھے غلط اور فاسد ہے۔ اور اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے، تو پھر پیروان مذہب شیعہ بھی ایک سیاسی گروہ قرار پاتے ہیں جو امتداد زمانہ سے ترقی کرتے کرتے اب مذہبی حیثیت سے تاریخ عالم میں نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تصور فرقہ شیعہ کے تقدس اور مذہبی حیثیت کو تہ وبالاً کر دیتا ہے اور دین جعفری کی چولیں ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر (خاکم بدہن) جماعتی اعتبار سے انکا ظہور ۲۰ھ کے بعد یا امام حسنؑ اور معاویہ کے مصالحت کے کچھ عرصہ بعد ہوا ہے تو پھر مسلمہ امامت جس پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے ایک نظریہ ہے جسے مسلمانوں کی ایک جماعت نے بنی امیہ کے پنجہ ظلم و ستم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنایا تھا رفتہ رفتہ اسے مذہبی تقدس کا درجہ دیدیا گیا۔ اب وہ جملہ حقائق معارف اسلامیہ میں دیگر مسلمانوں سے ٹکرا لیا کرتے ہیں۔

(پچھلے صفحہ کبابقی) مولوی علی نقی صاحب نے جب سے مقالہ نگاری شروع کی ہے اس وقت سے وہ ایرانی و عراقی مقالہ نگاروں اور معمری مصنفین سے زیادہ متاثر ہیں۔ اس لئے اپنے مقالات و مصنفات میں ان سے استفادہ کرتے رہتے

ہیں۔ بس نادر و نئی بات ہونا چاہئے اگرچہ اس سے شیعیت و اسلام کی سختی کیوں نہ ہو جائے اسی سے آپ نے حدیث انا النقطة کا ٹکرا لیا ہے مقدمہ تفسیر میں شق القمر کے معجزہ ہونے کے منکر ہیں۔

تاریخ شیعہ کے خاکہ میں اس قول کو اس لئے اختیار کیا ہے مصر کے نابینا طحسین اپنی کتاب علی و نبوہ میں اسی کے قائل ہیں متن کتاب میں اب اس کی رد تفصیل سے پڑھیں گے۔ حالانکہ عرب کا دوسرا محقق عمر ابو النصر عمد رسالت میں شیعوں کے وجود کا قائل ہے ص ۲۲ ملاحظہ ہو۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے بعض مصنفات علماء مصر و عراق و ایران کے مصنفات کا ترجمہ ہیں جیسے شہداء کر بلا۔ استفادہ نوح البلاغہ اور ان کے مانند کتابیں اصل مصنف کا نام ظاہر کئے بغیر ترجمہ کر کے اپنے نام سے شائع کر دیا ہے۔

اب ان کے پاس جملہ اسلامیہ میں مخصوص نظریات و افکار پائے جاتے ہیں نہ ان کو عام مسلمانوں کی تفسیر کی ضرورت ہے۔ نہ حدیث کی نہ فقہ کی ضرورت ہے، نہ اصول فقہ کی نہ کلام کی حاجات ہے نہ دیگر اسلامی فنون کی۔ ظاہر ہے کہ یہ کہنا بالکل غلط جھوٹ اور بہتان ہے آپ اس کا تفصیلی بیان اور اس دعویٰ کے بطلان کو آئندہ سطور میں ملاحظہ کیجئے گا۔

شیعوں کا وجود تاریخ کی روشنی میں

کیا حیات پیغمبر اسلامؐ میں شیعہ موجود تھے؟

شیعوں پر ہونے والے مظالم کے بیان سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ آیا حیات سرور عالمؐ اور اس کے بعد شیعہ موجود بھی تھے یا نہیں۔ اس لیے کہ مثل مشہور ہے کہ ثبت الجدار ثم نقش پہلے دیوار بنالو پھر اس پر نقش نگار بنانا۔ اگر بعد رحلت سرور عالمؐ اور اس سے قبل شیعہ موجود تھے تب تو یہ بحث درست ہے کہ بعد انتقال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیعوں کی کیا حالت تھی راحت و آرام سے تھے یا بتلائے مصائب و شدائد تھے اور اگر شیعہ پیداوار ہیں ۴۰ھ کے بعد کے تو یہ بحث ہی بیکار ہے کہ اھ سے شیعوں پر کیا شدائد ہوئے۔

ہم اس بحث کو تحریر کرنے پر اس لیے مجبور ہوئے کہ ہم چند سطور قبل اشارہ کر چکے ہیں کہ ایک شیعہ مدعی علم اور مصر کے مشہور ناپیدیا مصنف

وادیب طہ حسینؑ اس کے قائل ہیں کہ شیعہ سنی تفریق ۴۰ء کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ ہم ان لوگوں کے جواب میں احادیث سرورِ دو جہاں کی روشنی میں بعض تاریخی حقائق کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر زمانہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ موجود نہیں تھے تو آپ نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ

حیاتِ پیغمبرؐ میں شیعوں کا وجود

یا علیٰ بشر شیعۃک انا الشفیع یوم القیمہ وقتلا ینفع مال ولا بنون الا شفاعتی. (ینابیع الودۃ ص ۲۵)

”اے علیؑ اپنے شیعوں کو بشارت دیدو کہ میں قیامت کے دن اس وقت شفاعت کروں گا جب سوائے میری شفاست کے نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد۔“

ینابیع الودۃ کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ حیات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ موجود تھے اسی لیے تو حضرت نے حضرت امیرؑ کو یہ حکم دیا کہ اپنے شیعوں کو تم بشارت دیدو کہ میں روزِ محشر تمہاری شفاعت کروں گا۔ اور اگر اس عہد میں شیعہ موجود نہ ہوتے، تو حضرت سرورِ عالم کے ارشاد گرامی کے کچھ معنی نہ ہوتے۔

اس حدیث سے طہ حسین کے اس قول کی بھی رد ہو جاتی ہے

طہ حسین کی کتاب ”علیؑ ونبوہ“ کا ترجمہ عبدالحمید نعمانی نے کیا ہے جس کے صفحہ ۳۲۲ سے ۳۲۶ تک شیعوں کے بارے میں ایک زہرِ بلا متعلقہ موجود ہے جس کی رد بھی دلائل وبراہین سے ہو جاتی ہے۔

کہ ”جہاں تک میں سمجھتا ہوں فقہاء متکلمین اور مورخین لفظ شیعہ سے جو ایک مقررہ جماعت مراد لیتے ہیں وہ حضرت علیؑ کی زندگی میں موجود نہ تھی ہاں آپ کی وفات کے کچھ دنوں بعد ظہور میں آئی (الامام علی ص) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علیؑ کو یہ حکم دینا کہ اپنے شیعوں کو بشارت دیدو یہ صرف حضرت علیؑ کی زندگی میں نہیں بلکہ حیات رسولؐ شیعوں کے وجود کو ثابت کر رہا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت نے محبان علیؑ بن ابی طالبؑ کو بشارت دی ہے۔

چنانچہ بشارت المصطفیٰ میں اسناد طولانی سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے ہوئے حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ اے بھائی میں بشارت دینے کے لیے آیا ہوں۔ ابھی ابھی جبرئیل پروردگار عالم کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ اے احمد علیؑ کو یہ بشارت دیدو کہ تمہارے محب خواہ مطیع ہوں یا عاصی اہل جنت سے ہیں یہ سکر حضرت علیؑ نے سجدہ شکر کیا اور یہ کہا کہ اے پالنے والے گواہ رہنا کہ میں اپنے نصف حسنت شیعوں کو دیتا ہوں، جناب سیدہؑ نے بھی کہا کہ میں بھی اپنے نصف حسنت شیعوں کو دیتی ہوں امام حسنؑ و حسینؑ نے کہا کہ ہم بھی اپنے نصف حسنت محبان امیر المؤمنین کو دیتے ہیں یہ سن کر پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے زیادہ کریم نہیں ہو میں بھی اپنے حسنت علیؑ کے محبوبوں کو دیتا ہوں۔ اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور عرض

کیا کہ اے خدا کے رسول پروردگار عالم کہہ رہا ہے کہ آپ لوگ مجھ سے زیادہ کریم نہیں ہیں میں نے علیؑ کے مجبوں کے گناہوں کو بخش دیا اور ان کو جنت و نعمات جنت عطا کروں گا۔ (مناقب مرتضوی ۳۰۶ ص)

رہا یہ کہ مقررہ جماعت سے شیعہ مراد نہیں تھے جسے فقہاء و متکلمین و مورخین مراد لیتے ہیں یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ آپ نے مقررہ جماعت نہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی ہے بلکہ صرف اپنے قیاس و رائے کی بنا پر یہ حکم لگایا ہے آپ اگر کتب حدیث کا مطالعہ کرتے تو یہ لکھنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کو رما در زاد ہیں کتابوں کا خود مطالعہ کر بھی نہیں سکتے ہیں اور جب آپ مطالعہ نہیں کر سکتے تو پھر شیعوں کے مقررہ جماعت ہونے سے انکار کی جرأت حیرت انگیز ہے۔

کاش آپ نے مناقب و احادیث و توارخ و تفاسیر کی کل کتابوں کو کسی سے پڑھا کر سن لیا ہوتا اور شیعوں کا وجود حیات حضرت علیؑ میں مقررہ جماعت کی حیثیت سے نہ پاتے تو حق بجانب تھے۔

آئیے ہم آپ کو کتب حدیث میں دکھائیں کہ شیعہ حضرات مقررہ جماعت کے عنوان سے حیات سرکار دو جہاں و حضرت علیؑ میں وجود رکھتے تھے۔

علامہ شیخ حسین صمیری نے کتاب الا لزام (مخطوط) میں حسب ذیل بارہ جماعت علماء اہلسنت سے نقل کیا ہے :-

(۱) تفسیر آلئ موسئ یعقوب بن سفیان (۲) تفسیر ابن

جرتح (۳) تفسیر مقاتل بن سلیمان (۴) تفسیر وکیع بن جراح (۵) تفسیر یعقوب یوسف بن موسی القطان۔ (۶) تفسیر قتادہ (۷) تفسیر ابی عبیدہ القاسم بن سلام (۸) تفسیر علی بن حرب (۹) تفسیر السدی (۱۰) تفسیر مجاہد (۱۱) تفسیر مقاتل بن حمام بن صان۔ (۱۲) تفسیر ابی صالح۔ یہ سب انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کچھ لوگوں کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے ہم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے صدقہ دیتا ہے زکوٰۃ ادا کرتا ہے پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص خدا کی عبادت کرتا ہے اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے اللہ کو واحد و یکتا مانتا ہے حضرت نے فرمایا میں نہیں پہچانتا ہوں ہم لوگ ابھی اس شخص کا ذکر کر رہے تھے کہ ابو بکر آئے اور وہ شخص بھی نظر آیا ہم لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسول وہ شخص یہ کیا ہے حضرت نے اسے دیکھا اور ابو بکر کو حکم دیا کہ میری تلوار لو اور اس شخص کو قتل کر دو اس لئے کہ یہ پہلا شخص ہوگا جو شیطان کے گروہ میں شامل ہو کر آئے گا۔ ابو بکر تلوار لے کر مسجد میں آئے تو دیکھا کہ وہ رکوع میں ہے۔ وہ اس حالت میں دیکھ کر پلٹ آئے اور کہا کہ خدا کی قسم میں اسے نہیں قتل کروں گا اس لیے کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ نماز گزاروں کو قتل کروں۔ حضرت نے ان کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ تم اس کے قائل نہیں ہو اور عمر کو حکم دیا کہ تم اٹھو اور میری یہ تلوار ابو بکر سے لے کر مسجد میں جاؤ اور اس شخص کی گردن اڑادو۔ عمر

کہتے ہیں کہ میں نے تلوار ابو بکر سے لے کر مسجد میں آیا تو دیکھا کہ وہ شخص سجدے میں ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں اسے نہیں قتل کروں گا اس لیے کہ مجھ سے بہتر نے اسے قتل نہیں کیا اور اجازت لے لی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پلٹ آئے اور عرض کیا کہ میں نے تو اسے سجدے میں پایا تھا اس لیے نہیں قتل کیا۔ حضرت نے فرمایا اے عمر بیٹھ جاؤ تم اس کے قاتل نہیں ہو۔ اے علی تم اٹھو تم ہی اس کے قاتل ہو اگر تم اس کو پانا تو قتل کر دینا اس لیے کہ اگر تم اس کو قتل کرو گے تو میری امت میں اختلاف باقی نہیں رہے گا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے تلوار لی اور مسجد میں آیا تو میں نے اس شخص کو نہیں پایا میں نے پلٹ کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اس شخص کو مسجد میں نہیں پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کی امت اکھتر فرقوں پر منقسم ہوئی ان میں صرف ایک فرقہ ناجی تھا باقی سب جہنمی تھے اور حضرت عیسیٰ کی امت بہتر فرقوں پر منقسم ہوتی ان میں سے صرف ایک نجات پائے گا اور باقی سب جہنمی ہیں۔ عنقریب میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہوگی، ان میں سے صرف ایک نجات پائے گا باقی سب جہنمی ہوں گے۔

میں نے عرض کیا اے خدا کے رسول وہ نجات پانے والا گروہ کونسا ہے حضرت نے فرمایا وہ گروہ ہے جو اس چیز سے تمسک کیے ہو جس سے تم اور تمہارے شیعہ اور تمہارے اصحاب تمسک کیے ہوئے ہیں اس وقت خداوند عالم نے اس شخص کے بارے میں یہ آیت قرآن مجید نازل کی :-

ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ له فی الدنیا خزی و نذیقہ
یوم القیمة عذاب الحریق.

خواہ مخواہ خدا کے بارے میں لڑنے کے لیے تیار ہے اس کے لیے دنیا
میں رسوائی ہے اور ہم اسے قیامت میں جلانے والا عذاب چکھائیں گے۔
حضرت فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہو گا جو بدعتی اور گمراہ کرنے
والوں کی امداد و پشت پناہی کرے گا۔

ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم اس شخص کو حضرت علی علیہ السلام نے
جنگ صفین (صحیح یہ ہے کہ جنگ نہروان) میں قتل کیا خدا نے یہ جو کہا کہ اس
کے لیے دنیا میں خزی ہے یعنی قتل ہے اور یہ جو کہا ہے کہ ہم اس کو قیامت
کے دن جلانے والے عذاب کا مزا چکھائیں گے تو اسے اس عذاب کا مزا
حضرت علی سے جنگ کرنے کے سبب سے خداوند عالم روز محشر چکھائے گا۔

اس روایت کو ابو بکر محمد بن مومن شیرازی نے بھی اپنی کتاب میں
انہیں بارہ تفسیروں سے نقل کیا ہے جسے علامہ سید محمد بن یوسف تونسوی جو
کافی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اپنی کتاب السیف الیمانی المسلول میں
۱۶۹ ص پر نقل کیا ہے اور حضرت علی کے سوال کو حسب ذیل الفاظ میں نقل
کیا ہے :-

یا رسول اللہ من الفرقۃ الناجیة .

اے خدا کے رسول فرقہ ناجیہ کون ہے ؟

حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :-

التمسكون بما انت عليه واصحابك.

جو تمسک رکھتے ہوں اس سے جس پر تم اور تمہارے اصحاب ہیں۔

اس مہتمم بالشان روایت سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حیات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مقررہ جماعت تھی جو فرقہ ناجیہ کہلاتی تھی اور اس جماعت کا عقیدہ بھی دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف تھا اور ان کا مسلک وہ تھا جو حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب کا تھا۔

اس کی تائید حسب ذیل روایتوں سے بھی ہوتی ہے عبید اللہ امرتسری کتاب ارنح المطالب ۸۸ صہ پر جناب سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو آپ حضرت علیؑ کے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ مار کر فرماتے تھے کہ یہ اور ان کا گروہ فلاح و نجات پانے والا ہے۔

اس روایت کو نظری نے خصائص علویہ میں نقل کیا ہے۔ نیز اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو خطیب خوارزمی نے کتاب مناقب ۲۲۹ صہ پر تحریر کیا ہے :-

وہ لکھتے ہیں الناصر بالحق اپنے اسناد سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے حضرت علیؑ نے عرض کیا اے خدا کے رسول وہ کون سے لوگ ہیں حضرت نے فرمایا اے علیؑ وہ تمہارے شیعہ ہیں اور تم ان کے امام ہو۔

ان تینوں روایتوں سے شیعوں کا وجود جماعتی حیثیت سے حیات پیغمبر اسلام میں ثابت ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ ان روایت کے ہوتے ہوئے کوئی شیعہ یا سنی کیونکر شیعوں کا وجود جماعتی اعتبار سے تسلیم نہیں کرتا جبکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو فرقہ ناجیہ کہہ رہے ہیں۔ کہیں علیؑ کا حزب (گروہ) کہہ رہے ہیں کہیں اس حزب و فرقہ ناجیہ کا امام حضرت علیؑ کو بتا رہے ہیں۔

یہاں تک تو مقررہ جماعت کے اعتبار سے نہ صرف حیات حضرت امیرؑ بلکہ حیات حضرت پیغمبرؑ اسلام میں شیعوں کے وجود کا ثبوت تھا۔ حیات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ جماعتی اعتبار سے موجود تھے اس کی دوسری دلیل وہ حدیثیں ہیں جو حضرت علیؑ کی دشمنی کو علامت نفاق قرار دیتی ہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ حیات پیغمبرؑ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منافقین کثیر تعداد میں موجود تھے اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی دشمنی کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔ اس لیے اصحاب نبیؐ دو حصوں پر تقسیم ہو جاتے ہیں ایک منافق دوسرے غیر منافق جو اصحاب غیر منافق تھے وہی حضرت علیؑ کے شیعہ محب اور پیرو تھے۔

علیؑ کی دشمنی نفاق ہے اس کے بارے میں چند صحابہ سے روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جسے حسب ذیل علماء محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند ۲۹۶ ص ۱ میں اپنی سند سے مساور حمیری سے نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے مجھ سے میری ماں نے بیان کیا :-

سمعت ام سلمہ تقول سمعت رسول الله صلى الله عليه و

آله و سلم يقول لعلى لا يبغضك مومن و لا يحبك منافق. ۱

میں نے جناب ام سلمہ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے

جناب رسول خدا کو حضرت علیؑ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ۔

اے علیؑ تم کو مومن دشمن نہیں رکھے گا اور منافق دوست نہیں

رکھے گا۔

علامہ شیخ ابراہیم بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی ص ۴۱ پر جناب

ام سلمہ سے نقل کیا ہے آپ فرماتی ہیں کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يحب عليا

منافق و لا يبغض عليا مومن. ۲

۱- اس حدیث کو حسب ذیل افراد نے نقل کیا ہے۔

۱- شرف النبی خرد گوشی نیشاپوری۔

۲- میزان الاعتدال علامہ ذہبی ص ۵۳، ج ۲۔

۳- البدلیہ والنہایہ لکن کثیر و مشقی ص ۴۵۳، ج ۷۔

۴- فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۵۷، ج ۷۔

۵- تہذیب التہذیب علامہ ذہبی ص ۳۵۶، ج ۸۔

۶- ارجح المطالب عبد اللہ امرتسری ص ۵۱۲ و ص ۵۲۳۔

۷- اس روایت کو حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

۱- مجمع بین الصحیح حافظ زین الدین معاویہ عبوری اندلسی۔

۲- علم الکتاب علامہ خواجہ میر مختص بعربی محمدی ص ۲۵۵۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ کو منافق دوست نہیں رکھے گا اور مومن دشمن نہیں رکھے گا۔

اسی طرح کی حدیث مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۴ پر بھی ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ ۱۔

دوسری روایت عبد اللہ بن حسنطب سے منقول ہے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في خطبته اوصيكم بحب ذى قريبتها اخي وابن عمي علي بن ابي طالب فانہ

۱۔ جناب ام سلمہ کی روایت کو کچھ تغیر کے ساتھ حسب ذیل علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۔ علامہ سیوطی جو ذی تذکرہ خواص الامم ص ۳۲۔

۲۔ شرح نوح البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ص ۲۲۱ ج ۴۔

۳۔ ریاض النضرہ علامہ محبت الدین طبری ص ۲۱۴۔

۴۔ ذخائر العقیبی علامہ مذکور ص ۹۱۔

۵۔ شرح دیوان حضرت امیر علامہ میر حسین بیہدی۔

۶۔ الکواکب الدرریہ علامہ عبدالرؤف منادی ص ۳۹ ج ۱۔

۷۔ کنوز الحقائق علامہ مذکور ص ۱۹۲۔

۸۔ مفتاح النجا علامہ بد خشی ص ۶۲۔

۹۔ بیابیع المودۃ علامہ قندوزی ص ۷۷۔

۱۰۔ تجمیر انبیا علامہ حسن بن مولوی امان اللہ دہلوی ص ۹۱۔

۱۱۔ سعد الشموس والاشمار علامہ عبد القادر الوردی حنفی الخیر رانی ص ۲۱۔

۱۲۔ الفتح الکبیر علامہ شیخ وسف مہمانی ص ۵۵ ج ۳۔

۱۳۔ العقول والفصل علامہ سید علوی بن ظاہر الحداد العلوی ص ۶۳۔

لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق. ۱۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اپنے قرابتداروں میں سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب کی محبت کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ علی کو صرف مومن دوست رکھے گا اور صرف منافق دشمن رکھے گا۔

تیسری حدیث حضرت علیؑ علیہ السلام سے منقول ہے۔ چنانچہ علامہ عبد الوہاب شعرانی الطبقات الکبریٰ ص ۱۰۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ :-

کان علی رضی اللہ عنہ یقول واللہ لایحبی الا مومن ولا

یبغضنی الا منافق.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم مجھے نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

علامہ احمد بن حنبل مسند ص ۸۲ ج ۱ میں نقل کرتے ہیں کہ :-

قال علی رضی اللہ عنہ انه عهد الی النبی صلی اللہ علیہ و

الہ وسلم انه لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق. ۲۔

- | | | | |
|----|---|----|----------------------------|
| ۱۔ | تذکرہ خواص الامہ ص ۳۴۔ | ۲۔ | شرح نوح البلاغہ ص ۲۴۵ ج ۲۔ |
| ۳۔ | ذخائر العقبیٰ محبت الدین طبری ص ۹۱۔ | ۴۔ | ریاض النضرہ ص ۲۱۴۔ |
| ۵۔ | یتابع المودۃ علامہ قدوسی ص ۲۱۳ و ص ۲۷۴۔ | | |
| ۶۔ | ارح المطالب عبد اللہ امرتسری ص ۲۲۸ و ص ۵۱۳۔ | | |
| ۷۔ | حضرت علیؑ کی یہ حدیث کچھ الفاظ کے تغیر کے ساتھ حسب ذیل کتابوں میں منقول ہے۔ | | |
| ۸۔ | مصائب احمد بن حنبل۔ | | (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر) |

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرے پاس نبی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲۔ صحیح مسلم علامہ ابو الحسن مسلم بن حجاج ص ۶۰ ج ۱۔

۳۔ سنن المصطفیٰ علامہ ابن ماجہ ص ۵۵ ج ۱۔

۴۔ صحیح علامہ ترمذی ص ۷۷ ج ۱۳۔

۵۔ خصائص علامہ نسائی ص ۷۷ ج ۲۔

۶۔ علل الحدیث حافظ عبدالرحمان ابن ابی حاتم رازی ص ۳۰ ج ۲۔

۷۔ معرفۃ علوم الحدیث حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری ص ۱۸۰۔

۸۔ حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم اصفہانی ص ۱۸۵ ج ۲۔

۹۔ سنن حافظ بیہقی ص ۷۱ ج ۲۔

۱۰۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ص ۲۵۵ ج ۲۔

۱۱۔ موضوع الحجج و التفریق خطیب بغدادی ص ۶۸ ج ۲۔

۱۲۔ استیعاب حافظ عبدالبر ص ۶۱ ج ۲۔

۱۳۔ الختم الثمن الصحیحین حافظ محمد بن ابی نصر اندلسی۔

۱۴۔ طبقات الخیالہ قاضی ابو یعلیٰ ص ۳۲۰ ج ۱۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۵۔ مصابح السنۃ علامہ بغوی ص ۲۰ ج ۱۔

۱۶۔ تفسیر معالم التزیل حافظ حسین بن مسعود فراء بغوی ص ۱۸۰ ج ۶۔

۱۷۔ ربیع الابرار علامہ محمود بن عمر خوارزمی ص ۹۵۔

۱۸۔ مناقب علامہ خطیب خوارزمی ص ۲۲۰۔

۱۹۔ صفیۃ الصفوۃ ابن جوزی ص ۲۱ ج ۱۔

۲۰۔ جامع الاصول علامہ محمد الدین ابن اثیر جزری ص ۷۳ ج ۳۔

۲۱۔ اسد الغابہ علامہ عزالدین ابن اثیر جزری ص ۳۶ ج ۲۔

۲۲۔ تذکرہ خواص الامم سبط ابن جوزی ص ۳۲۔

۲۳۔ شرح نوح البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ص ۷۱ ج ۱۔

۲۴۔ الاذکار علامہ شیخ مجیب الدین و مشقی ۳۵۵۔

۲۵۔ ذخائر العقیبی علامہ طبری ص ۹۱۔

۲۶۔ ریاض النضرہ علامہ مذکور ص ۱۲ ج ۲۔

۲۷۔ لسان العرب جمال الدین محمد بن کرم افریقی ص ۳۱ ج ۳۔

۲۸۔ فرائد السطین علامہ حموی۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عہد ہے کہ اے علیؑ تم کو دوست نہیں رکھے گا مگر

- (پچھلے صفحہ کاپاتی) ۲۹۔ منہاج السنہ علامہ احمد بن عبد الحلیم ابن جریر حرانی ص ۱۷۷ ج ۳۔
- ۳۰۔ تفسیر علامہ علاء الدین علی بن محمد معروف سخاان ص ۱۸۰ ج ۵۔
تیمیہ
- ۳۱۔ دول الاسلامیہ علامہ ذہبی ص ۲۰ ج ۱۔
- ۳۲۔ میزان الاعتدال علامہ مذکور ۳۳۳ ج ۳۔
- ۳۳۔ تاریخ الاسلام علامہ مذکور ص ۷۹ ج ۲۔
- ۳۴۔ نظم درراکسمین علامہ محمد بن یوسف زریں ص ۱۰۲۔
- ۳۵۔ البدایہ والنہایہ حافظ عماد الدین ابن کثیر قرشی ص ۳۵۴ ج ۷۔
- ۳۶۔ مشکوٰۃ المصابیح خطیب تبریزی ص ۵۶۳۔
- ۳۷۔ التقریب فی شرح التقریب علامہ ابو زرعہ عراقی ص ۸۶ ج ۱۔
- ۳۸۔ نزہۃ الناظر علامہ شیخ تقی حلبی عبید الضری ص ۳۹۔
- ۳۹۔ فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۷۵ ج ۷۔
- ۴۰۔ لسان المیزان علامہ مذکور ص ۴۴ ج ۲۔
- ۴۱۔ الدرر الکامئہ علامہ مذکور ص ۳۰۸ ج ۲۔
- ۴۲۔ شرح دیوان امیر المومنین علامہ مہدی یزدی ص ۱۹۱ مخطوطہ۔
- ۴۳۔ صفوۃ الزلال المعین۔
- ۴۴۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی ص ۶۲۔
- ۴۵۔ تیسرے اصول الی جامع الاصول علامہ احمد بن شیبا بن الثمیر بان الربیع ص ۱۴ ج ۲۔
- ۴۶۔ الصواعق المحرقة علامہ احمد بن حجر قیمی ص ۷۳۔
- ۴۷۔ منتخب کثرالعمال مطبوع بر حاشیہ مستدرج ص ۵ ج ۳۔
- ۴۸۔ اخبار الدول و آثار الاول علامہ شیخ احمد بن یوسف بن احمد مشقی معروف بقرمانی ص ۱۰۲۔
- ۴۹۔ کنوز الحقائق علامہ عبد الرؤف مناوی ص ۳۶ ج ۱ و ۱۹۲ ج ۲۔
- ۵۰۔ الاربعین حدیثا علامہ مولوی علی قاری ہروی ص ۵۴۔
- ۵۱۔ ذخائر الموارث علامہ عبد الغنی بن اسمعیل دمشقی ص ۱۵۔
- ۵۲۔ مفتاح الجلالہ علامہ بدخشانی ص ۶۲ مخطوطہ۔
- ۵۳۔ اسعادت الراغبین مطبوع بر حاشیہ نور الابصار ص ۷۳ ج ۱۔
- ۵۴۔ تاریخ الملوک علامہ مقدسی ص ۸۰ ج ۱ و ۸۲ ج ۲ و ۲۱۲ ج ۳ و ۲۴۶ ج ۴۔
- ۵۵۔ تجرید الجیش علامہ ماکان اللہ دہلوی ص ۱۲۹۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

حضرت علی علیہ السلام کے پاس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمد بڑی اہمیت کا حامل ہے مختلف الفاظ سے اسے اکٹھے علماء و محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث صاف صاف بتاتی ہے کہ علی کے دشمن منافق ہیں یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ منافقین حضرت کی حیات میں موجود تھے۔ یہی منافقین غیر شیعہ تھے لیکن انھیں کے دشمن دوش بدوش اصحاب سرکار و جہاں میں غیر منافق بھی موجود تھے یہی علی کے محب شیعہ اور ماننے والے تھے۔

چوتھی حدیث عمر ابن حصین سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ۔

ان رسول الله قال لعلي لا يحبك الا مومن و لا يبغضك الا

منافق۔ ۱

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا

کہ تم کو نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

(پچھلے صفحہ کتاباتی) ۵۶۔ سعد الشوس والا قمار علامہ القادر درودینی خیرانی ص ۲۱۰۔

۵۷۔ القول الفصل علامہ سید علوی بن طاہر حداد حضری ص ۶۳۔

۵۸۔ الشرف الموبد لال محمد علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل ہنہانی ص ۱۱۳۔

۵۹۔ بدائع ابن علامہ شیخ احمد بن عبدالرحمان نباء معروف مساماتی ص ۲ ج ۵۰۳۔

۶۰۔ ارجح المطالب علامہ امرتسری ص ۵۱۳ و ۵۲۳۔

۶۱۔ اتحاد ذوی النجاہ علامہ شیخ محمد عربی مغربی ص ۱۵۳۔

(حاشیہ صفحہ ۱) اس روایت کو مجمع الزوائد میں علامہ حافظ نور الدین ہنہانی نے ص ۱۳۳ ج ۹ پر نقل کیا ہے نیز اسے طبرانی نے اوسط میں بھی نقل کیا ہے۔ مشکل الامار ص ۲۸ ج ۱ پر صرف اتنا ذکر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ اے علی آپ کو صرف منافق دشمن رکھے گا۔

پانچویں حدیث مرسل ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے راوی کا نام درج نہیں یہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ۷

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی رضی اللہ عنہ لا یحبک الا مومن و لا یبغضک الا منافق۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اے علی تم کو دوست نہیں رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

اس روایت کو حافظ عبد البر نے استیعاب ص ۲۶ ج ۲ پر نقل کیا ہے۔ ۱۷

چھٹی حدیث ابو ذر ہے جسے علامہ بد خشی نے مفتاح النجافی مناقب آل العباس ۵۵ مخطوط میں مذکور ہے وہ کہتے ہیں ۷

اخرج الدیلمی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ

- ۱۰۔ کتاب استیعاب کے علاوہ الفاظ کے فرق کے ساتھ حسب ذیل کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔
- ۱۔ الشفاء تبصریف حقوق الصلحہ قاضی موسیٰ بن عیاض یحصبی ص ۲۰ ج ۲۔
- ۲۔ شرح صحیح البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ص ۵۲۰ ج ۴۔
- ۳۔ تذکرۃ الخطا۔ ص ۱۰ ج ۱۔
- ۴۔ نجات الایہوت علامہ محقق کرکی ص ۱۷۔
- ۵۔ الفتح الکبیر علامہ مذکور ص ۳۲۶ ج ۱۔
- ۶۔ نقد عمین المیزان شیخ محمد بہجت دمشقی ص ۱۳۔
- ۷۔ السیف الیمانی السلول علامہ سید محمد بن یوسف تونسلی معروف کافی ص ۲۹۔

علیہ و آلہ و سلم علی باب علمی و مبین لامتی ما ارسلت به من بعدی حبه ایمان و بغضه نفاق و النظر الیہ رافۃ.

دیلی نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں جن چیزوں کے لئے میں رسول بنا یا گیا ہوں میرے بعد میری امت سے علیؑ ہی بیان کرنے والے ہیں۔ علیؑ کی محبت ایمان علیؑ کی دشمنی نفاق ہے۔ علیؑ کی طرف دیکھنا رافت ہے۔

ساتویں وہ حدیث ہے جسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے غلام ابو رافع نے نقل کیا ہے اور ارفع کہتے ہیں کہ

من لم يعرف حق علی فهو احد من الثلاث اما امه الزانیة او

حملته امه من غیر طهر او منافق. [ینابیع المودة ص ۲۵۲]

جو شخص علیؑ کے حق کو نہ پہچانے وہ تین افراد سے ایک ہو گا یہ کہ اس کی ماں زانیہ ہو دوسرے یہ کہ اس کی ماں اس سے حیض میں حاملہ ہوئی ہو تیسرے یہ کہ وہ منافق ہو۔

ان احادیث کے بعد کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ علیؑ کے دشمن حیات پیغمبر اسلام میں موجود تھے اور وہ سب کے سب منافق تھے۔ جب منافقین علیؑ کے دشمن تھے تو غیر منافق وہ قرار پائے جو علیؑ کے دوست ہوں اور جو علیؑ کے دوست تھے وہی علیؑ کے شیعہ تھے اور علیؑ انھیں کے لیے بعد رحلت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم علم کا دروازہ تھے اور پیغمبر اسلامی شریعت

و تعلیمات سرکار دو جہاں کو حضرت علیؑ کے ذریعہ سے حاصل کرتے تھے اور آپ کو اپنا امام مانتے تھے حضرت نے حدیث ابو ذر میں جو کچھ فرمایا ہے آج تک شیعہ اسی پر عامل ہیں، اس لیے کہ وہ باب مدینۃ العلم سے تمسک کیے ہیں اور دین و مذہب و شریعت کو حضرت علیؑ علیہ السلام اور ان کی اولاد اجداد ہی کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں۔ پس اسی کا نام شیعیت ہے حیات حضرت علیؑ میں جس کے وجود سے طہ حسین اور مولوی نقن صاحب کو انکار ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔

خود پیغمبر اسلام صلی علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ علیہ السلام کو خبر دے چکے تھے کہ میرے بعد تمہارے سب سے مومنین پہچانے جائیں گے چنانچہ حضرت علیؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لولاک

ما عرف المومنون بعدی. [مناقب علامہ مغازل]

مجھ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ

اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنین نہ پہچانے جاتے۔

اس روایت کو ابن عباس سے علامہ عبید اللہ امرتسری نے ارجح

المطالب ص ۴۲ پر بھی نقل کیا ہے۔

منافقین کی شناخت

اصحاب سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے منافقین وغیر

منافقین مدینہ منورہ میں ملے جلے زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ امتیاز دشوار تھا کہ ان میں کون آپ کا سچا پیروں و مخلص اور مومن ہے۔ اور کون نقاب اسلام چہرے پر ڈالے ہوئے اور دل میں کفر کو چھپائے ہوئے ہے۔ مصلحت باری کا مقتضی بھی یہی تھا ارشاد پروردگار عالم ہے۔

لَوْ نَشَاءُ لَارِينَكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمِهِمْ وَلَعَرَفْنَاهُمْ فِي لَحْنِ

الْقَوْلِ. [سورہ محمد ۳۰]

اگر ہم چاہیں تو تم کو انھیں (منافقین) کو دکھا سکتے ہیں تم منافقین کو ان کی پیشانی کی علامتوں اور زبان کی لغزش اور ٹھوکرا سے ضرور پہچان لو گے۔

علامہ محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ منافقین حضرت پیغمبر اسلام صلی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ ہی میں رہتے۔ حضرت کے دربار میں بیٹھتے تھے حضرت ان سے گفتگو کرتے تھے وہ حضرت سے بات چیت کرتے تھے۔ اور صحابی رسول کہلاتے تھے۔ لیکن وہ اپنے نفاق میں مشہور و معروف نہیں تھے اور نہ بظاہر دوسروں سے ممتاز تھے کہ پہچانے جاسکتے تھے اس کے بعد آیت مذکورہ بالا کو تحریر کیا ہے۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے :-

وَمَنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ وَمَنْ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ. (التوبہ ۱۰۱)

تمہارے گرد جو جنگلی عرب ہیں منافق ہیں اور مدینہ میں کچھ لوگ نفاق پر ثابت قدم ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو ہم ان کو جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دو مرتبہ عذاب کریں گے پھر وہ بہت بڑے عذاب پر وارد ہوں گے۔

سورہ محمد کی آیت میں منافقین کے شناخت کی دو علامتیں بتائی ہیں ایک تو ان کی پیشانی میں شکن پڑ جانا دوسرے اثناء گفتگو میں زبان کا لڑکھڑانا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین چین جہیں کس چیز پر ہوتے تھے اور ان کی زبان کن باتوں میں لڑکھڑا جاتی تھی۔

احادیث و آیت مذمت منافقین شاہد ہیں کہ وہ باتیں فضائل اہل بیت طاہرین و مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اس لیے کہ اسے مخالفین علی و دشمنان اہل بیت برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لیے کبھی اسے سن کر چین جہیں ہو جاتے تھے اور کبھی اس کے بیان یا اہلبیت کی مذمت کے وقت ان کی زبان ٹھوکر کھاتی تھی۔

بات یہ ہے کہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و خمس کے احکام اسلامی عقائد و معارف و حقائق اور اخلاقی تعلیمات پر خشکیاں و چین ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی نہ اس میں زبان کے لڑکھڑانے کا کوئی سبب تھا۔ اس لیے کہ یہ عمومی تعلیمات تھے ان سے خفگی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن ایک ایسے گھرانے اور ایک ایسی ہستی کے فضائل و محامد جس نے نصرت اسلام میں سیکڑوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہو۔ ہزاروں گھروں میں صف ماتم بچھادی ہو۔ زہد و

ورع و تقویٰ و فضائل و کمالات نفسانیہ میں اپنا جواب نہ رکھتا ہو اور لاکھوں انسانوں کی تمناؤں پر اپنے خصوصیات علمیہ و کمالات روحانیہ کے سبب سے پانی پھیر دیا ہو اس کے فضائل ایسے ہو سکتے ہیں کہ مقتولیس کے ورثہ اور طالبان اقتدار کو پسند نہ آئیں۔ اور جن کے دل میں نفاق کی چنگاری اور رشک و حسد کی آگ بھڑک رہی ہو وہ اسے سن کر چیں بجیں بھی ہو جائیں اور وقت بیان ان کی زبان میں لکنت بھی پیدا ہو جائے۔

یہی اسباب تھے جن سے حضرت رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی زبان پر وحی الہی کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے مخلص و مومن اصحاب سردار و عالم منافقین کو پہچان لیا کرتے تھے۔

اس امر کو بیئرت احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا گیا ہم یہاں پر ان میں سے چند احادیث کو کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں۔

پہلی حدیث ابو سعید خدری کی ہے جسے کتاب فضائل احمد بن حنبل میں نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

كنا نعرف المنافقين ببغضهم علياً. ۱
ہم منافقین کو علی کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

۱- اس حدیث کو ٹھوڑے سے تفسیر کے ساتھ حسب ذیل نے نقل کیا ہے۔

۲- صحیح علامہ حافظ بن محمد بن عیسیٰ ترمذی ص ۶۸ ج ۱۳۔

دوسری حدیث جابر بن عبد اللہ انصاری کی ہے چنانچہ جناب جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ

ما كنا نعرف منا فقينا معشر الانصار الا يبغضهم عليا. ۱
ہم گروہ انصار اپنے قبیلہ کے منافقین کو صرف علی علیہ السلام کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔
تیسری حدیث جناب ابوذر غفاری کی ہے۔

- | | | |
|--------------------------------------|-----|-----------------------------|
| ۱- تاریخ بغداد ص ۱۵۳ ج ۱۳ | ۳- | (پہلے صفحہ کا باقی حاشیہ) |
| ۲- مجمع بین الصحاح | ۴- | ۲- اسحاق بن اسحاق |
| ۳- جامع الاصول ص ۴۳ ج ۹ | ۵- | ۳- اسد الغابہ ص ۲۹ ج ۲ |
| ۴- تذکرہ خواص الامہ ص ۳۲ | ۶- | ۴- شرح نوح البلاغ ص ۳۳۸ ج ۲ |
| ۵- تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۴۸ | ۷- | ۵- فرائد السمطين مخطوطہ |
| ۶- نظم در السمطين ص ۲۰۲ | ۸- | ۶- تاریخ الخلفاء ص ۱۷۰ |
| ۷- شرح دیوان حضرت امیر المومنین ص ۹۱ | ۹- | ۷- الخدورات الذہبہ ص ۵۱ |
| ۸- اربعین حدیث ص ۳۳ و ۲۴ | ۱۰- | ۸- اسعاف الراغبین ص ۱۷۴ |
| ۹- ینا بیع المودۃ ص ۴۷ | ۱۱- | ۹- تجہیز الجیش ص ۲۹ |
| ۱۰- سعد الشوس والاقار | ۱۲- | ۱۰- القول الفصل ص ۳۳۸ |
| ۱۱- ارج المطالب ص ۵۱۳ | ۱۳- | ۱۱- اتحاف ذوی النجاہ ص ۱۱۵ |

(حاشیہ صفحہ ۷۱) ۱- اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مناقب ص ۱۰۱ پر نقل کیا ہے اور اسی حدیث کو حسب ذیل علماء نے بھی کچھ تغیر کے ساتھ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا ہے۔

- | | | |
|------------------------------------|----|--------------------------------|
| ۱- ابوامام الجمع والتفریق ص ۴۱ ج ۱ | ۲- | ۱- استیعاب ص ۶۳ ج ۲ |
| ۲- مناقب خطیب خوارزم ص ۲۳۱ | ۳- | ۲- ذخائر العقبی ص ۹۱ |
| ۳- مجمع الزوائد ص ۳۶ | ۴- | ۳- تاریخ الخلفاء ص ۲۶ |
| ۴- الصواعق المحرقة ص ۱۷۲ | ۵- | ۴- مناقب النجاشی ص ۲۳ و ۲۲ |
| ۵- ینا بیع المودۃ ص ۷ و ۲۱۳ و ۲۳ | ۶- | ۵- القول الفصل ص ۳۳۸ و ۳۳۹ ج ۱ |
| ۶- ارج المطالب ص ۵۱۳ | ۷- | |

ابوذر کہتے ہیں کہ

ما كنا نعرف المنافقين الا بتكذيبهم الله و رسوله و
التخلف من الصلوات و البغض لعلي ابن ابي طالب رضی اللہ
عنه۔ ۱

ہم منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر اللہ و رسولؐ کی تکذیب اور
نمازوں میں حاضر نہ ہونے اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دشمنی کے
ذریعہ سے۔

چوتھی حدیث ابن مسعود سے منقول ہے۔

روح المعانی میں علامہ آکوسی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے علامات نفاق
میں علی کرم اللہ وجہہ کی دشمنی تحریر کیا ہے چنانچہ ابن مردویہ نے ابن مسعود
سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ زمانہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
منافقین کو صرف علی ابن ابی طالبؑ کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

تیسری حدیث میں علامات نفاق دشمنی حضرت علی علیہ السلام کے
علاوہ چند چیزیں اور قرار دی گئیں ہیں۔

پہلے تکذیب خدا دوسرے تکذیب رسولؐ تیسرے نماز سے بیٹھ
رہنا۔ بہر حال یہ یقینی ہے کہ دشمن حضرت امیر علیہ السلام میں یہ سب باتیں
جمع ہو گئیں تھیں اور تکذیب خدا اور رسولؐ کا اخلاق ہم اس سے قبل تحریر

۱۔ اس حدیث کو حسب ذیل علامہ نے نقل کیا ہے۔

۲۔ الریاض المنصورہ ص ۲۱۳۔

۳۔ مستدرک حاکم ص ۲۶۹ ج ۳۔

۴۔ تہذیب السنن ص ۱۳۹ حاشیہ مستدرک۔

۵۔ ریح الطالب ص ۵۱۳۔

۶۔ منتخب کنز العمال ص ۳۶ ج ۵ حاشیہ مستدرک۔

کر چکے ہیں کہ فضائل و محامد حضرت علی علیہ السلام ہی سے متعلق ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے سلسلہ میں بڑا اہتمام تھا اسی لیے آپ نے انصار کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی اولاد پر حضرت علی کی محبت کو پیش کریں تاکہ مومن و منافق چھپنے سے ہی جدا ہو جائیں چنانچہ علامہ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال ص ۲۳۶ ج ۱ پر نقل کرتے ہیں کہ جاہر بیان کرتے ہیں کہ

امرونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نعرض اولادنا علی حب علی بن ابی طالب۔

ہم کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنی اولاد پر علی بن ابی طالب کی محبت کو پیش کریں۔

عبادہ ابن صامت کی روایت میں ہے کہ ہم اپنی اولاد کا امتحان محبت علی بن ابی طالب سے لیتے تھے اور اگر کسی بچے کو دیکھتے تھے کہ وہ حضرت کو دوست نہیں رکھتا ہے تو سمجھ لیتے تھے کہ وہ ہم سے نہیں پیدا ہوا ہے اور اپنی ماں کی بے راہ روی سے وجود میں آیا ہے۔^{۱۰}

نرحہ ترہتہ المجالس میں علامہ عبدالرحمن صفوری نے ص ۲۰۸ ج ۲ پر تحریر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر میں اپنے اصحاب کو

۱۰۔ کتاب غریبین ابو عبد اللہ ہروی ص ۲۱ مخطوط۔ مجمع عارفانہ ص ۱۲۱ ج ۱۔ الاربعین ص ۵۴۔ مناقب عبد اللہ شافعی ص ۲۱ مخطوط۔ صح العروس سید محمد زبیری ص ۶۱ ج ۳۔

حکم دیا کہ اپنی اولاد کا امتحان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت سے لیا کریں اس لیے کہ وہ ان کو گمراہی کی دعوت نہیں دیں گے ہدایت سے دور نہیں کریں گے جو علی کو دوست رکھے وہ تم سے پیدا ہوا ہے اور جو دشمن رکھے وہ تم سے نہیں پیدا ہوا۔

یہ احادیث اگرچہ اولاد اور محبت علی کے حلال زادہ ہونے کو بتاتے ہیں لیکن حضرت علی کی محبت نفاق سے بری ہونے کی علامت بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرار دی ہے اسی لیے اس بحث میں ان احادیث کو تحریر کیا گیا ہے چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ

حب علی براءة من النفاق. (کنوز الحقائق ص ۶۷ ینا بیع

المودۃ ص ۱۸۰)

علی کی محبت نفاق سے پاک و پاکیزہ ہونے کی دلیل ہے۔

بعد وفات رسول اسلام منافقین کیا ہوئے؟

جب مصلحت باری کا مقتضی یہ ہوا کہ اپنے حبیب کو ملاء اعلیٰ میں بلائے اور آپ اس حیات فانی کو ترک کر کے منزل حیات جاودانی میں آکر قیام فرمائیں تو اس وقت ایسا نہیں تھا کہ منافقین یعنی دشمنان علی بن ابی طالب کا وجود ختم ہو گیا ہو اور آپ نے رحلت فرمائی ہو بلکہ غدیر کے واقعہ کے بعد منافقین کی جدوجہد اور بڑھ گئی تھی نفاق کا پردہ رفتہ رفتہ چاک ہوتا جاتا تھا اور وہ اپنی عدوات علی کو چھپا نہیں پاتے تھے اسی لیے تو حضرت فرماتے رہے :-

لعن الله من تخلف جيش اسامته۔

جو اسامہ کے لشکر کو چھوڑ کر رہ جائے اس پر خدا کی لعنت۔

لیکن پھر بھی اسامہ لشکر کو لشکر گاہ سے آگے نہ بڑھا سکے۔

ظاہر ہے کہ اسامہ ابن زید کے لشکر کو آپ نے کسی مصلحت ہی سے

روانہ کیا تھا اور اس کیلئے اس قدر تاکید فرمائی تھی کہ نہ جانے والوں پر خدا کی

لعنت قرار دی تھی۔

کتنے جسور تھے وہ لوگ جو اس کا سبب بنے کہ اسامہ کی فوج مدینہ سے

روانہ نہ ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ منافقین ہی اس کا سبب تھے کہ فوج اسامہ آگے

نہ بڑھے۔ اس لیے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن و مخلص

و مطیع و فرمانبردار صحابی پر کیونکر لعنت بھیج سکتے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات کی آخری گھڑیوں

میں یہ بھی فرماتے رہے کہ دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھ جاؤں

جس کے بعد تم میرے بعد گمراہ نہ ہو لیکن عمر بن خطاب یہ کہہ کر دوات

اور کاغذ لانے سے مانع ہوئے کہ (معاذ اللہ) یہ مرد ہڈیان بک رہا

ہے۔ ہمارے لیے کتاب خدا کافی۔ غرض حضرت انتقال فرما گئے اور آپ کی یہ

تمنائیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔

مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ منافقین کیا

ہوئے ظاہر ہے کہ مدینہ ہی میں رہے اور مخلص و مومن اصحاب نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے گھلے ملے رہے۔

ہماری اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ منافقین غیر شیعہ اور حضرت علیؑ کے محب شیعہ تھے جن کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شیعہ علیؑ کہا اور کبھی غیر منافق کہا۔

جب آپ مصر کے طہ حسین کا مقررہ جماعت کے اعتبار سے شیعوں کے وجود سے انکار کا قول اور اس کا جواب سن چکے تو اب آئیے اس بحث کے آخر میں ہم آپ کو ایک اور سنی مصنف و مؤلف کا قول دکھائیں۔ جو حیات حضرت امیرؑ میں شیعوں کے وجود کا مقررہ جماعت کی حیثیت سے قائل ہے وہ بھی بیروت کے مشہور و معروف اہل قلم میں داخل ہے اور بہت سی کتابوں کا مؤلف ہے اگرچہ اموی خیالات کا مالک ہے وہ بزرگ عمر ابو نصر ہیں موصوف اپنی کتاب معاویہ ص ۷۷ مترجمہ شیخ احمد پانی پتی فرماتے ہیں کہ

شیعیت کی ابتداء سب سے پہلے اہل بیتؑ اور ان کے بعض حامیوں سے ہوئی ان لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد دوسرے لوگوں کی بہ نسبت حضرت علیؑ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

شیخ احمد پانی پتی نے موصوف کی کتاب الحسین کا ترجمہ کیا ہے الحسین کے ص ۱۳۰ پر درج ہے کہ

خلافت پر اہل بیتؑ کا دعویٰ

حضرت حسینؑ کی شہادت شاید سب سے بڑا سبب ہے جس کے

باعث شیعیت نے ایک زبردست کامیابی، حاصل کر لی اور شیعہ بالآخر مسلمانوں کا عظیم الشان فرقہ بن گئے۔

یورپی مستشرقین بھی اس نظریے کی تائید کرتے ہیں ان میں سے بعض تو اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا اگر حضرت حسینؑ کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آتا تو آج شیعہ فرقے کا وجود بھی نہ ہوتا۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ شیعیت کی بنیاد اسی وقت سے پڑ چکی تھی جب رسول اللہ کی وفات کے معاً بعد حضرت علیؑ کی خلافت کا نظریہ پیش کیا گیا تھا۔ یہ نظریہ کہ خلافت صرف اہل بیت کا حق ہے اور ان کا حق انھیں کو ملنا چاہیے برابر زور پکڑتا رہا یہاں تک کہ حضرت حسینؑ کی شہادت کا جاں گداز واقعہ پیش آیا۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی شہادت سے اس نظریے کو پھلنے پھولنے پر وان چڑھنے اور شدت اختیار کرنے میں بڑی مدد ملی۔

رسول اللہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کو سب سے پہلے جس مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا وہ خلافت کا مسئلہ تھا یہ مسئلہ بالافتقار حل نہ ہو سکا بلکہ مختلف طبقات کے درمیان اختلاف کا ایک ذریعہ بن گیا ان میں ہر طبقہ اپنے آپ کو خلافت کا جائز مستحق سمجھتا تھا اور اس بارے میں دوسرے کا حق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

یہ عبارت تحریر کرنے کے بعد ان تینوں گروہوں کے نام اور دلیلیں لکھی ہیں وہ گروہ حسب ذیل ہیں۔ انصار۔ مہاجرین اور اہل بیت۔
ایسا نہیں ہے کہ عمر ابو نصر کا یہ قول تاریخی شواہد سے خالی ہو چنانچہ

علامہ شہید قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین ص ۹۰ پر تحریر کرتے ہیں
 علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی ۷۰ھ جو مشاہیر علماء اہل سنت
 سے ہیں فرماتے ہیں کہ اسحاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اٹھارہ
 رافضی تھے۔

میں نے اپنی کتاب تحقیق حق مخلوط میں کتاب اہل سنت و جماعت
 سے بہت سے صحابہ کے اسماء تحریر کیے ہیں جنہوں نے ابو بکر کی بیعت
 نہیں کی تھی۔

کیا اس کے بعد بھی شیعوں کے مقررہ جماعت کی حیثیت سے وجود کا
 حیات حضرت امیر المؤمنین میں انکار کیا جاسکتا ہے۔

شیعوں پر مظالم کی ابتداء

جب تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے اہل
 بیتؑ طاہرین اور شیعوں کے لئے سپر بنے رہے، جسمانی اذیت دینا تو درکنار
 کوئی ان کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب حضرت کا
 انتقال ہو گیا تو منافقین کو اس کا بھرپور موقع ملا کہ حضرت علیؑ اور ان کے
 شیعوں کی مخالفت کریں چنانچہ اس جوش مخالفت میں:

۱۔ حضرت امیر علیہ السلام کو اذیتیں دی گئیں آپ کا حق خلافت
 غضب کیا گیا گلے میں رسی باندھ کر کشاں کشاں مسجد نبوی میں لایا گیا کتنے
 غضب کی بات ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند

ہوتے ہی ابھی آپ کا غسل و کفن بھی نہ ہوا تھا کہ سقیفہ نبی ساعدہ میں مہاجرین و انصار جمع ہو گئے اور بغیر کسی سند و دلیل کے صرف عمر بن خطاب کے بیعت کر لینے سے ابو بکر بن ابی قحافہ خلیفہ بن گئے حالانکہ واقعہ غدیر جس کے روات کی تعداد ۱۲۰ اور تیسری صدی سے تیرھویں صدی تک جن علماء و محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ان کی تعداد ۱۶۱ ہے صاف بتاتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو خلیفہ بنا دیا تھا علاوہ واقعہ غدیر کے کثرت سے آیات و احادیث پیغمبر اسلام ہیں جو خلافت و وزارت حضرت امیرؓ کا بابتگاہل اعلان کر رہی ہیں جس کو اس میں شک و شبہ ہو صرف احقاق الحق شہید ثالث علامہ قاضی نور اللہ شوستری کا مطالعہ کرے حق واضح اور باطل کے چہرہ سے نقاب اٹھ جائے گی۔ چونکہ اس مسئلہ پر فرقہ شیعہ کی صدہا کتابیں موجود ہیں نیز ہمارا مطلوب مصائب شیعان حضرت امیرؓ کا بیان ہے اس لئے ہم اتنے سے اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی ظلم و ستم کیا گیا کہ حجر حضرت امیرؓ سے بیعت لی جائے۔ جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے علامہ طبری کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب حضرت علیؑ کے گھر پر آئے اس وقت وہاں طلحہ زبیر اور مہاجرین میں سے کچھ افراد بھی موجود تھے اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم لوگ ابو بکر کی بیعت کے لئے نہ چلو گے تو میں ضرور ضرور گھر کو جلا دوں گا یہ سن کر زبیر تلوار سونٹے ہوئے باہر آئے لیکن ٹھوکر کھائی اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور پکڑ لیا۔

اسی سے ملتی جلتی عبارت عقد فرید ابن عبد ربہ اور دیگر مورخین کی

ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیرؓ پر رحلت پیغمبرؐ اسلام کے بعد ہی مظالم شروع ہو گئے تھے حضرت پر کیسے مظالم ہوئے اس کے ثبوت کے لئے خود حضرت کا خطبہ شفقہ جیسے اس کی تفصیلی شرح کے ساتھ علامہ ابن ابی الحدید معزی کی شرح نبج البلاغہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ نیز دیگر کتب اہل سنت کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ پر مظالم

رحلت مرشد اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ ایک دردناک داستان ہے کہ آپ کی اکلوتی بیٹی جناب انسہ حوراء بتول عذراء فاطمہؑ، زہراؑ پر ایسے دردناک مظالم ڈھائے گئے کہ آپ کو پدر محترم کے مرثیہ میں یہ کہنا پڑا کہ

صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیا لیا
مجھ پر ایسے مصائب انڈیل دئے گئے کہ اگر یہ مصائب روز روشن پر
ڈالے جاتے تو وہ رات بن جاتے۔

جناب معصومہ عالم پر کیا کیا مصائب توڑے گئے اس کا اجمالی خاکہ یہ

ہے۔

۱۔ آپ کے گھر پر چڑھائی کی گئی۔

۲۔ آپ کا گھر جلایا گیا۔

- ۳- آپ پر دروازہ گرایا گیا جس سے پہلو شکستہ ہوا۔
 - ۴- آپ کا حمل ان مظالم سے ساقط ہوا اور جناب محسن شہید ہوئے۔
 - ۵- آپ کی املاک و جائدادیں غصب کی گئیں۔
 - ۶- میراث رسولؐ سے محروم کر دیا گیا۔
 - ۷- حق ذوالقرنیٰ کو ساقط کیا گیا۔
 - ۸- خمس کے حکم قرآنی کو معطل کیا گیا۔
 - ۹- آپ کو باپ پر رونے سے منع کیا گیا۔
- حضرت خاتون جنتؑ پر جتنے مظالم کئے گئے اس کی تفصیل کے لئے تو دفتر کے دفتر چاہئے ہیں۔ لیکن جن علماء اہل سنت نے ان مصائب کو تحریر کیا ہے ان کی ایک اجمالی فہرست حسب ذیل ہے :
- ۱- علامہ ابو جعفر بن طبری متوفی ۳۱۰ھ ص ۸۱۸ ج ۲ طبع لندن۔
 - ۲- علامہ محمد بن واقدی متوفی ۲۰۷ھ۔
 - ۳- علامہ ابو بکر عبد اللہ عیسیٰ معروف بابن ابی شیبہ متوفی ۲۲۵ھ۔
 - ۴- علامہ ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ۔
 - ۵- علامہ ابن حنبلہ۔
 - ۶- مصنف کتاب المحاسن و انفاس الجواہر۔
 - ۷- علامہ عبد اللہ بن ابی شیبہ۔
 - ۸- علامہ بلاذری متوفی ۲۷۹ھ۔
 - ۹- علامہ یوسف بن عبد اللہ معروف بابن عبد البر مصنف استیعاب متوفی

۲۶۳ھ -

- ۱۰۔ علامہ ابو بکر جوہری صاحب کتاب السقیفہ۔
 ۱۱۔ علامہ قاضی جمال الدین۔
 ۱۲۔ علامہ ابو الفداء اسماعیل بن محمود صاحب کتاب المختصر۔
 ۱۳۔ علامہ ابن قتیبہ متوفی ۲۶۷ھ۔
 ۱۴۔ علامہ ابراہیم بن عبد اللہ الیمینی الشافعی صاحب کتاب الاکتفا۔
 ۱۵۔ علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ صاحب
 جمع الجوامع۔

۱۶۔ علامہ ملا علی مرتضیٰ متوفی ۹۷۵ھ صاحب کنز العمال۔
 ۱۷۔ علامہ شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم دہلوی متوفی ۱۷۷۱ھ۔
 حضرت غالب کل غالب علی بن ابی طالب اور معصومہ عالم پر مظالم
 صرف اس لئے توڑے گئے تاکہ مدینہ منورہ اور دیگر مقامات کے مسلمانوں
 کے دلوں پر اس خود ساختہ خلافت کا رعب و دبدبہ بیٹھ جائے اور خلیفہ و خلیفہ
 گرا فرد من مانی کا روائی کر سکیں۔

مسلمان اپنی جگہ پر یہ دیکھ کر کہ جب نبی آخر الزماں کی اکلوتی بیٹی
 اور داماد پر اس طرح کے سخت سے سخت مصائب توڑے جا رہے ہیں تو ہمارا
 کیا حال ہو گا لرز جائیں گے اور اس نوزائیدہ حکومت کی مخالفت کی جرأت نہ کر
 سکیں گے۔ اور خلافت کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں گی۔

ظاہر ہے جب حضرت علیؑ ایسے شجاع و بہادر کے گلے میں رسی

باندھی جاسکتی ہے فاطمہ زہراء کے گھر پر لکڑیاں اور آگ کے ساتھ چڑھائی کی جاسکتی ہے آپ کو کوڑے سے اذیت دی جاسکتی ہے آپ کے پہلو پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑی جاسکتی ہیں آپ کے فرزند حضرت محسنؑ حالت حمل میں شہید کئے جاسکتے ہیں املاک جناب معصومہ عالم کو ضبط کیا جاسکتا ہے نمس کے قرآنی حکم کو معطل کیا جاسکتا ہے تو پھر مخالفت کرنے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہو سکتا ہے۔ اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے بعد وفات مرشد اعظم مدینہ منورہ اوباش و شوریدہ سر لوگوں کا ایک مرکز بن گیا تھا اور جبراً قرآنئے خلیفہ کی بیعت لی جا رہی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دلوں کی گہرائیوں میں جو نفاق کی چنگاری چھپی ہوئی تھی اس کے شعلوں نے سارے مدینہ الرسولؐ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور غسل و کفن و دفن رسولؐ سے پہلے آپ کی جانشینی کے مسائل طے کئے جانے لگے۔

۲۸ صفر ۱۱ھ وہ قیامت خیز دن تھا جس دن آفتاب رسالت غروب ہوا تھا۔ سلسلہ وحی الہی منقطع ہو گیا تھا۔ مسلمان فیض سرور عالم سے محروم ہوئے تھے ظاہر ہے اس سے زیادہ اندوہ گیس و الم انگیز حادثہ ایک سچے مسلمان کے تصور سے بالاتر ہے مگر ہوا یہ ہے کہ جنازہ سرکار دو جہاں پر صرف بنو ہاشم اور ازواج رسولؐ باقی رہ گئے تھے اور اللہ کا نام تھا۔

اہل ہوا و ہوس کا دستور ہے کہ وہ اسی کو دباتے ہیں جس سے اندیشہ ہو کہ وہ ہمارے مقاصد میں حائل ہو گا۔ اور قبل اس کے کہ وہ ادھر متوجہ

ہوں اپنا کام بنالینا چاہئے۔ چنانچہ ادھر سقیفہ میں خلافت کا جھگڑا چکا ادھر عمر بن خطاب کی زنگ آلود تلوار (اس لئے کہ وہ اب تک کسی جہاد میں میان سے باہر نہ آئی تھی) نیام سے نکل آئی اور آپ نے اعلان کرنا شروع کیا کہ جو کہے گا کہ پیغمبر اسلام دنیا سے اٹھ گئے تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ آپ نے وہ جوش و خروش دکھایا کہ خدا کی پناہ۔

کاش جب احد میں شیطان نے اعلان کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دئے گئے تو بجائے پہاڑ پر پناہ لینے کے یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہوتی اور مشرکین مکہ کو جو وفات سرکار دو جہاں پر مسرور و طعنہ زن تھے ان کی گردن اڑانا شروع کر دیا ہوتا۔

غرض اس وقت یہ حالت نہ ہونا اور اب اس کیفیت کا پانے میں پیدا کر لینا دونوں امر تعجب خیز ہیں۔

بہر حال یہ انداز مقصد براری کا ذریعہ بنا اور مدینہ کا مسلمان دم بخود وفات سرکار دو عالم سے احراق خانہ سیدہ عالم تک یہ مناظر ٹک ٹک دیکھتا رہا۔ لیکن ان عظیم ہنگامی حالات اور اہل بیت رسول پر شدید ترین مظالم کے باوجود مخلص شیعہ علی خاموش تماشا سائی نہیں بنے رہے بلکہ برابر صدائے مخالفت و صدائے احتجاج بلند کرتے رہے۔ ٹوکتے رہے۔ حق کا اظہار کرتے رہے غلط و عیوب کی تکذیب کرتے رہے۔

ظاہر ہے کہ جب اہل دنیا سے کوئی شخص کسی عنوان سے بھی برسر اقتدار آجاتا ہے تو اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے جا جا ہر طرح کے کام کر

ڈالتا ہے۔ اس لئے کہ حکومت کا غرور۔ سلطنت کا نشہ اقتدار کا زور انسان کو
جامے سے باہر کر دیتا ہے۔

جہاں ظالم کے دستِ ظلم میں خون بہانے کی خو پیدا ہو جاتی ہے
وہیں حق پرستی سچائی مظلوموں کی نصرت و حمایت میں حق پرستوں میں ایسی
بے پناہ قوت و طاقت پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ جبار و قہار حکومتوں سے بھی
ٹکر لے لیتے ہیں اور ان کے پڑنے اڑا دیتے ہیں۔ تاریخ کا طالب علم ذرا مہمان
علی کے کردار۔ شجاعت، دلیری، جذبہ ایثار کو دیکھے کہ کس طرح انھوں نے
ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ظلم کی کلائی مروڑ کر رکھ دی۔ لیکن
جادہ حق پرستی سے قدم نہیں ہٹائے۔ وہ ڈگڈگا کر جام موت پیتے جاتے تھے
علی علی کا نعرہ بلند کرتے جاتے تھے مگر ظالموں کے خنجر کند کر دیتے اور ان کے
قصد و ارادے کو زیر زمین دفن کر دیتے تھے۔

جناب مالک بن نویرہ کے حامی آج ان کا ذکر سر بلندی و افتخار سے
کرتے ہیں لیکن خالد بن ولید کے حامیوں کو ان کے کئے کے چھپانے کے لئے
خطا اجتہادی کی طویل و عریض چادر تیار کرنا پڑتی ہے۔ حجر بن عدی اور ان
کے ساتھی کفن سامنے رکھے اپنی قبر کے کنارے صبح کو موت سے بغلگیر ہو
گئے۔ لیکن معاویہ کو نزاع کی حالت میں مالی و لہج (مجھے کیا پڑی تھی حجر کے
قتل کی) کہنا پڑتا ہے ہرین ارطاة زیاد بن ابیہ عبید اللہ بن زیاد حجاج بن یوسف
کے رفقاء و احباب کو آج تک ان کے فرعونیت کی تاویل ڈھونڈھے نہیں مل
رہی ہے لیکن ان کے مقتولین میثم و رشید و کمیل و قمبر کے کارنامے زینت منبر

نے ہوئے ہیں۔

غرض ظالم اپنے جبروت و اقتدار کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر چکے اور نئے نئے مذمت کے قلاوے پہن رہے ہیں لیکن شہدائے راہِ محبت علیٰ خود بھی زندہ ہیں ان کا ذکر بھی زندہ اور بلند ہے۔

اب ہم داستانِ مصائب سرشارانِ محبت علیٰ کا حرف آغاز ذکر جناب مالک بن نویرہ سے کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے سر پر محبت امیر المؤمنینؑ میں تاج شہادت سب سے پہلے رکھا گیا جو آج تک پوری چمک دمک سے حقائق و معارف کی ضیاءِ قلبی مومنین پر کر رہا ہے۔

مالک بن نویرہ تیمی یرویعی

اصحابِ پیغمبر اسلامؐ میں سے مالک بن نویرہ بھی ایک جلیل القدر صحابی ہیں نام نامی مالک ابن نویرہ بن حمزہ بن شداد بن عبید بن یرویعی تیمی یرویعی تھا ان کے حقیقی بھائی کا نام متمم بن نویرہ تھا ابو حنظلہ ان کی کنیت اور جنوں ان کا لقب تھا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۷۳۵)

مالک خود مرشدِ اعظمؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہٴ جگوشِ اسلام ہوئے۔ یہ سرزمینِ بطاح کے رہنے والے اور اپنی قوم کے سردار تھے اور بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ مرزبانِ نازل ہے کہ مالک شاعر، شریف اور شہسوار تھے زمانہ جاہلیت میں یہ بنی یرویعی کے شہسواروں اور اشراف اور سلاطین کے ردیف اور ساتھی شمار کئے جاتے تھے۔ (اصابہ ج ۳ ص ۷۳۵)

جناب رسول خدا نے ان کو ان کی قوم کے صدقات وصول کرنے کے لئے معین کیا تھا۔ (اضابہ ج ۳ ص ۵۷ و اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت جب تک زندہ رہے یہ اسی خدمت پر مامور رہے تاریخ نہیں بتاتی ہے کہ ان سے کسی قسم کی خیانت یا خلاف دیانت بات سرزد ہوئی ہو اگر انھوں نے امانت و دیانت سے کام نہ لیا ہوتا تو حضرت یقیناً ان کو ان کے عہدہ سے ہٹا دیتے لیکن ان کا حضرت کے آخری لمحات تک اپنے عہدہ پر باقی رہنا دلیل ہے کہ امین و دیانت دار اور بلند کردار تھے۔

جب جناب رسول خدا کے وفات کی خبر مشہور ہوئی اور مالک تک پہنچی تو انھوں نے وصول تحصیل سے ہاتھ روک لیا اور جو رقم وصول کر چکے تھے اسے اپنی قوم پر تقسیم کر دیا اور اس سلسلہ میں چند شعر کہے جن کا حاصل یہ ہے میں نے اپنی قوم سے کہا بے خوف و خطر اپنے مال لے لو تاکہ میں دیکھوں کہ آئندہ دن کیا لے کر آتا ہے اگر کوئی شخص دین حق کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تو ہم اسی کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ سچا دین محمد مصطفیٰ کا دین ہے اس سے قبل کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مالک درست ہو گیا ہے اور چھ لوگ کہتے ہیں مالک ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ میں نے کہا تم پر کوئی حاکم نہ ہو میرے داہنے ہاتھ نے کبھی غلطی نہیں کی ہے میں نے تو کہہ دیا کہ بے خوف ہو کر مال لے اور اس پر نظر نہ رکھو کہ آئندہ دن کیا لے کر طالع ہو گا تمہارے سامنے مالک کا نفس موجود ہے جس کے اخلاق مضبوط ہیں اور اس کے دین میں کوئی نئی بات

نہیں پیدا ہوئی ہے جس سے تم کو خوف ہے اس کے تحفظ کے لئے میں اپنے نفس کو پیش کر دوں گا جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے لئے اپنا ہاتھ تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اگر نئے امر میں کوئی حاکم مقرر ہو گیا تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے سچا دین محمد مصطفیٰ کا ہے۔

ان اشعار کو علامہ سید مرتضیٰ نے شافی میں نقل کیا ہے اور شافی کی عبارت مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار۔ ج ۹ ص ۲۵۳ پر نقل کی ہے اور ابن حجر نے اصابہ میں ان میں سے دو شعر نقل کئے ہیں اصابہ کے دونوں شعروں اور ان میں کہیں کہیں لفظیں بدلی ہوئی ہیں۔ لیکن مطلب قریب قریب ایک ہے قصہ یہ ہوا کہ جب ابو بکر تخت خلافت پر بیٹھے تو اسی زمانہ میں مالک بن نویرہ مدینہ منورہ آئے اور ابو بکر کی بیعت نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ میں ان کی بیعت نہ کروں گا۔

مالک بن نویرہ ابو بکر پر خفا ہوئے اور کہا آپ اپنی حیثیت پر باقی رہیے جائیے اپنے گھر بیٹھیے اور خداوند عالم سے اپنے گناہوں کی بخشش کے طالب ہو جائیے آپ کو شرم نہیں آتی ہے کہ اس جگہ آکر بیٹھ گئے ہیں جس جگہ کے لئے خدا و رسول نے کسی اور کو حاکم مقرر کیا ہے۔ جناب رسول خدا نے روز غدیر خلافت کا اعلان کر کے کسی کی دلیل اور عذر کو باقی نہیں رکھا اور حجت تمام کر دی ہے۔ (تختہ العباد ص ۳۰۴)

مالک بن نویرہ بغیر بیعت ابو بکر اپنے قبیلہ واپس چلے گئے ابو بکر کے زمانہ خلافت میں خالد بن ولید نے ان کو اور ان کے قبیلہ والوں کو قتل کر دیا

عورتوں کو اسیر اور مقید کیا ان کے سر کو چولہا بنوا کر کھانا پکوا یا اور اسی شب ان کی زوجہ ام تمیم بنت منہال سے نکاح کیا جو ایک حسین و جمیل خاتون تھیں باقی قیدیوں کو مدینہ لائے۔

ان واقعات کو حسب ذیل کتابوں میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ (مرآة الزمان فی تاریخ الاعیان مخطوط ص ۲۷۰، البدلیۃ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۲، اصابہ فی معرفت الصحابہ ج ۳ ص ۴۱۴، تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۲۳) خالد جب ان پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے تو بعض اصحاب پیغمبر اسلام خصوصاً انصار کو تردد تھا۔ چنانچہ علامہ طبری تحریر کرتے ہیں۔

مالک بن نویرہ جناب رسول خدا کی جانب سے سر زمین بطاح کے حاکم تھے۔ جب خالد نے سجاح کی سرکوبی سے فرصت پائی تو سر زمین بطاح کا قصد کیا اس سے انصار کو تردد ہو اور انہوں نے خالد کا ساتھ چھوڑ دیا اور کہا کہ یہ اقدام خلیفہ کے حکم کے خلاف ہے اس نے یہ کہا تھا کہ جب سر زمین براح دشمنوں سے صاف ہو جائے تو وہیں قیام کرنا اس لئے جب خلیفہ کی تحریر آ جائے تو کوئی اقدام کرنا۔ طبری ص ۲۹۰۲۲، مخزن افغانی ۱۔ میں ہے کہ ابو قتادہ انصاری جو صحابی رسول تھے خالد کی فوج میں داخل تھے انہوں نے مالک بن نویرہ کے حادثہ کے بعد قسم کھائی تھی کہ میں اس فوج کے ساتھ جہاد ہی کے لئے نہ جاؤں گا جس کے سردار خالد ہوں گے بطاح سے نھاہو کرواپس آگئے اور خلیفہ سے خالد کی شکایت کی کہ خالد نے ہماری بات ہی نہیں سنی۔

مراۃ الزمان سے انی تاریخ الاعیان مخطوط۔ مصنفہ علامہ یوسف بن فرز
علی المعروف بسط ابن جوزی میں مذکور ہے۔

لما اراد خالد قتل مالك قال له ابو قتا دنا شدتك الله لا
تقتله فوالله لقد سمعتم يو ذنون و رايتهم يصلون و ان الرجل
مسلم و دمه حرام فلم يلتف خالد اليه و زبره فغضب ابو قتاده و
قال و الله لا كنت في جيش انت فيه ابدا ثم لحق بابي بكر فاخبره
الخبر و قال لم يقبل قولى و قبل قول الاعراب الذين قصدهم
النهب و السبى و لم يعد اليه و يقال جيش خالد بن و ليد فما
رجع.

جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو ان سے ابو قتادہ نے کہا کہ
میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ ان کو قتل نہ کرو اس لئے کہ خدا کہ قسم تم نے
ان لوگوں کو اذان دیتے سنا ہے نماز پڑھتے دیکھا ہے یہ شخص مسلمان ہے اور
اس کا خون بہانا حرام ہے لیکن خالد نے اس پر توجہ نہیں کی بلکہ ان پر خفا
ہوئے جس پر ابو قتادہ خالد سے بگڑ گئے اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں اب اس
لشکر میں نہیں شامل ہوں گا جس میں تم ہو گے اس کے بعد ابو بکر کے پاس
چلے آئے اور یہ کہا کہ خالد نے میری بات نہیں مانی اور ان بد و عریوں کا کہنا مان
لیا جن کا ارادہ لوٹ مار اور عورتوں کا گرفتار کرنا تھا۔ اور پھر خالد کے فوج میں
پلٹ کر نہیں گئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو بکر نے ان کو حکم دیا تھا کہ تم پھر خالد

کی فوج میں واپس چلے جاؤ لیکن اس پر بھی وہ واپس نہیں گئے۔

عجب لطیفہ یہ ہے کہ جناب مالک کے مظلوم ہونے کو خود خلافت مآب نے بھی یوں تسلیم کر لیا کہ بیت المال سے ان کے بھائی متمم کو ان کی دیت ادا کی اور حکم دیا کہ مالک کی زوجہ سے اسی دن جو خالد نے نکاح کیا تھا اسے طلاق دے دیں۔

چنانچہ ابن جوزی مرآة الزمان مذکور میں ص ۷۹ پر لکھتے ہیں :

حضر متمم اخو مالک و طلب القود من خالد فقال له ابو بکر ہیه يا عمر ارفع لسانك عنه فما هو باول من اخطا فقال افد اولياء مالک فقد وجب عليك ذلك فقال ابو بکر لا اشيم سيفاً سلہ الله علی الکفار ابد او ودی مالکاً و امر خالد بطلاق امرأته بعد ان عنفه علی تزويجه اياها.

مالک کے بھائی متمم مدینہ آئے اور خالد سے بھائی کاخوں بہا طلب کیا ابو بکر نے کہا فسوس ہے تم پر اے عمر خالد کے خلاف اپنی زبان درازی روک لو اس لئے کہ یہ پہلے شخص نہیں ہیں جس نے تاویل میں غلطی کی ہو اور جو لوگ مالک کے ولی ہیں ان کو مالک کا فدیہ دے دو اس لئے کہ اب تم پر یہ واجب ہو گیا ہے اس کے بعد ابو بکر نے کہا کہ میں اس تلوار کو کبھی عیب نہ لگاؤں گا جس کو اللہ نے کفار کے لئے نیام سے نکالا ہے۔ اور مالک بن نویرہ کا خون بہا ادا کر دیا اور خالد کو زوجہ مالک سے نکاح کرنے پر زجر توبیح کی اور حکم دیا کہ مالک کی زوجہ (جس سے قبل عدہ عقد کیا تھا) طلاق دے دیں۔

خالد کو ڈانٹنے پھٹکارنے کے بعد طلاق کا حکم دینا بھی کمال علم ابو بکر کی دلیل ہے اس لیے کہ ام تمیم بنت منہال زوجہ مالک جب عدہ وفات میں تھیں تو پھر ان سے عقد ہی صحیح نہیں ہو ہاں اگر خالد بن ولید نے ان سے صحیح عقد کیا ہوتا تو طلاق دینا صحیح ہوتا لیکن جب نکاح ہی صحیح نہیں ہوا تو خلافت مآب کا خالد کو طلاق کا حکم دینا حیرت انگیز ہے۔

خالد کی تلواریں جس وقت مالک کے قبیلہ پر چل رہی تھیں وہ لوگ اس وقت نماز میں مشغول تھے اسی لیے خالد کے اس فعل پر عمر عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ انصاری نے سخت اعتراض کیا، عمر تو اتنا برہم ہوئے کہ خود خالد سے کہا:-

تو نے مرد مسلمان کو قتل کیا اور اس کی زوجہ پر تصرف کیا خدا کی قسم میں تجھے پتھروں سے ضرور سنگسار کروں گا۔ (البدائیہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۳)

جناب مالک بن نویرہ کی شہادت کا اصل راز انکار بیعت اور بیان حدیث غدیر و اعتراف امامت حضرت امیرؓ اور ان کی محبت والفت تھا جیسا کہ علامہ شیخ عباس قمی نے تھنۃ الاحباب ص ۳۰۴ اور علامہ رشیک عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال ج ۲ ص ۵۰ باب سیم میں تحریر فرمایا ہے۔ نیز علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

جب نبی ربیع کے قیدی مدینہ آئے اور کچھ لوگوں نے خولہ حنفیہ جو اس وقت نوجوان صاحبزادی تھیں خریدنا چاہا اور انھوں نے اس سے انکار کیا

لیکن جب حضرت امیرؑ آئے اور خولہ نے کہا۔

تم کون ہو جو اپنے اصحاب کے سامنے جرأت سے گفتگو کر رہے ہو تو آپ نے کہا میں علی ابن ابی طالب ہوں خولہ نے کہا شاید آپ ہی ہیں جن کو جناب رسولؐ نے جمعہ کے دن غدیر خم میں لوگوں کے لیے خلیفہ مقرر کیا تھا آپ نے کہا ہاں میں وہی شخص ہوں۔ خولہ نے کہا ہم آپ ہی کے سبب سے لوٹے گئے اور آپ ہی کی طرف آئے ہیں اس لیے کہ ہمارے مردوں نے کہا تھا کہ ہم اموال کی زکوٰۃ اور اپنے نفوس کی اطاعت و فرمانبرداری کا مالک اسی کو قرار دیں گے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔

(بحار الانوار ج ۸ ص ۷۱۷)

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار ج ۹ ص ۷۰۳ پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اولاد و ازواج کے حالات میں کتاب خراج سے دعبل خزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ

مجھ سے امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کے واسطے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کی خدمت میں شیعوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی جن میں جابر بن یزید بھی تھے ان لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کے والد ماجد (امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام) اول و ثانی کی خلافت و امامت پر راضی تھے؟ حضرت نے فرمایا نہیں تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ

پھر جب ان کی امامت پر راضی نہیں تھے تو ان کی گرفتاری ہوئی عورتوں میں سے خولہ حنفیہ سے کیوں نکاح کیا۔ حضرت نے جابر بن یزید سے فرمایا کہ تم جابر بن عبد اللہ انصاری کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم کو محمد بن علی بلار ہے ہیں، جابر بن یزید کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے گھر آیا دروازہ پر دستک دی اندر سے جابر بن عبد اللہ انصاری نے میرا نام لے کر آواز دی کہ ٹھہرو میں آتا ہوں میں نے یہ سنکر اپنے دل میں کہا کہ آخر جابر انصاری کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ میں دروازہ پر آکر دستک دے رہا ہوں دلائل کو تو صرف آل محمد علیہم السلام کے آئمہ جانتے ہیں جب جابر انصاری باہر آئیں گے تو میں ضرور دریافت کروں گا کہ آپ کو کیوں معلوم ہو گیا کہ میں دروازہ پر ہوں جب جابر انصاری باہر آئے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیوں معلوم ہو گیا کہ میں جابر بن یزید ہوں اس لیے کہ میں دروازہ پر تھا آپ گھر کے اندر تھے جابر نے جواب دیا کہ شب گزشتہ میرے آقا و مولا امام محمد باقر علیہ السلام نے بتا دیا تھا کہ تم حضرت سے خولہ حنفیہ کے بارے میں دریافت کرو گے اور حضرت تم کو میرے پاس بھیجیں گے میں نے عرض کیا آپ سچ کہتے ہیں۔ جابر بن یزید کہتے ہیں کہ ہم دونوں چلے یہاں تک کہ مسجد میں آئے جب امام محمد باقر علیہ السلام نے دیکھا تو قریب بلایا ہماری طرف نظر لطف سے دیکھا اور جو لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے ان سے فرمایا اس شیخ (جابر انصاری) کے پاس اٹھ کر آؤ اور اس مسئلہ کو دریافت کرو یہ تم سے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے اسے بیان کریں گے۔

چنانچہ ان لوگوں نے جابر انصاری سے دریافت کیا، کیا تمہارے امام علی بن ابی طالبؑ امامت اول؛ وثنائی سے راضی تھے؟ جابر انصاری نے کہا نہیں ان لوگوں نے کہا جب آپ ان کی امامت سے راضی نہیں تھے تو ان کی گرفتار کی ہوئی عورتوں سے آپ نے نکاح کیوں کیا؟ جابر نے جواب دیا کہ مجھے گمان تھا کہ میں مر جاؤں گا اور مجھ سے یہ دریافت نہ کیا جائے گا۔ اچھا اب جب تم نے دریافت کیا ہے تو ذرا توجہ سے سنو (بنو حنفیہ کے) قیدی حاضر کیے گئے اور حنفیہ بھی داخل کی گئیں جب انہوں نے لوگوں کے مجمع کو دیکھا تو قبر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مڑیں آہ سرد بھری اور باواز بلند رونما شروع کیا اس کے بعد آواز دی السلام علیک رسول اللہ آپ پر اور آپ کے بعد کے اہل بیت پر درود و سلام ہو اے خدا کے رسول آپ کی اس امت نے ہم کو قبیلہ ترک و دہلیم کی طرح گرفتار کیا ہے خدا کی قسم ہم نے ان کا کوئی گناہ نہ کیا تھا ہاں صرف خطایہ تھی کہ ہم آپ کے اہلبیت کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی بنا کر ہم کو گرفتار کر لیا اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں تم لوگوں نے ہم کو کیوں گرفتار کیا حالانکہ ہم نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا تھا لوگوں نے جواب دیا تم نے زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا۔ حنفیہ نے کہا زکوٰۃ دینا تو مردوں نے بند کیا تھا عورتوں کی کیا خطا تھی۔ یہ جواب سن کر جو شخص بول رہا تھا اس طرح چپ ہو گیا جیسے اس کے منہ میں پتھر بھر دیے گئے ہوں۔

اس کے بعد طلحہ اور خالد نے ایک چادر لے کر خولہ پر ڈال دیا۔ یہ دونوں ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔

جناب خولہ نے کہا میں برہنہ نہیں ہوں جو تم مجھے چادر اڑھا رہے ہو۔ لوگوں نے ان کو جواب دیا کہ یہ دونوں چادر ڈال کر تم کو خریدنا چاہتے ہیں جو زیادہ قیمت دے گا وہ تم کو قیدیوں سے لے لے گا۔ جناب خولہ نے کہا خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ لوگ میرے مالک نہیں۔ میرا شوہر تو وہ ہو گا جو یہ خبر دے کہ جب میں پیدا ہوئی تھی تو میں نے کیا کلام کیا تھا۔ یہ سن کر سب لوگ چپ ہو گئے اور بعض لوگ بعض کو دیکھنے لگے۔ اس بات نے ان کی عقلوں کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں اس امر سے حاضرین ایک پریشانی و دہشت میں مبتلا ہو گئے۔

ابو بکر نے جب یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ بعض کو دیکھ رہے ہیں۔ زبیر نے جواب دیا کہ اس عورت کے اس کلام کو تم نے سنا اس کے سبب سے یہ حالت ہو گئی ہے۔

ابو بکر نے کہا یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے تمہاری سمجھ گنگ ہو جائے یہ لڑکی اپنے قوم کے سردار کی لڑکی ہے جو مشکلات اسے پیش آئے اس کی یہ عادی نہیں تھی یقیناً اس پر خوف و ہراس طاری ہے۔ اس لیے زبان سے ایسی باتیں کہہ رہی ہے جس کا کچھ مطلب و حاصل نہیں ہے۔

جناب خولہ نے کہا تم میرے کلام کو میرے مقصود سے دوسری طرف موڑ رہے ہو خدا کی قسم مجھ پر خوف و ہراس نہیں ہے نہ رنج و غم کی

شدت میں یہ کہہ رہی ہوں۔ خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے صحیح اور حق ہے اور جو بات زبان سے نکالی ہے قطعی و واقعی ہے۔ اس صاحب قبر کی قسم وہی ہوگا جو میں کہہ رہی ہوں اور میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں اس کے بعد وہ خاموش ہو گئیں اور طلحہ و خالد نے اپنے کپڑے اٹھالیے۔ خولہ بھی لوگوں سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔

اتنے میں حضرت علی داخل ہوئے لوگوں نے حضرت سے خولہ کی گفتگو اور ان کا حال بیان کیا حضرت نے فرمایا خولہ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے ولادت کے وقت اس کی حالت اور قصہ ایسا ایسا تھا اور فرمایا کہ پیدائش کے وقت اس نے یہ اور یہ کہا تھا اور یہ سب ایک تختی میں تحریر ہے جو خولہ کے پاس موجود ہے۔ حضرت کا کلام سنتے ہی خولہ نے وہ تختی نکال کر لوگوں کے سامنے پھینک دی اب جو لوگوں نے اسے پڑھا تو حرف بحرف وہی تحریر تھا جو امیر المومنین نے فرمایا تھا ایک حرف نہ اس سے زیادہ تھا نہ کم۔

ابو بکر نے کہا خدا آپ کو برکت دے آپ اس لڑکی کو لے لیجئے یہ سنتے ہی سلمان فارسی تڑپ کر اٹھے اور کہنے لگے خدا کی قسم اس معاملہ میں امیر المومنین پر کسی کا احسان نہیں ہے بلکہ احسان تو اللہ رسول اور امیر المومنین کا لوگوں پر ہے حضرت نے خولہ کو صرف اپنے روشن و منور معجزہ علم قاہر اور ایسے فضل کے ذریعہ سے لیا ہے جس سے ہر صاحب فضل عاجز ہے۔

مقداد اٹھے اور کہنے لگے ان قوموں کا کیا حال ہوگا جو ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہی و ضلالت کے راستہ کو اختیار

کر لیتے ہیں۔ کوئی قوم نہیں ہے جس پر امیر المومنینؑ کے حق پر ہونے کی دلیلیں واضح نہ ہو گئی ہوں۔

ابو ذراٹھے اور کہنے لگے ان لوگوں پر تعجب اور حیرت ہے جو حق سے دشمنی کرتے ہیں حالانکہ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا ہے جس میں حق واضح نہ ہو جاتا ہو۔ اے گروہ مردم تم پر صاحبان فضل کا فضل و شرف واضح ہو گیا اس کے بعد کہنے لگے اے فلاں تو اہل حق پر انھیں کے حق کا احسان جتا تا ہے۔ تم جن چیزوں پر قابض ہو وہ ان کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔

عمار کہنے لگے میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہم نے ان امیر المومنینؑ علیؑ ان بنی طالبؑ پر حیات پیغمبر اسلامؐ میں امیر المومنینؑ کہہ کر سلام نہیں کیا تھا۔

یہ سن کر عمر نے ان کو کلام کرنے سے جھڑک دیا اور ابو بکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے خولہ حنفیہ کو لیا اور اسماء بنت عمیس کے گھر بھیج دیا اور کہلا دیا کہ ان کو عزت و احترام سے رکھنا چنانچہ خولہ اس وقت تک اسماء بنت عمیس کے پاس رہیں جب تک ان کے بھائی مدینہ نہیں آئے جب وہ مدینہ آگئے تو حضرت نے حنفیہ سے نکاح کیا۔

یہ واقعہ دلیل علم امیر المومنینؑ ہے اور لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر نے کیوں ان کے قیدیوں کو قبول کیا اس کے فاسد و باطل لہو نے کو بتایا ہے حضرت نے خولہ حنفیہ کے بھائی کی رضامندی سے نکاح کیا تھا۔

یہ سب سن کر جو جماعت باقر العلوم کے پاس آئی تھی اس نے جاہر

سے کہا خدا آپ کو گرمی آتش جہنم سے اسی طرح نجات دے جس طرح آپ نے ہم لوگوں کو گرمی شک و شبہ سے نجات دی ہے

(حار الانوار ج ۹ ص ۷۰۴)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مالک بن نویرہ اور ان کے قبیلہ کے لوگ محبت امیر المومنین علی بن ابی طالب کا جام پئے ہوئے تھے اور منع زکوٰۃ کا بہانا بنا کر ان کو بید روی سے قتل کر دیا گیا مالک سب سے پہلے شہید محبت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ اللہم اجعلنا من شیعته بحق محمد وآلہ.

مالک کے ساتھ ان کے کنبے کے کتنے افراد یہ تیغ کیے گئے ان کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں لیکن تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۲۳ کے بیان کے مطابق حسب ذیل افراد یقیناً قتل کیے گئے۔
عاصم، عبید، عرین، جعفر، مالک۔

جناب مالک کی شخصیت اور ان کے اور ان کے قبیلہ کی شہادت اور جو مظالم ان پر ڈھائے گئے اور احکام شرعیہ کو اس سلسلہ میں جس طرح پامال کیا گیا اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اوراق تاریخ کی ورق گردانی بتاتی ہے کہ خلافت کے لیے شہرت یہ دی گئی تھی کہ خدا اور سول نے اس کے لیے کچھ نہیں فرمایا اس لیے جنازہ سرور عالم کو چھوڑ کر طالبان خلافت سقیفہ نبی ساعدہ چلے اور وہاں عمر کی حکمت عملی اور بیعت سے ابو بکر کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔

اب ضرورت تھی کہ اس نوزائیدہ و خود ساختہ خلافت کی بنیادیں مضبوط کی جائیں اس لیے۔

۱۔ عمر تو برہنہ تلوار لے کر اعلان کرنے لگے کہ جو کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کیا ہے اسے قتل کر دوں گا۔

ب۔ امیر المؤمنین و جناب معصومہ عالم پر سختیاں اور مظالم کیے گئے۔

ج۔ یہ شہرت دی گئی کہ ابو بکر کی بیعت تمام مسلمانوں نے کر لی اب اس کی مخالفت فتنہ و فساد ہے۔

د۔ خود حضرت علیؑ خلافت نہیں چاہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مدینۃ الرسولؐ میں ہر طرف ایک ہلڑ اور ہنگامہ برپا کر دیا گیا جس سے بہت سے قبائل عرب نے ابو بکر کی اطاعت قبول کر لی۔ کچھ نے جمالت کے سبب سے کچھ مال و دولت کی لالچ میں اور کچھ شر سے بچنے کے لیے ان کے احکام ماننے لگے تھے صرف قبیلہ بنو حنیفہ اور بعض دیگر قبائل تھے جنہوں نے کہا چونکہ جناب رسولؐ خدا نے ہم کو حکم نہیں دیا ہے کہ تم کو مال خمس و زکوٰۃ دیں بلکہ حضرت نے ارشاد کر دیا تھا کہ ہم مال زکوٰۃ و خمس کو حضرت کے خلیفہ و امام اہل اسلام حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیں۔ تم کار خلافت کے لائق نہیں ہو۔ تم پہلے خدا اور رسولؐ کی جانب سے اپنی خلافت کی دلیل لاؤ ورنہ ہم تم کو کچھ بھی نہ دیں گے۔ ابو بکر ان کے جواب سے عاجز ہو گئے اور حکم دیدیا کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور خالد بن ولید کو ان سے جنگ کے لیے روانہ کیا۔ جب خالد ان سے جنگ کر رہے تھے اسی درمیان

میں مؤذن نے اذان کسی وہ سب لڑائی ترک کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب اصحاب پیغمبرؐ نے دیکھا کہ یہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں مرتد نہیں تو خالد سے کہا ان سے جنگ نہ کرو یہ تو مسلمان ہیں لیکن خالد نے کسی صحابی کی بات نہیں سنی اور اثنائے نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیا اور پورے قبیلہ کو قتل کر دیا۔

مالک بن نویرہ جو سردار قبیلہ (اور عامل پیغمبر اسلامؐ) تھے خالد نے ان کو بھی قتل کیا چونکہ خالد اور مالک بن نویرہ میں زمانہ جاہلیت ہی سے عداوت تھی اس لئے انھوں نے مالک کے سر کا چوہا بٹایا اور کھانا پکانے کے لیے دیگ رکھ کر آگ روشن کر دی اسی شب خالد نے زوجہ مالک سے زنا کیا۔ جب یہ خبر لشکر میں ظاہر ہوئی تو باخبر افراد نے اس کو ناپسند کیا۔

خالد نے اس قبیلہ کی عورتوں لڑکیوں اور اموال کو لوٹ لیا اور اسکا نام مال غنیمت رکھا جو مہاجرین و انصار وہاں موجود تھے وہ اس ناشائستہ حرکت میں خالد کے شریک رہے اور مسلمان عورتوں سے حرکات ناشائستہ کرتے رہے صرف تھوڑے سے متدین افراد نے اس سے احتساب کیا۔

جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو ان حاملہ عورتوں کو دور دراز ممالک میں لیجا کر فروخت کر ڈالا۔

مالک اور عمر میں قدیم زمانے سے دوستی تھی اس لیے جب یہ لوگ آئے اور اموال عورتوں اور بچوں کو لوگوں پر تقسیم کیا گیا تو انھوں نے بھی اپنا حصہ تولے لیا لیکن اس میں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہ انھیں قریش ہی کو

دیا۔ جب ان کو خلافت ملی تو لوگوں سے ان تمام اموال کو واپس لیا اور اطراف عالم میں جہاں بھی ان کا کچھ مال باقی تھا یا کوئی مرد یا عورت غلامی یا کنیری میں موجود تھی واپس منگو لیا اور ان کے درشہ کو واپس کر دیا۔ (کامل بھائی ص ۱۹۰)

عمر کے اموال بنی یرویغ کے واپس لینے اور قبیلہ مالک تک پہنچانے کا تذکرہ علماء اہل سنت نے بھی کیا ہے چنانچہ علامہ ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم بن ابی بجر احمد شہرستانی کتاب مل و نخل ص ۷ پر فرمایا ہے کہ۔

اپنے زمانہ خلافت میں عمر کا اجتہاد اس کا مقتضی ہوا کہ اموال کو مانعین زکوٰۃ کو واپس کر دیں اور قیدیوں کو رہا کر دیں۔

علامہ محمد بن خاوند شاہ من محمود روضۃ الصفاح ۱۱۳ ج ۳ پر تحریر

فرماتے ہیں کہ

شوذب اور اس کے ساتھیوں نے جب عمر بن عبدالعزیز کے خلاف جنگ کی تھی تو ان پر فتح پانے کے بعد اثنائے گفتگو میں ان سے کہا تھا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ابو بجر نے فلاں قبیلہ سے جنگ کی تھی ان کے مردوں کو قید کیا تھا۔ جب خلافت عمر تک پہنچی تو انھوں نے قیدیوں کو رہا کر کے ان کے وطن اور مکانوں میں قیام کرنے کے لیے بھیج دیا۔

شہید محبت امیر المؤمنین مالک بن نویرہ کی شہادت کا واقعہ اتنا شدید اور اہم تھا کہ بہت سے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گذرا تھا اور اس ناگواری کا اصل سبب یہ تھا کہ ان کو قتل نہ کریں گے لیکن باوجود اس

ضمانت کے انھوں نے مالک اور ان کے افراد قبیلہ کو قتل کر دیا۔

یہ بات مہاجرین کو بہت شاق گذری اور انھوں نے خالد کے اس فعل سے انکار کیا۔ چنانچہ علامہ ابوالمظفر یوسف بن قز علی المعروف بہ سبط ابن جوزی کتاب مرآة الزمان میں تحریر فرماتے ہیں :-

خالد نے مالک بن نویرہ سے کہا کہ تم اسلام کی طرف آ جاؤ مالک نے کہا اگر میں آ جاؤں تو تم مجھے کیا دو گے خالد نے کہا کہ میں ضمانت میں خدا اور رسولؐ اور ابو بکرؓ کو دیتا ہوں اور خود بھی ضامن و ذمہ دار ہوں۔ میں مخالفت کے ساتھ تمہارے حدود میں داخل نہیں ہوں گا۔ (محبت والفت سے) تمہاری باتیں قبول کروں گا۔ خالد نے خدا اور رسولؐ و ابو بکرؓ اور اپنی ذمہ داری لی تو مالک نے اپنا ہاتھ خالد کے ہاتھ میں دیدیا حالانکہ (خالد زبان سے تو یہ کہہ رہے تھے مگر) دل میں ابو بکر کے حسب ہدایت یہ ٹھانے ہوئے تھے کہ مالک کو قتل کر دیں گے۔ جب خالد کے ہاتھ میں مالک نے خدا و رسولؐ و ابو بکرؓ کی ذمہ کے سبب سے اپنا ہاتھ دے دیا تو خالد نے کہا مالک میں تم کو قتل کر دوں گا۔ مالک نے کہا کہ مجھے قتل نہ کرو۔ خالد نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا میں تو تم کو ضرور قتل کروں گا۔ اس کے بعد مالک کے قتل کا حکم دیا چنانچہ (مالک قتل کر دیے گئے) اور مسلمانوں نے مالک اور ان کے قبیلہ کا کل مال و اسباب لوٹ لیا۔

جب خالد نے مالک کو قتل کیا اور مسلمانوں نے ان کو اور ان کے قبیلہ کو لوٹ لیا تو یہ فعل مہاجرین کو ناگوار گذرا اور انھوں نے خالد سے کہا کیوں

خالد تم نے تو خدا اور رسولؐ کی ضمانت دی تھی اس کے بعد بھی مالک کو قتل کر دیا
خالد تم نے ایک مرد مسلمان کو قتل کیا ہے۔

حیرت انگیز بات ہے کہ امان دینے اور خدا اور رسولؐ کے ذمہ داری کے
بعد خالد نے مالک کو کیوں قتل کیا اور کیا خدا اور رسولؐ کی ضمانت میں دینے کے
بعد بھی مالک کو کافر کہا جاسکتا ہے اور کیا ایسے شخص کو سیف اللہ اور سیف
الرسولؐ کے لقب سے ملقب کیا جاسکتا ہے؟

خالد کا یہ فعل بد مہاجرین و انصار پر اتنا شاق گزرا تھا کہ ان کی ایک
جماعت نے جن میں حضرت امیر المومنینؑ ایسے جلیل القدر و عظیم المنزلت
بزرگ بھی شامل تھے آپس میں یہ عہد و میثاق و بیعت کی کہ خالد سے مالک بن
نورہ کے خون کا عوض ضرور لیا جائے۔

اس واقعہ کو صاحب وفیات الاعمیان علامہ احمد محمد بن ابراہیم ابن
خلکان و صاحب کتاب اعلام الاخبار و صاحب مرآة الجنان علامہ سبط ابن جوزی
نے تحریر کیا ہے۔

صاحب مرآة الجنان کی عبارت کا ترجمہ ہم یہاں پر تحریر کرتے ہیں
موصوف فرماتے ہیں کہ

”جب خالد بن ولید اپنی زوجہ لیلیٰ بنت سینان کے ساتھ جو سابق
میں مالک بن نورہ کی زوجیت میں داخل تھیں مدینہ طیبہ میں آئے تو عمر
حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خداوند عالم کا یہ
حق ہے کہ خالد سے مالک بن نورہ کے خون کا بدلہ لیا جائے اس لیے کہ مالک

مسلمان تھے اور خالد نے ناجائز طور پر ان کی زوجہ پر تصرف کیا ہے پھر یہ دونوں حضرات سعد بن وقاص اور طلحہ بن عبید کے پاس آئے (اور ان سے یہ واقعات بیان کیے اور) خالد سے عوض خون مالک لینے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی بیعت کی اور یہ سب لوگ ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے (بیان کیا کہ) خالد نے ایک مرد مسلمان کو قتل کیا ہے اور زنا کے مرتکب ہوئے (میں اس لئے) خالد کو سزا دینا ضروری ہے ابو بکر نے جواب دیا کہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا جس کو خداوند عالم نے کفار کے لیے نیام سے نکالا ہے۔

ناظرین کو ان واقعات کے پڑھنے سے اس کا علم بھی ہو گیا ہو گا کہ خالد بن ولید کے اس فعل پر مہاجرین و انصار دونوں نے احتجاج کیا لیکن خلیفہ اول نے نہ انصار کے قول پر دھیان دیا جن میں ابو قتادہ ایسے بزرگ بھی شامل تھے اور نہ مہاجرین کی سنی جنہیں سر تاج مہاجرین حضرت امیر المومنینؓ تھے اور آپ کی تائید عمر سعد و بن وقاص اور طلحہ بن عبید نے بھی کی تھی بلکہ عبد اللہ بن عمر اور بعض دیگر افراد بھی خالد کو اس امر میں خطا کار اور مجرم سمجھتے تھے۔

علامہ ابن جوزی کی گزشتہ عبارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خالد نے خدا اور سولؐ کی ذمہ داری دے کر جناب مالک بن نویرہ کو صرف اس لیے قتل کیا تھا کہ ابو بکر نے ان کو قتل مالک کی خاص طور سے ہدایت کی تھی لیکن ابو بکر کی دوستی میں خالد بن ولید اس کا اظہار نہیں کرتے مگر فریقین کے علماء و محدثین نے ابو بکر کے اس ہدایت نامہ کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ

الرحمہ بحار الانوار ج ۸ ص ۲۵۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور بنو تمیم مدینہ واپس آئے تو ان کے ساتھ مالک بن نویرہ بھی تھے۔ مالک اس لیے نکلے کہ دیکھیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قائم کون ہوا ہے وہ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ ابو بکر منبر رسول پر بیٹھے خطبہ پڑھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر مالک نے کہا کہ کیا یہ قبیلہ تمیم والے بزرگ ہیں لوگوں نے کہا ہاں مالک نے کہا جن وصی رسول خدا کی اطاعت اور موالات کا ہمیں حکم دیا گیا تھا انھوں نے کیا کیا لوگوں نے جواب دیا کہ اے اعرابی ایک امر کے بعد دوسرا امر واقع ہوتا رہتا ہے۔ مالک نے جواب دیا خدا کی قسم کوئی نئی بات نہیں ہوئی ہے بلکہ تم لوگوں نے خدا اور رسول سے خیانت کی ہے اس کے بعد وہ ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ کو اس منبر پر کس نے بٹھایا ہے حالانکہ وصی رسول خدا موجود ہیں۔

یہ سنتے ہی ابو بکر کو غصہ آگیا اور گالیاں دے کر کہا کہ اس جنگلی عرب کو مسجد رسول خدا سے باہر نکال دو۔ یہ سنتے ہی قنفذ ابن عمر اور خالد بن ولید اٹھے اور مالک کی گردن میں ہاتھ دے کر دھکادیتے رہے یہاں تک مسجد سے باہر نکال دیا۔

مالک نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حسب ذیل اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

جب تک ہمارے درمیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ہم

نے ان کی اطاعت کی لیکن قوم والو بتاؤ میری اور ابو بکر کی کیا حالت ہے جب ابو بکر مر جائے گا تو اس کا قائم مقام عمرو ہو گا خدا کی قسم یہ بات تو ریڑھ کی ہڈی توڑ دینے والی ہے۔ وہ دشمنوں کو دفع کرتا ہے اور امور میں پوری طور سے داخل ہوتا ہے گویا میری چراگاہ کے لیے جنگ کر رہا ہے یا میری قبر پر کھڑا ہے۔ اگر ہم لوگوں میں قریش کی کوئی جماعت جنگ کے لیے آئی تو ہم اس کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جائیں گے اگرچہ مجھے اپنی آگ کے انگاروں پر کھڑا ہونا پڑے۔

جب ابو بکر کی خلافت کا کاروبار چالو ہو گیا تو خالد کو مالک بن نویرہ کی طرف روانہ کیا اور ان سے یہ کہا کہ تم کو علم ہے کہ مالک نے بھرے مجمع میں کیا کہا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی وقت ہمارے اوپر اس طرح حملہ آور ہو کہ ہم اس کا تدارک نہ کر سکیں اس لیے تم مالک کو قتل کر دو۔

جب خالد سر زمین بطاح پر پہنچے تو مالک بن نویرہ بھی مقابلہ کے لیے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے چونکہ مالک تینا ہزار سواروں کے مد مقابل شمار کئے جاتے تھے اس لیے خالد پر خوف و ہراس طاری ہوا اور انھوں نے بڑے خندہ پیشانی کے ساتھ ان کو امان دی۔ (ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں کہ خالد نے خدا اور سولہ ابو بکر اور اپنی ضمانت و ذمہ داری میں مالک کو لیا تھا) لیکن اس کے بعد مالک سے غداری کی اور قتل کر دیا اور اسی شب ان کی زوجہ سے عقد کیا اور اسی عقد و عورت ولیمہ کا کھانا پکانے کے لیے ان کے سر کا چو لھا بنایا اور زوجہ مالک پر خالد گدھے کی طرح اچک رہا تھا۔

مجلسی علیہ الرحمہ کے اس ارشاد کی تائید اہلسنت کے معتبر مؤثق عالم علامہ سبط ابن جوزی کے اس قول سے ہوتی ہے جسے انھوں نے مرآة الجنان ص ۸۷۸ پر ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

جب ابو بکر خلیفہ ہوئے اور انھیں مالک کا قول (انکار بیعت کے بارے میں) معلوم ہوا تو خالد بن ولید کو مالک اور ان کی قوم کی طرف روانہ کیا اور ان کو یہ ہدایت کہ اگر بنو یربوع کی اذان سننا تو کسی کو قتل نہ کرنا لیکن خالد کے لیے ضروری قرار دیا کہ اگر مالک گرفت میں آجائے تو اسے قتل کر دینا۔

سبط ابن جوزی نے ان چند سطروں کے بعد وہ عبارت تحریر کی ہے جس میں خدا اور رسولؐ و ابو بکر اور اپنی ذمہ داری و ضمانت پر مالک کو پناہ دے کر قتل کر دینے کا ذکر ہے جیسا کہ اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے۔

چونکہ ابو بکر کے حکم سے مالک اور قبیلہ مالک پر قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا تھا اسی سبب سے انھوں نے خالد کے خلاف مہاجرین و انصار کے احتجاج کو رد کر دیا۔ حدیث ہے کہ اس بارے میں عمر کی بات بھی نہ مانی۔ حالانکہ وہ کہتے رہے کہ دشمن خدا خالد نے مرد مسلم کو قتل کیا ہے اور زنا کی ہے ان کو قتل بھی کرنا چاہیے اور سنگسار بھی کرنا چاہیے۔ جیسا کہ علامہ طبری اپنی تاریخ کے ص ۹۲۸ ج ۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ :-

فلما بلغ قتلہم عمر بن الخطاب تکلم فیہ عند ابی بکر
فاکثر فقال عدو اللہ عدو اعلیٰ امرء مسلم فقتلہ ثم نزا علیٰ امراتہ
واقبل خالد بن الولید قافلحتی دخل المسجد وعلیہ قبامے لہ

عليه صده الحديد معتجز العمامته له قد غزا في عمامته
اسهما فلما دخلا اليه واتى الى المسجد قام اليه عمر فانزع الا
سهم من راسه فحطها ثم قال ارباء قتلت امرءا مسلما ثم نزوت
علي امرئاته والله لا رجمنك باحجارك.

جب عمر کو مالک کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو اس کے بارے میں
انہوں نے ابو بکر سے باتیں کیں اور کہا کہ دشمن خدا نے مرد مسلم پر حملہ کیا
اور قتل کر دیا اس کے بعد اس کی زوجہ سے زنا کیا۔

جب خالد بن ولید پلٹ کر مدینہ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو اپنی
قبائلیں تھے جس پر لوہے کے زنگ کے دھبے تھے سر پر اپنا عمامہ باندھے تھے
جس میں کچھ تیر لگا لیے تھے جب وہ ان کے پاس آئے اور مسجد میں داخل
ہوئے تو عمر اٹھ کر خالد کے پاس آئے اور ان کے عمامہ سے تیر نکال کر پھینک
دیے اس کے بعد کہا دور ہو تو نے مرد مسلم کو قتل کیا ہے اور اس کی زوجہ
سے زنا کیا ہے خدا کی قسم میں تیرے پتھروں سے تجھے سنگسار کروں گا۔

علامہ ملا علی مقفی کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۸ پر تحریر کرتے ہیں کہ
جب عمر کو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور
ان کی زوجہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے ابو بکر سے کہا کہ خالد نے زنا کیا
ہے اس لیے ان کو سنگسار کرو مرد مسلم کو قتل کیا ہے اس لیے ان کو قتل کرو۔
لیکن ابو بکر نے کوئی بات نہیں مانی اور خالد کو معاف کر دیا۔ اور جواب
میں صرف یہ کہا کہ خالد نے تاویل کی ہے اور اس میں غلطی کی ہے جیسا کہ

ملا علی مثنیٰ نے کنز العمال اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

جب عمر رجم و قتل خالد کا مطالبہ کر چکے تو ابو بکر نے جواب دیا کہ میں خالد کو سنگسار نہیں کروں گا اس لیے کہ اس نے تاویل کی اور غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ میں خالد کو قتل نہیں کروں گا اس لیے کہ تاویل کی اور غلطی ہو گئی آخر میں عمر نے یہ فرمائش بھی کی اچھا خالد کو معزول کر دیجئے ابو بکر نے کہا میں اس تلوار کو عیب نہیں لگاؤں گا جسے خدا نے کفار کے لیے برہنہ کیا ہے۔

ابو بکر کے اس جواب کے بعد بھی قتل مالک سے عمر کے دل پر جو زخم لگا تھا وہ مندمل نہیں ہوا بلکہ وہ برابر اس فکر میں رہے کہ کب موقع ملے اور خالد سے انتقام لیا جائے چنانچہ جب ابو بکر کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے اسی انتقام میں تخت خلافت پر بیٹھ کر پہلا یہ کام کیا کہ خالد بن ولید کو ان کے عمدہ سے معزول کر کے ان کی جگہ ابو عبیدہ کو معین کیا چنانچہ علامہ طبری اپنی تاریخ کے ص ۲۱۳۸ ج ۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ

عمر خالد بن ولید کے مالک ابن نویرہ کی لڑائیوں اور قتل کے سبب سے زمانہ خلافت ابو بکر میں ناراض رہتے تھے چنانچہ خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلی بات جو انھوں نے کی ہے وہ خالد کی معزولی کا حکم تھا۔ کہنے لگے خالد میری طرف سے کبھی کسی چیز کے حاکم نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ابو عبیدہ کو خط تحریر کیا کہ اگر خالد اپنے نفس کو جھٹلائیں تو اپنی امارت پر باقی رہیں اور اگر اپنے نفس کو نہ جھٹلائیں تو جس کے وہ حاکم تھے اب اس پر تم حاکم

ہو۔ دیکھو خالد کے سر سے ان کا عمامہ اتار لو اور ان کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر ڈالو۔

جب ابو عبیدہ نے اس کا تذکرہ خالد سے کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے دو دن کی مہلت دو تاکہ میں اپنی بہن سے مشورہ کر لوں ابو عبیدہ نے انھیں دو دن کی مہلت دی خالد اپنی بہن فاطمہ بنت ولید کے پاس آئے جو عبدالحرث بن ہشام کے عقد میں تھی اور اس سے اس کا تذکرہ کیا اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم عمر تم کو کبھی دوست نہ رکھیں گے۔ اور وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے نفس کو جھٹلاؤ اس کے بعد پھر تم کو تمہارے عہدے سے ہٹادیں گے۔

بہر حال خالد معزول ہوئے ان کے اموال کا آدھا حصہ بیت المال میں داخل کر لیا گیا۔

عمر نے خالد کو عہدے سے ہٹادیا مگر خالد پر زنا اور قتل کا جو الزام ان کے نزدیک ثابت تھا اس کی سزا نہیں دی حالانکہ انھوں نے زمانہ خلافت ابو بکر میں خالد کو سنگسار کرنے اور قتل کرنے کی قسم کھائی تھی جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے حد شرعی کو اس طرح معطل کرنے میں کوئی راز تھا ورنہ وہ جیسے سخت مزاج و تند خو تھے اس سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ اقتدار ہی ہاتھ میں آجانے کے بعد ایسا نہ کریں۔

ہمیں اس کی بروی فکر تھی اور چاہتے تھے کہیں سے اس کی وجہ معلوم

ہو جائے بالآخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے خالد کے ساتھ نرمی برتنے کی وجہ معلوم ہی ہو گئی۔

ہمارے فرقہ کے جلیل القدر عالم مصنف کامل بھائی نے اس راز سر بستہ کو حسب ذیل الفاظ میں فاش کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ۔

ابو بکر کے زمانہ ہی سے عمر فرصت کے منتظر رہے کہ موقع ملے اور

خالد کو قتل کر دیں اور خالد بھی ان سے بہت ڈرتے رہتے تھے اور ہر حال میں

اپنے کو ان سے بچاتے رہتے تھے غرض ان کو اس کا موقع نہیں ملا کہ خالد کو

قتل کریں۔ لیکن مالک کی محبت دل میں جوش مارا کرتی تھی۔ جب عمر کو

خلافت ملی ایک دن مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں وہ موجود تھے اتفاقاً

وہاں خالد بھی آگئے عمر نے کہا اے خالد تم ہی نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا

اور اس کی زوجہ سے زنا کیا تھا خالد یہ گفتگو سن کر ڈرے اور کہنے لگے اے امیر

میرے اور مالک کے درمیان قدیم زمانہ سے دشمنی تھی اپنے اور ابو بکر کی تشفی

نفس کے لیے ہم نے اس کو قتل کر دیا لیکن آپ کے تشفی کے لیے میں نے

سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہے۔ جب عمر نے یہ سنا تو خالد کے قتل کا ارادہ ترک

کر دیا اور ان کی تعریف کرنے لگے گلے سے لگایا پیشانی کا لوسہ لیا اور کہنے لگے۔

انت سیف الله وسيف رسولہ تم اللہ اور رسول کی تلوار ہو۔

اسی دن سے خالد اس لقب سے مشہور ہو گئے۔ (کامل بھائی ص ۱۹۱)

سواد اعظم کے مشاہیر علماء نے اڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے کہ

جناب مالک بن نویرہ ایسے دین واریوپاک باز مومن پر ارتداد کا دھبہ لگادیں اور

خالد بن ولید اور خلیفہ اول کے دامن پر خون خالد کے جو رنگ برنگ کے دھبے ہیں انھیں چھڑا دیں لیکن۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس معاملہ میں خصوصیت سے صاحب مراض الروافض علامہ حسام الدین بن شیخ محمد بایزید صاحب تحفہ علامہ شاہ عبدالعزیز دہلوی و صاحب قرۃ العینین علامہ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی نے زبردست کوشش کی ہے کہ وہ اس شہید محبت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے خون کو ہدرور انگاں کر کے اپنے سیف اللہ اور خلفاء کے دامن کو پاک کر دیں لیکن جس قدر ریک تاویلات کے گئے۔ اغلاط کو درست کرنے کی سعی و کوشش کی گئی اسی قدر مظلوم کا خون رنگ لاتارہا اور ظالموں کا کردار ظاہر ہوتا گیا۔ اور اس گندگی کی بدبو دنیا کو پریشان کرتی رہی۔

ہم یہاں آخر کلام میں اختلاف روایات سے قطع نظر کر کے اس واقعہ میں جو اعتراضات ہیں ان کی ایک فہرست درج کیے دیتے ہیں جس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ جناب مالک ابن نویرہ کا خون ناحق ان کے قتل کے بعد ہی رنگ لانے لگا تھا۔

۱۔ ابو بکر نے اس معاملہ میں خالد کی غلطی کا اقرار کیا ہے۔

۲۔ خالد بن ولید سے مالک کا قصاص نہیں لیا گیا جو خلیفہ اول کی

صریحی غلطی تھی۔

۳۔ خالد نے زوجہ مالک سے زنا کیا۔

۴۔ خلیفہ وقت کو چاہیے تھا کہ خالد بن ولید کو سنگسار کرے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جو منافی منصب خلافت ہے۔

۵۔ خالد کی غلطی پر ابو بکر نے ان کو زجزو تو بیچ کی۔

۶۔ خلیفہ اول نے خالد سے زوجہ مالک کو طلاق دلوا دی۔

۷۔ عمر کے نزدیک مالک بن نویرہ کے قتل کے سبب سے خالد مستحق قتل تھے۔

۸۔ عمر کے نزدیک زوجہ مالک سے زنا کے سبب سے خالد سنگسار ہونے کے لائق تھے۔

حسب ذیل اصحاب پیغمبر اسلام بھی خالد بن ولید کو عمر کی طرح مستحق قتل و سنگساری سمجھتے تھے۔

۱۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

۲۔ طلحہ بن عبید۔

۳۔ عبداللہ ابن عمر۔

۴۔ ابو قتادہ انصاری۔

۵۔ سعد بن ابی وقاص۔

قبائل کندہ و حضر موت کا قتل عام

گذشتہ واقعات شاہد ہیں کہ زمانہ ابو بکر میں اہل بیت رسالتؑ سے مظالم کی ابتداء ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ یہ مظالم شیعوں کی طرف منجر ہو گئے جس نے ابو بکر کی خلافت کے تسلیم کرنے میں تاثر کیا اس پر ارتداد اور شررا انگیزی کا الزام لگا کر بیخ دین سے اکھیڑ پھینکنے کی تدبیریں شروع کر دی گئیں۔

قبائل یمن و حضر موت پر جتنے حملے کیے گئے ان میں صرف مدعیان نبوت کے استیصال کی جو جنگیں تھیں ان سے تو شیعوں کا تعلق نہیں تھا لیکن انکے علاوہ جن جن قبائل پر چڑھائی کی گئی وہ سب شیعوں پر چڑھائی تھی ان میں شیعہ ہی لوٹے گئے قتل کیے گئے زندہ جلادیے گئے۔

بات یہ ہے کہ رحلت سرکارِ دو عالم سے دو ماہ دس دن قبل غدیر کے اعلانِ محکم کو قبائل یمن و دیگر قبائل نے فراموش نہیں کیا تھا وہ اس اعلان کے مطابق حضرت علیؑ کو منصبِ خلافت پر دیکھنا چاہتے تھے مگر مدینہ میں قبل دفن سرورِ عالم خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد جب قوت و طاقت و مکرو فریب اور ڈر ادھم کا مرکز پر غلبہ حاصل کر لیا گیا تو اور اطراف و جوانب کے قبائل عرب کو دباننا شروع کیا چنانچہ ابو بکر کا پہلا فرمان خود ان عزائم کا پتہ دیتا ہے جو

سچے مسلمانوں اور مجاہدین علی ابن ابی طالبؑ کو دبانے کے لیے انھوں نے کیے تھے وہ اپنے فرمان میں خالد بن ولید سے فرماتے ہیں کہ :-

جب کسی مقام پر وارد ہو تو تم لوگ اذان و اقامت کہو اگر وہ لوگ بھی اذان و اقامت کہیں تو ان سے باز رہو اور جنگ نہ کرو اور اگر ایسا نہ کریں تو سوائے لوٹ مار عارت گری اور قتل کے کوئی چارہ نہیں ہے انھیں جلا دو اور دوسرے قسم کی سزائیں دو اور جب دعوت اسلام قبول کر لیں تو زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کرو اگر زکوٰۃ کا بھی اقرار کریں تو اسے مان لو اور اگر انکار کریں تو کسی رعایت کی ضرورت نہیں ہے۔ (طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۲۴)

اسی فرمان کے سبب سے جناب مالک بن نویرہ کو قتل اور ان کے قبیلہ کو تاراج کیا گیا جسے ہم اس کے قبل بیان کر چکے ہیں اور اسی سبب سے قبیلہ کندہ اور حضر موت کی لڑائیاں واقع ہوئیں۔ وہاں کے صدہا افراد کو تہ تیغ کیا گیا۔

قبائل حضر موت اور کندہ کے عقائد کیا تھے اس کا اظہار ترجمہ تاریخ اعثم کوفی ص ۱۴ کے حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے :-

کندہ کے قبیلوں اور حضر موت کے باشندوں کے دو فریق ہو گئے ایک فریق نیک نیتی اور سچے عقیدے سے ادائے نماز و زکوٰۃ میں مصروف ہو گئی اور دوسرے فریق نے سرکشی اور گمراہی کا طریق اختیار کیا زیادہ حال دیکھ کر گھبرایا مگر اپنی جان کی سلامتی سے خوش تھا جب کچھ دن گذر گئے تو اس نے

مناوی کرا دی کہ اے مسلمانوں زکوٰۃ کاروپیہ جمع کرو کہ صدیق کے پاس روانہ کروں کیونکہ فوجیں بخترت جمع ہو رہی ہیں اور خرچ بڑھا ہوا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اہل روعہ کے شر کو مٹا دیا ہے لوگوں نے روپیہ داخل کرنا شروع کر دیا ہے بعض نے بحمال آرزو مندی وجوش قلبی سے ادا کیا، بعض نے دباؤ و مجبوری سے دیا۔ زیاد زنی اور گرمی جس طریقہ سے مناسب سمجھتا تھا روپیہ وصول کرتا تھا۔ ایک دن جبکہ ایک جوان کے اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ کر بیت المال کے گلہ میں داخل کیا ہی تھا کہ وہ جوان آیا اور بولا کہ میں اس اونٹ کو بہت عزیز رکھتا ہوں اسے نہ لو اور اس سے بھی اچھا کوئی اور اونٹ مجھ سے لے لو زیاد نے اس بات کو نہ مانا یہ جوان جس کا نام یزید ابن معاویہ القرظی تھا حارث ابن سراقہ کے پاس جو اس علاقہ کے سرداروں میں سے تھا گیا اور کہا کہ زیاد نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے میری سفارش کر کہ وہ اونٹ مجھے دیدے اور دوسرے لے لے کیونکہ مجھے اس اونٹ سے خاص انس ہے حارث زیاد ابن لبید کے پاس آیا اور اس سے اس بات کا ذکر کیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ اونٹ اسے دے دے اور اس عوض کوئی اور لے لو، زیاد نے اس کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ دیا ہے اب اس کا واپس دینا جائز نہیں یہ سن کر سراقہ کے بیٹے کو غصہ آیا اونٹوں کے گلہ کے پاس پہنچ کر اس جوان سے کہا کہ اپنا اونٹ نکال کر لے جا اور میرے سامنے سلامتی سے اپنے گھر پہنچ جا اگر تجھ سے کوئی شخص کچھ بولے گا تو میں زور بازو سے اس کا بھیجے نکال دوں گا ہم اسی وقت تک

خدا اور سول کے حکم کے تابع تھے جب تک صاحبِ شریعت ہم میں موجود تھا اب کہ اس کی طلبی میں فرمانِ الہی پہنچ چکا ہے اگر اس کے اہلبیت میں سے کوئی اس کی جگہ پر مقرر ہوا ہو تو ہم اس کی اطاعت کریں گے ابو قحافہ کے بیٹے کی حکمرانی کیسی اور ہم پر اس کا کیا حق اس مضمون کا ایک شعر بھی تصنیف کر کے جس سے خاندانِ مصطفویٰ کی طرف سے انتہائی التجا اور ابو بکر سے بیزاری ظاہر ہوتی تھی زیاد کے پاس بھیجا زیاد اس شعر کو پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر جانبِ مدینہ روانہ ہو گیا، دو منزل طے کر کے ایک شعر تاکید اور تنبیہ اشعث کے پاس بھیجا اشعث ابن قیس اور اس کے تمام قبیلہ پر پورا اثر پڑا اشعث نے کہا اگر اسی امر پر رائے مستقل ہو گئی ہے تو لازم ہے کہ ہر طرف سے پختہ بندوبست کریں اور باحتیاط تمام اپنے ملک کو اپنے دشمنوں سے چھائیں مجھے یقین ہے کہ اہل عرب ابو بکر کے خاندان یعنی تیم ابن مرہ کی اطاعت اختیار نہ کریں گے اور بطحا کے سرداروں یعنی بنی ہاشم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے کیونکہ یہی لوگ معدنِ رسالت اور لائقِ امامت ہیں اور اگر بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے خلافت جائز ہے تو ہم سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہے ہمارے باپ دادا اس سر زمین کے بادشاہ ہو گزرے ہیں اس وقت دنیا میں نہ قریشی تھے نہ بطحا والے پھر اس مضمون کا ایک شعر لکھ کر مخالفت پر مستقل مزاج ہو بیٹھے زیاد ابن لبید قبائل کندہ میں سے بنی زہد کے پاس گیا اور بنی کندہ کی شکایت کر کے ان کو ابو بکر کی اطاعت کی ترغیب دی انھوں نے بھی جواب دیا کہ ہم سے ایسے شخص کی

اطاعت کیوں چاہتا ہے جس کی اطاعت کے لیے رسول صلعم نے کسی فرد و بشر کو حکم نہیں دیا اس کے لیے کوئی ایسی مثال قائم کی ہے زیاد نے کہا یہ سب سچ ہے مگر تمام مسلمانوں نے متفق ہو کر اسے خلیفہ بنا لیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ اجتہاد ہی کو اختیار کیا تھا تو رسول پاک کے اہلبیت کو کس لیے چھوڑ دیا یہ حق انھیں کیلئے سزاوار تھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اولوالارحام بعضهم اولیٰ ببعضہم فی کتاب اللہ کتاب خدا میں صاحبان قرابت بعض سے اولیٰ ہیں زیاد نے کہا کہ مہاجرین اور انصار اسلام کے حق میں ہم تم سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں اس نے کہا خدا کی قسم انھوں نے حسد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا ہم کو پورا یقین ہے کہ جب تک رسول مقبول نے اپنے اہلبیت میں سے ایک شخص کو امت کا پیش رو قرار نہیں دے لیا اس وقت تک دنیا سے رحلت نہیں فرمائی ہے اے زیاد تو ہمارے قبیلہ سے دور ہو تیری التجا ٹھیک نہیں، اور ہم تیری باتوں کو ہرگز نہ مانیں گے پھر ایک شخص عدی بن عوف نامی نے اٹھ کر کہا اے بھائی بند و غفلت کی نیندیں چھوڑ دو اور ان باتوں کا خیال جانے دو جن کو بعض آدمی اس لیے بیان کرتے ہیں کہ تم کو ایمانی طریقہ سے پھیر دیں اور دوزخ میں پہنچادیں خدا اور اس کے رسول کی طرف متوجہ رہو اور زیاد ائن لبید کی بات کو مانوں، جس بات کو مہاجرین و انصار نے اختیار کر لیا ہے اس کو تم بھی اختیار کرو کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کی بھلائی بڑائی کو تم سے بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اس معاملہ میں وہ ہم سے زیادہ باخبر اور رازداروں میں ہیں عدی کہنے کو تو یہ باتیں کہہ گزر لیکن

اس کے عزیز یہ باتیں سنتے ہی غیض و غضب سے اٹھے عدی کو گالیاں دینے لگے اور زیاد سمیت قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ زیاد یہ رنگ دیکھتے ہی بھاگ نکلا اور ایک قبیلہ میں پناہ گیر ہوا لیکن جہاں جاتا تھا اسی طرح لوگ انکار کر دیتے آخر مجبور و لاچار ہو کر صدیق اکبر کے پاس گیا اور تمام حال بیان کیا صدیق اکبر کو سنتے ہی اضطراب پیدا ہوا اور اس واقعہ کے تدارک کیلئے متفکر ہوئے کہ اس مہم پر کس شخص کو مقرر کریں کہ فساد دور ہو خاطر مبارک میں آیا کہ خالد ابن ولید اگرچہ اس کام کے لائق ہے مگر وہ سر زمین یمامہ کو گیا ہوا ہے اور زیاد ابن لبید کا ان لوگوں کے معاملہ میں علم و تجربہ بڑھا ہوا ہے اس لیے اس کو بھیجنا چاہئے مہاجرین و انصار میں سے چار ہزار نامزد کر کے زیاد کو حکم دیا کہ باشندگان حضر موت اور کندہ کی سرکشی کو مٹانے کے لیے جائے زیاد صدیق کا حکم سنتے ہی معہ لشکر چل پڑا لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ اسلامی فوجیں نزدیک آ پہنچیں ہیں اور نواح میں ٹھہر کر مخالفوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ہے سکال اور جوں کے قبیلہ ان باتوں کو سنتے ہی کانپ اٹھے اور جان بچانے سے مایوس ہو کر رات کے وقت زیاد کے پاس آئے اور مل بیٹھے زیاد نے ان کو امان دی اور مسلمانوں کی امداد کے لیے کہا اور پھر قبیلہ بنی ہند کے پاس آیا ان کے سروں پر قضا کھیل رہی تھی کافر مردوں کو قتل کر ڈالا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا غرض کہ جس قبیلہ پر پہنچتا دشمنوں کو قتل کر ڈالتا اور اطاعت قبول کرنے والوں کو امان دیتا یہاں تک قبیلہ بنی حجر کی باری آئی جو قبیلہ حضر موت کے جلیل القدر لوگ تھے زیاد نے ان پر رات کے وقت

چھاپا مارا کچھ دیر لوگ لڑتے رہے آخر کار بھاگ نکلے اسلامی فوجوں کو لوٹ
 میں بہت سامال ہاتھ آیا اور ان کے تمام اہل و عیال پکڑ لیے گئے۔ پھر بنی حمر
 کی طرف رخ کیا یہ لوگ بھی بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے زیاد کے آنے کی
 خبر سنتے ہی اسلحہ اٹھائے اور بڑے جوش و خروش سے شیروں کی طرح
 غراتے ہوئے حملہ کیا لمحہ بھر میں ۲۰ مسلمانوں کو شہید کیا اور ان کے بھی
 بہت سے مارے گئے انجام یہ ہوا کہ زیاد کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے
 اور تمام مال و اسباب اور زن و فرزند کو چھوڑ گئے لشکر اسلام نے تمام لوٹ کے
 مال و اسباب کو جمع کیا اور اس فتح سے بہت ہی شاد ہوئے شکر الہی مجالائے جب
 اشعث بن قیس نے سنا کہ ان قبیلوں کا ایسا حال کیا ہے منہ میں جھاگ بھر لایا
 اور کہا کہ اے میرے چچا کی اولاد جنگ کے لیے مستعد ہو جاؤ اپنے عزیزوں
 میں بنی مرہ و جبلہ کو جمع کیا ایک ہزار آدمی اس کے جھنڈے کے نیچے اور زیاد
 کے ساتھ چار ہزار مہاجرین و انصار موجود تھے اور پانچ سو سکال اور جوں والے
 علاقہ حضر موت کے نامور شہر بریم کے دروازے پر جنگ ہوئی پھر بھر مقابلہ
 ہوا تھا کہ اسلامی فوجیں بھاگ نکلیں تین سو نو آدمی شہید ہوئے اور باقی بچ
 نکلے اور بریم کے قلعہ میں جا چھپے اشعث نے تمام مال و غنیمت اور قیدیوں پر
 قبضہ کر لیا اور جس قدر سامان دوسرے قبیلوں کا لوٹا برآمد ہوا سب ان کے
 مالکوں کے حوالہ کر دیا باقی کو اپنے لشکر اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔

زیاد نے قلعہ بریم میں محصور ہونے کے بعد کسی بہانے سے مہاجر
 ابن ابی امیہ کو خط لکھ کر روانہ کیا اور تمام کیفیت سے اطلاع کی مہاجر لشکر لے

کر زیاد کی مدد کے واسطے جانب قلعہ بریم روانہ ہوا اشعث کو بھی خبر مل گئی وہ قلعہ کے دروازے سے دو فرسنگ پرے چلا گیا اور جب مہاجر قبیلہ زیاد سے آ ملا تو پھر قلعہ کے دروازے پر آ موجود ہوا اور بنی کندہ کے پاس قاصد بھیج کر مدد طلب کی بنی ارقم و بنی حجر و بنی حمر و بنی کندہ کے لوگ آئے اور اشعث کے عزیزوں اور دوستوں کا لشکر کثیر فراہم ہو گیا اب زیاد اور مہاجر کی جان پر آبنی اور سخت مصیبت واقع ہوئی زیاد نے بذریعہ خط صدیق کو تمام حال سے مطلع کیا صدیق کو سخت اندیشہ ہوا اشعث اور قبائل کندہ کے مشہور سرداروں کے نام نہایت ہی نرمی اور مہربانی کا خط روانہ کیا اس میں کچھ ڈرایا دھمکایا کچھ انعام و اکرام کی امیدیں اور خاتمہ پر لکھا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ دین اسلام پر ثابت قدم رہو اور دشمن دین شیطان کی باتوں سے علاحدگی اختیار کرو اور اگر یہ خلل اور خیال جو تمہارے دلوں میں واقع ہوا ہے زیاد ان لبید کے حرکات سے ہو تو میں اس کو تمہاری سرداری سے معزول کروں گا اور تمہارے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تمہارے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کرے اور میں نے اس قاصد کو بھی فمائش کر دی ہے کہ تم لوگ فرمانبرداری، اختیار کرو اور راہ راست پر آ جاؤ تو وہ زیاد کو ہمارے پاس پھیر لائے تو صدیق نے کہا تم توبہ اور استغفار کرو اور گزشتہ فعلوں سے باز آ جاؤ ان الله هو التواب الرحيم یعنی اللہ توبہ کو قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

قاصد نے یہ خط اشعث کو دیا تو وہ پڑھ کر بہت ہی برہم ہوا خوب بیچ

و تاب کھایا اور صدیق کے فرمان کو نہ مانا قاصد نے بھی اشعث اور ان کے دوستوں کو سمجھانے کے طریقہ سے چند نصیحت آمیز کلمہ کہے اور اشعث کے ایک عزیز نے اٹھتے ہی تلوار کا ایک ہاتھ قاصد کے ہاتھ پر مارا ادھر قاصد زخمی ہوا اور ادھر تمام مجلس میں شور مچ گیا اور اشعث نے اس شخص کی تعریف کرتے ہوئے کہا خدا تجھ کو بخشے ان نا انصافوں کا جواب اس سے بہتر نہیں ہو سکتا ابو قرۃ بنی حجر نے کہا اے اشعث تجھے شرم نہیں آئی کہ پیغام کا جواب اس طریق سے دیا جائے خدا کی قسم تجھ سے زیادہ بے عقل کوئی اور دنیا بھر میں نہیں ہو گا اور ایسی بے انصافی دیکھ کر ہم میں سے کوئی بھی تیرا ساتھ نہ دے گا اگر ہم تیرے ساتھ رہیں تو نامرد کہلائیں گے یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے چچا کی اولاد اور دوستوں وغیرہ سے بولا کہ اس بے وفا شخص سے الگ ہو جاؤ اور اس کی محبت کو چھوڑ دو نہیں تو عذاب کے امیدوار رہو اتنا کہہ کر اپنا راستہ لیا بنی حمر سے ابو الشمر نے بھی اس قسم کی گفتگو کی اور اشعث کو چھوڑ دیا اور اسی طرح اور لوگ بھی اس کے پاس سے چلے گئے اور اشعث صرف دو ہزار سواروں کے ساتھ جو اس کے بھائی ہند تھے رہ گیا سا لک اور جوں کے پانچ سو جوان زیاد بن لبید اور مہاجر بن امیہ سے جا ملے دریائے ارقان پر جنگ ہوئی طرفین سے پیشمار آدمی ہلاک ہوئے اور مہاجر بن امیہ اشعث کی تلوار سر پر کھا کر زخمی ہوا پھر اسلامی لشکر نے شکست کھائی اور بھاگ کر قلعہ بریم میں پناہ لی اشعث دروازے پر آڑا اور ہر طرف سے مضبوطی کر کے مسلمانوں سے سخت جنگ کی زیاد نے جس طرح بن پڑا صدیق اکبر کو صورت حال سے آگاہ

کیا۔ صدیق نے خط پڑھ کر مہاجرین و انصار کے سرداروں کو طلب کیا اور زیاد اور مہاجر کا سارا حال کہہ سنایا ابو ایوب انصاری نے کہا اے خلیفہ رسول بنی کندہ کی جماعت بہت بڑی زور آور ہے ان کی فوجیں بڑی مضبوط ہیں۔ مجتمع ہونے پر ان کی تعداد شمار سے باہر ہو سکتی ہے مناسب ہے کہ غصہ کو ضبط کر کے اس سال کے محصولات سے چشم پوشی کی جائے بعد وہ خود شرمندہ ہو کر مطیع ہو جائیں گے اور بیت المال کے حقوق ادا کر دیں گے وہ جہاں کے بادشاہ ہوئے ہیں اور دنیا کے سرداروں میں سے ہیں نہ ان جیسا کوئی سپاہی ہے ان کا مقابلہ نہ کرنا ہی بہتر ہے صدیق نے ہنس کر کہا کہ اے ابو ایوب میں نے عہد کر لیا ہے کہ بیت المال کے حقوق میں سے کسی پر بحری کا چھ مہینہ کا پچھ تک باقی نہ چھوڑوں گا اور اگر کوئی اس سے بھی انکار کرے گا تو حتی الامکان اس سے لڑوں گا پھر سب کو رخصت کر کے اپنے گھر چلے آئے اور فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سب حال سنا کر کہا میری رائے ہے علی رضی اللہ عنہ کو اشعث کے مقابلہ کے لئے روانہ کروں کیونکہ وہ عقل اور سمجھ اور فضیلت اور شجاعت اور علم اور رفتار و گفتار اور ہدایت کرنے میں سب سے ممتاز ہیں یہ گرہ اسی سے کھلے گی اور اسی کے ہاتھ سے کام انجام پائے گا فاروق نے کہا کہ آپ کا فرمانا درست ہے، علی ان صفات سے آراستہ ہیں لیکن میں ایک بات سے ڈرتا ہوں اور اس کا کچھ علاج نہیں جانتا اور وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں علی اس امر میں پوری احتیاط کو کام میں لائیں گے اگر خدا نخواستہ انہوں نے ان لوگوں کے مقابلہ پر جانا گوارا نہ کیا اور کفر و اسلام میں کسی قدر تامل واقع ہو تو پھر کوئی

ایک آدمی بھی اس فرقہ سے جنگ کرنے کو اچھانہ سمجھے گا بہتر یہی ہے کہ علی تیرے ساتھ مدینہ ہی میں رہے اور تو ان کی صحبت اور مشورہ سے فائدہ حاصل کرتا رہے اور عکرمہ ابن ابی جہل کو اشعث سے لڑنے کے لئے بھیجے کیونکہ وہ بھی بڑا بہادر اور نامور شخص ہے صدیق نے فاروق کی رائے کو پسند کیا اور خط لکھ کر ابن ابی جہل کو مطلع کیا کہ آگاہ ہو قبیلہ بنی کندہ نے علانیہ گناہگاری کا راستہ اختیار کیا اور زیاد ابن لبید اور مہاجر ابن امیہ کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے اس خط کو پڑھتے ہی لشکر سمیت جانب قلعہ بَریم علاقہ حضر موت روانہ ہو اور ان بد معاش گناہگاروں کو سزا دے اور اثناء راہ میں اہل مکہ اور دوسرے عربی قبیلوں میں سے جو کوئی تیرا ساتھ دے اسے اپنے ہمراہ لے جا خط کے دیکھتے ہی عکرمہ نے ملازموں اور خادموں وغیرہ کو طلب کیا کل کیفیت سنائی سب نے اس امر کو قبول کیا تقریباً دو ہزار سواروں کی جمیعت سے چل نکلا۔ علاقہ صنعا میں پہنچ کر لوگوں کو بنی کندہ کے جنگ پر آمادہ کیا وہ بھی اس درخواست کو منظور کر کے عکرمہ کے ساتھ ہوئے۔ جب مآرب میں پہنچے اور قیام کیا تو اہل دبا کو اطلاع ہوئی کہ عکرمہ بن کندہ سے لڑنے جاتا ہے بہت ہی برفروختہ ہوئے اور کہا کہ ہم عکرمہ کی ایسی گوشالی کریں گے کہ وہ بھی بنی کندہ سے لڑنا بھول جائے اس ارادے پر مستقل ہو کر صدیق کے عامل کو اپنے علاقہ سے نکال دیا اور خود سر بن بیٹھے۔ حذیفہ ابن عمر نے جو دبا کا عامل تھا صدیق کو اہل دبا کی بغاوت سے مطلع کیا صدیق اس اطلاع پانے سے سخت مترودد ہوا اور عکرمہ کو لکھا کہ دبا والوں نے شرارت اور سرکشی

کی ہے پہلے انھیں کو واجبی سزا دے اور ذرا سستی نہ کر جب فتح پائے اور تمام کام حسب مراد ٹھیک ہو جائے تو باشندگان دبا کو قید کر کے میرے پاس بھیج دے پھر زیاد ابن لبید کے پاس جانا اور اس کے ساتھ ہو کر مخالفوں کی سرکوبی کرنا اور کوشش بلیغ سے کام لینا شاید اللہ تعالیٰ حضرت موت کے علاقہ کو تمہارے ہاتھ سے فتح کر دے اور یہ فساد ہٹ جائے عکرمہ نے صدیق کا یہ خط پڑھتے ہی اہل دبا کی طرف رخ کیا اور دوسری طرف سے بقیظ ابن مالک نے فوج جمع کر کے عکرمہ کی سمت کو کوچ کیا دونوں میں سخت جنگ ہوئی بقیظ نے شکست کھائی اور عکرمہ نے تعاقب کر کے بہتوں کو قتل کیا اور بھگوڑوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لے کر دروازہ بند کر لیا عکرمہ نے زور آور حملہ سے قلعہ فتح کر کے اکثر سرداروں کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا تمام عورتیں اور بچے پکڑ لینے مال غنیمت تین سو اونٹ لاد کر صدیق کے پاس مدینہ کو روانہ کئے صدیق اس فتح سے بہت خوش ہو اور چاہا کہ قیدیوں کو سزا دے فاروق نے سفارش کی اور کہا کہ وہ کلمہ گو ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اگر ان کے قتل میں توقف کرے تو مصلحت سے بعید نہ ہو گا اس لئے حکم دیا کہ ان کو قید میں رکھیں یہ لوگ صدیق کی خلافت کے زمانہ میں قید رہے اور فاروق کے عہد میں آزاد کئے گئے کچھ تو وطن کو چلے گئے اور کچھ بصرہ میں رہنے لگے۔

الغرض عکرمہ اہل دبا سے فارغ ہو کر حضر موت کے شہروں کی طرف چلا اشعث کو بھی خبر لگی اس کے قبضہ میں مخیر نام کا قلعہ تھا خوب مضبوط کر کے اپنے اہل و عیال اور نوکروں چاکروں کو مال و دولت سمیت اس میں لے گیا اور

لڑائی کے ارادے سے مستعد ہو بیٹھا زیاد نے عکرمہ کے آنے کی خبر سن کر اپنی فوج میں منادی کر دی کہ ان دشمنوں سے جنھوں نے کفر کا طریق اختیار کر لیا ہے اگرچہ مقابلہ کرنا ناممکن ہے لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ان سے جنگ کروں اور عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے جو ہماری امداد کے واسطے بڑی بھاری فوج کے ساتھ آرہا ہے فتح حاصل کروں جس سے ہمارا اور تمہارا نام دنیا بھر میں نیکی اور دلیری کے ساتھ مشہور ہو جائے اشعث نے بھی اس معاملہ کو سن کر اپنی فوج سے اسی قسم کی گفتگو کی اور کہا کہ دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو تلوار کھینچو اور جس قدر ہو سکے خوب کوشش کرو کہ دنیا میں شہرت ہو جائے اس کے ساتھیوں نے بطیب خاطر اس کی بات کو سنا اور اس کا ساتھ دینے اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

زیاد نے صبح کے وقت فوج کو ترتیب دے کر دائیں بائیں اور سامنے کے دستوں کو قائم کیا اور خود میدان میں نکل کر خواہش ظاہر کی اشعث نے بھی میمنہ اور میسرہ اور جناح کی فوجوں کو قائم کر کے آپ قلب لشکر میں جا گزیں ہوا پھر دونوں فوجیں غٹ پٹ ہو گئیں خوب ہی جنگ ہوئی طرفین سے بے شمار آدمی مارے گئے زیاد ابن لبید کا بازو اشعث کی تلوار سے زخمی ہوا آخر کار اس کا لشکر بھاگ نکلا اور اپنی جگہ دشمنوں کے قبضہ کے لئے چھوڑ کر خود قلعہ بریم میں جا چھپے دوسرے دن عکرمہ فوج کو درست کر کے آگے بڑھا زیاد ابن لبید اور مہاجر ابن ابی امیہ سے آملہ مسلمانوں کو اس کے آنے سے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی مخالفوں پر دہشت طاری ہوئی اشعث اپنی فوج کا دل

بڑھاتا کہ دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو اور دلوں کو پڑمردہ نہ ہونے دو شیر کو
بحریوں کی کثرت کا ڈر کیا اور چیتے کو گیدڑ کے انبوہ کا خطرہ کیا۔

عکرمہ نے بھی فوج کو مردانہ حملہ کرنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ان کی
صفوں کو سامنے سے ہٹا دو عکرمہ کی فوجوں نے یک لخت گھوڑے دوڑائے
اشعث کے جھنڈے تک جا پہنچے اور شیر مردنے دشمنوں کو مثل روباہ تصور کر
کے سامنے سے ہٹا دیا۔

اشعث نے اپنی فوج کے ساتھ مضبوطی سے اپنے قدم جمائے رکھے
اور اس حملہ میں اپنی جگہ پر قبضہ نہ ہونے دیا اس قدر گردوغبار بلند ہوا کہ گویا
قیامت آگئی بے شمار آدمی قتل اور زخمی ہو گئے ظہر کے وقت سے عصر کے
وقت تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب شاہ مشرق کی سواری افق مغرب میں پہنچی
عکرمہ اور زیاد نے اپنی فوجوں کو سنایا کہ اے دوستو! دشمن شکستہ دل ہو گیا ہے
اور ان کے بہت سے آدمی زخمی ہو چکے ہیں مل کر ایک حملہ کرو اور تلواروں
سے کام لو ممکن ہے کہ فتحیاب ہو جاؤ پھر تو عکرمہ اور زیاد نے ایک ساتھ حملہ
کر کے ان فاجروں کا کام تمام کر دیا اور ان کا پیچھا کر کے قلعہ کے اندر داخل کر
دیا خود قلعہ کے گرد آپڑے اور لشکر گاہ قائم کیا ہر طرف سے راستے بند کر
دئے اور خوب مضبوطی کر لی۔

جب محصورین تنگ ہوئے تو اشعث نے کہا اے چچا کی اولاد اور خوشی
اور غمی کے ساتھیوں اس مہم دشوار کی اب کیا تدبیر کی جائے اور اس مشکل کو
حل کرنے کے لئے کیا رائے ہے سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہم کو خوش دل

دشمن کے زندہ رہنے کے سبب عزت و آبرو کے ساتھ مر جانا دل سے قبول ہے تو مطمئن رہ کہ جب تک ہمارے تن میں رمتق جان باقی ہے تجھے تہمانہ چھوڑیں گے اور جن دوستوں اور عزیزوں نے سبب رنجش سابقہ اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اب اسے بتلائے مصیبت دیکھ کر حمایت کے لئے دوڑے آئے اور امداد کی اور کہا کہ دل کو مضبوط رکھ اور قلعہ دشمن کے حوالہ نہ کر اشعث ان کے آنے سے بہت خوش ہوا اور لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا دوسرے دن فوج کو درست کر کے زیاد پر حملہ کیا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی بہت سے جوان مارے گئے بہت سے زخمی ہوئے عکرمہ کے سر پر تلوار لگی اور مسلمانوں کے دل چھوٹ گئے زیاد نے لشکر اور عکرمہ کا یہ حال دیکھ کر کہا اے مہاجر و انصار اور اے یاران و فادار ہمارے دشمن خستہ اور مغلوب ہو چکے ہیں صبر اور استقلال ہی سے راحت ملتی ہے ذرا اول کڑا کر کے ایک دو دن مردانگی کی داد دو اور قدم مضبوطی سے جمائے رہو دشمنوں کو کھانے پینے کی مہلت نہ دو ممکن ہے پردہ غیب سے ہماری فتح ظاہر ہو اور یہ مشکل کام آسان ہو جائے ساتھیوں نے جواب دیا جس قدر ہم میں قوت ہے اور جب تک رمتق جان بدن میں موجود ہے دشمنوں کے دفع کرنے میں ذرا سستی نہ کریں گے باقی امیدیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہیں یہ کہا اور اپنے قیام گاہ میں چلے آئے زیاد اٹن لبید اور تمام مسلمانوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خدا کے فضل پر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کا رعب مخالفوں کے دل میں ڈال دیا۔ زیاد نے تمام راستے بند کر دیئے۔ محصورین آب و دانے

کی قلت سے عاجز ہو گئے اشعث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ لڑائی سے ذرا نہیں اکتاتے مناسب ہے کہ ان سے صلح اور صفائی کر لیں اور امان طلب کریں۔

جیسے دن ہو اور اشعث اور اس کے لوگوں پر سخت تنگی واقع ہوئی اور آدمی بھوک و پیاس کے صدمے سے بے طاقت ہونے لگے تو ایک قاصد زیاد کے پاس بھیجا اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان چاہی زیاد نے منظور کیا اور امان نامہ لکھا گیا بنی کندہ نے جانا کہ اس کے سب آدمیوں کے لئے امان طلب کی ہے کسی نے بھی کچھ نہ کہا اشعث قلعہ سے باہر نکل آیا زیاد نے پوچھا اے اشعث کیا تو نے اپنے چچا زاد بھائیوں کے لئے امان نہیں چاہی ہے اور اسی اقرار پر میں نے عہد نامہ لکھا ہے۔

اشعث نے کہا ہاں!

زیاد نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تیری عقل محو کر دی ہے کہ تو نے عہد نامہ میں اپنا نام نہیں لکھا ہے اور اپنے لئے امان حاصل نہیں کی ہے خدا کی قسم میں تجھ کو تیرے کئے کی سزا دوں گا اور تیرے شر سے دنیا کو پاک کر دوں گا اشعث نے کہا کہ اے زیاد تو مجھے ایسا سمجھ سمجھتا ہے کہ سب کے لئے تو امان مانگوں اور اپنے آپ کو ہلاک کر دوں اگر تو مجھے قتل کرے گا تو تمام یمن کو اپنے اور اپنے آقا کے خلاف غضبناک بنائے گا اور تیرے مقابلہ کے لئے اس قدر سوار اور پیادے امنڈ کر آئیں گے کہ تو اپنے پچھلے دن بھول جائے گا۔ زیاد نے اشعث اور اس کے دوستوں کو خوب طرح سے قیضے میں لیا اور قلعہ کے

اندر داخل ہوا ایک ایک جنگجو جوان کو سامنے بلاتا تھا اور جلا د کو حکم دیتا تھا کہ اس کا سر اڑادے جب کچھ آدمی قتل ہو چکے تو باقیوں کو امان دی۔ مہل لمن اوس الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے اس دن کشتوں کی طرف نظر کی تو ان کو بنی قریظہ کے اس دن کے کشتوں کے مانند پایا کہ جس دن رسول مقبول ان کو دوزخ میں داخل کر رہے تھے پھر زیاد نے بنی کندہ کے بقیۃ السیف شرفا کی گنتی کا حکم دیا اسی آدمی تھے سب قید کر کے اشعث سمیت صدیق کے پاس روانہ کئے گئے جب سامنے آئے تو صدیق نے کہا اے اپنی جان کے دشمن اشعث، خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھ کو میرے حوالے کر دیا۔ اشعث بولا ہاں اے صدیق خدا نے تجھ کو ہم پر فתיاب کیا کیونکہ میری قوم نے میرا ساتھ نہ دیا اور جو کچھ مجھ سے ظہور میں آیا وہ زیاد کا قصور تھا وہ میرے ہم قوم لوگوں کو ظلم و ستم سے قتل اور بے عزت کرتا تھا مجھ سے بھی جو کچھ بن پڑا کئے گیا پھر قسم کھائی کہ میں دین اسلام پر ثابت قدم ہوں نہ مذہب بدلا ہے نہ مال سے غمگینی کی ہے لیکن زیاد ہم پر ظلم کرتا تھا اور بے گناہوں کو مارتا تھا مجھ سے اس ذلت کی عار نہ اٹھائی گئی نہ اپنے قوم کو مصیبت میں چھوڑ سکا اب تو جو کچھ گذرا گذر گیا خدا کی قسم اب میں باز آیا اپنی زندگی کو بادشاہوں کے جانوں کے عوض خریدتا ہوں یمن کے تمام قیدی رہا کروں گا اور اسلام کی مدد اظہر من الشمس کروں گا، صدیق نے اس کو اور اس کے چچا زاد بھائیوں کو چھوڑ دیا اور سب کو خلعت عطا کئے اشعث کو اپنا داماد بنایا یعنی ام فروہ سے اس کا نکاح پڑھ دیا اور بھی بے شمار احسان و اکرام کئے اشعث نے صدیق کے نزدیک بہت بڑی عزت و

ابروپائی۔ ام فروہ سے اشعث کی چار اولادیں پیدا ہوئیں محمد، اسمعیل، اسحاق اور جعدہ، ”محمد“، عمر، عثمان اور علیؑ کے ہواخواہوں میں سے گذرا ہے۔ جناب امیر المؤمنین حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ کی شہادت کے وقت میدان کربلا میں (لشکر عمر سعد) حاضر تھا اسمعیل اور اسحاق عبد الملک ابن مروان کے عہد خلافت میں قتل کئے گئے اہل روہ محلہ غرہ کا مجمل حال یہی ہے۔

صاحب تاریخ اعثم کوفی نے جو کچھ تحریر کیا ہے بعینہ یہی بات نسخ التواریخ ص ۱۴۳ حالات ابو بکر میں درج ہے۔ نیز دیگر مورخین نے بھی اسے تحریر کیا ہے۔

جب ہم قبائل کندہ اور حضر موت کے انکار بیعت ابو بکر کے اسباب کو دیکھتے ہیں تو صاف اور صریح الفاظ میں یہ ملتا ہے کہ وہ صرف اس لئے ابو بکر کی بیعت سے کارہ، مجتنب اور بے تعلق رہے اور بیعت سے صاف صاف انکار کر دیا کہ ان کے نزدیک منصب خلافت اہلبیتؑ رسالت کا حق تھا اور سوائے اہلبیتؑ کے کوئی اس کا حق نہیں رکھتا تھا کہ وہ رسول اکرمؐ کے انتقال پر ملال کے بعد تاج خلافت اپنے یا کسی اور کے سر پر رکھ سکے قبائل کندہ و حضر موت ماجرین و انصار کو بھی اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اجماع کے ذریعہ سے کسی کو رسول کا قائم مقام نامزد کر دیں ان قبائل نے زیاد ابن لبید اور دوسرے افراد سے جو گفتگو کی ہے وہ دلائل و براہین سے پر ہے ان قبائل نے بطلان خلافت اجماعی پر عقلی دلیل بھی پیش کی ہے اور نقلی بھی۔

ہم سطور ذیل میں ان کے استدلال کو پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین پر

یہ چیز اچھی طرح روشن و منور ہو جائے کہ شیعوں کا وجود اس زمانہ میں صرف مدینہ ہی میں نہیں تھا بلکہ مدینہ سے دور دراز مقامات پر بھی شیعہ موجود تھے۔ جذبہ ایثار و قربانی بھی ان میں پایا جاتا تھا اور راہِ محبت امیر المؤمنینؑ میں اپنا سب کچھ لٹانے پر تیار بھی تھے اور لٹا بھی دیا۔

ذرا قبائل کندہ اور حضرت موت کے استدلال کو سنی نواز مولوی سید علی نقی صاحب اور مصر کے مشہور اہل قلم طہ حسین دیکھیں اور بتائیں کہ شیعہ تھے یا نہیں تھے۔

۱۔ سراقہ بن حارث کا یہ قول شیعیت کی ترجمانی کرتا ہے کہ :-
محمدؐ اس وقت اللہ کے رسولؐ تھے اور ہم ان کی شریعت کے پابند تھے جب حضرت کی رحلت ہو گئی تو اگر ان کے اہلبیتؑ میں سے کوئی شخص خلیفہ ہوا تو ہم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے ابو قحافہ کے بیٹے کو کیا حق ہے (کہ وہ منصبِ خلافت پر فائز ہو) انھوں نے خاندانِ پیغمبرؐ کے حق کو غضب کیا ہے اس سے ہم سے کیا واسطہ۔

اور چند شعر کہے جس میں ابو بکر سے بیزاری اور حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ نبیؐ سے اظہارِ محبت و الفت کیا تھا۔

۲۔ اشعث بن قیس کا یہ قول بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ :-
یقین کرو کہ عرب کے لوگ ابو بکر کی خلافت کو تسلیم نہیں کریں گے اور اس کے قبیلہ کو مقدم نہیں کریں گے اور اگر یہ جائز ہو گا کہ بنی ہاشم جو پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ رسالت کی کان اور نبوت کے منظر ہیں ان کے علاوہ

کسی کو خلافت سپرد کی جائے اور مسند پیغمبر پر جگہ دی جائے تو اس کے لئے ہم سے بہتر اور کوئی نہیں ہے اس لئے کہ ہم دنیا کی شاہی ایسے وقت میں کر چکے ہیں جب کہ نہ کوئی بطحا کا آدمی بادشاہ تھانہ قریش کا۔“

اشعث کی اس تقریر سے قبائل کندہ کے تمام لوگ ابو بکر کے مخالف ہو گئے۔

۳۔ زیاد بن لبید نے قبائل کندہ سے فرار کر کے اموال کو مدینہ بھیج دیا اور خود قبیلہ بنی ذہل میں جو کندہ ہی کی ایک شاخ تھی چلا گیا اور ان کو ابو بکر کی اطاعت و بیعت کی دعوت دی جب زیاد اپنے مطلوب کو بیان کر چکا تو اس کی تقریر سن کر حارث بن معاویہ کھڑا ہوا اور اس نے کہنا شروع کیا کہ :

تم ہم کو ایسے شخص کی اطاعت کی دعوت دیتے ہو جس کی اطاعت کا حکم کسی نے بھی نہیں دیا اور نہ کسی نے اس کی خلافت کی وصیت کی ہے۔“

حارث کی تقریر سن کر زیاد نے جواب میں کہا کہ :

تم سچ کہتے ہو لیکن ہم مسلمانوں نے ابو بکر کو اس خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ حارث نے زیاد کے جواب میں کہا کہ :

جب تم نے خلافت کے لئے اسی (ابو بکر) کو منتخب کیا تھا تو اہلبیت پیغمبر کو کیوں نہ اختیار کیا اور حضرت علی کو کیوں چھوڑ دیا اس لئے کہ خلافت انھیں حضرت کا حق تھا۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

و اولو الارحام بعضهم اولیٰ بعض فی کتاب اللہ

اور صاحبانِ قربت کتابِ خدا میں بعض بعض سے اولیٰ ہیں۔

زیاد نے اس کے جواب میں کہا کہ :

مہاجرین و انصار اہل اسلام کے مصالح کو تجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں اور دین کو سیدھے راستے پر لیجانے کو تجھ سے زیادہ اچھا جانتے ہیں۔

حارث نے زیاد کے جواب میں کہا کہ :

خدا کی قسم مہاجرین و انصار نے حق کو مستحق سے موڑ دیا اور بھر پور کینہ اور حسد کی وجہ سے خلافت کو اہلبیتؑ سے غصب کیا ہے اور بغیر خدا و رسولؐ کی رضامندی کے خلیفہ کا تعین کیا ہے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جب تک اپنے اہلبیتؑ میں سے کسی کو منصبِ خلافت کے لئے معین نہیں کیا اور لوگوں کے لئے کسی کو امام اور مقتدی مقرر نہ کر لیا اس وقت تک اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر نہیں فرمایا۔ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ رسولؐ خدا دنیا سے تشریف لے جائیں اور اہل عالم کے لئے اپنا کوئی قائم مقام معین نہ کریں اور لوگوں کو سرِ اسیمہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں چھوڑ جائیں اور امامت ایسے عظیم امر کا کچھ خیال نہ فرمائیں اور دنیا سے سفر کر جائیں۔

اے زیاد اب تم خود بیان کرو کہ رسولؐ خدا نے دین کی مہار کس کے

ہاتھ میں دی اور دنیا سے تشریف لے گئے یہ تقریر کرنے کے بعد حارث نے زیاد سے کہا کہ تو ہمارے قبیلہ سے نکل جا کیونکہ تیری باتیں باطل ہیں۔

یہ گفتگو سن کر عبداللہ بن عرفجہ نے کہا کہ :-

خدا کی قسم حارث نے جو کچھ کہا بالکل سچ ہے اس شخص کو اپنے قبیلہ سے باہر کر دو اس کا مقتدا (ابو بکر) باطل پر ہے اور ناحق خلافت کو غضب کیا ہے۔

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مہاجرین و انصار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بھلائی پیش نظر رکھ سکیں اور آپ امت کے بارے میں بغیر کچھ فرمائے ہوئے دنیا سے چلے جائیں اور امت کے تمام امور کو اس جماعت کے سپرد کر جائیں۔ تاکہ امت والے جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں۔

خدا کی قسم پیغمبر نے امت کو مہمل اور بے ہادی و راہبر نہیں چھوڑا اور اپنے اہلبییت سے ایک خلیفہ معین کیا ہے۔

عرفجہ کی تقریر ختم ہوتے ہی عدی بن عوف اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ :-

بھائیوں عرفجہ کی باتوں کو قابل توجہ نہ سمجھو اور زیاد بن لبید کی اطاعت کرو اس لیے کہ مہاجرین و انصار مصالح فقہ اور مصالح ملک کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ بنی ذہل کو عدی کی باتیں پسند نہ آئیں اور لوگوں نے زیاد کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ارادہ کیا کہ اسے قتل کر دیں۔ زیاد نے اس محل پر تعجیل سے کام لیا اور اپنی جان چا کر وہاں سے چل کھڑا ہوا لیکن قبیلہ کندہ کے جس قبیلہ میں جاتا تھا اسے اسی طرح باتیں سننا پڑیں مجبوراً وہاں سے مدینہ واپس آ گیا۔

جائے تاریخ اعثم کوفی کے ہم نے یہ استلال ناسخ التورخ سے نقل کیے ہیں تاکہ ناظرین یہ اندازہ کر لیں کہ جو کچھ تاریخ اعثم کوفی میں ہے وہ سب کچھ ناسخ التورخ میں بھی ہے۔

جو قبائل یہ اعتقاد رکھتے ہوں اور اس طرح امامت حضرت امیر اور حقوق اہلبیت طاہرین کے قائل ہوں ان کو لشکر پر لشکر بھیج کر بیدردی سے قتل کر دینا اور عورتوں بچوں جوانوں بوڑھوں کو اسیر و مقید کرنا۔ ان کے اموال کو لوٹنا کس قانون و شریعت میں جائز ہے قبائل کندہ و حضر موت میں سے کتنے آدمی قتل ہوئے کتنے اسیر و مقید ہوئے تاریخ اسے نہیں بتاتی ہے البتہ ناسخ اور تاریخ اعثم کوفی کے پڑھنے سے مقتولین قبائل حضر موت کا ہلکا سا تصور ہو جاتا ہے اور ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز نظر آتی ہے واقعہ یہ ہوا کہ :-

ابو بکر ابن قحافہ نے زیاد کی واپسی کے بعد اسی سرکردگی میں مہاجرین و انصار کا چار ہزار کا لشکر روانہ کیا اس لشکر نے حضر موت میں پہنچنے کے بعد دو سرداران امیر المؤمنین و شیعیان حیدر کرا کے ساتھ کیا کیا اس کا اندازہ ناظرین حسب ذیل اقتباسات سے کر سکتے ہیں۔

۱۔ مہاجرین و انصار میں سے چار ہزار سوار نامزد کر کے زیاد کو حکم دیا کہ باشندگان حضر موت و کندہ کی سرکشی مٹانے کے لیے جائے۔ زیاد صدیق کا حکم سنتے ہی مع لشکر چل پڑا لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ اسلامی فوجیں نزدیک آ پہنچی ہیں اور نواح میں شہر کر مخالفوں کو تہ تیغ کر ڈالا ہے اور ان کا تمام

مال و اسباب لوٹ لیا ہے۔

۲۔ پھر قبیلہ بنی ہند کے پاس آیا ان کے سروں پر قضا کھیل رہی تھی کافر مردوں کو قتل کر ڈالا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔

۳۔ غرضکہ جس قبیلہ پر پہنچتا دشمنوں کو قتل کر ڈالتا۔

۴۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی حجر کی باری آئی جو قبیلہ حضرت موت کے جلیل القدر لوگ تھے زیاد نے ان پر رات کے وقت چھاپا مارا کچھ دیر لوگ لڑتے رہے آخر کار بھاگ نکلے اسلامی فوجوں کو لوٹ میں بہت سامان ہاتھ آیا۔ اور ان کے تمام اہل و عیال پکڑ لیے گئے۔

۵۔ پھر بنی حمیر کی طرف رخ کیا یہ لوگ بھی بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے زیاد کے آنے کی خبر سنتے ہی اسلحہ اٹھائے اور بڑے جوش و خروش سے شیروں کی طرح غراتے ہوئے حملہ کیا لمحہ بھر میں ۲۰ مسلمانوں کو شہید کیا اور ان کے بہت سے مارے گئے انجام یہ ہوا کہ زیاد کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے اور زن و فرزند کو چھوڑ گئے لشکر اسلام نے تمام لوٹ کے مال کو جمع کیا۔

۶۔ عکرمہ نے صدیق کا یہ خط (وہ خط جس میں بنو کندہ سے پہلے اہل دبا جو قبائل کندہ و حضر موت کی ہمدردی میں اپنے یہاں سے ابو بکر کے عامل کو نکال دیا تھا) پڑھتے ہی اہل دبا کی طرف رخ کیا اور دوسری طرف بقیط ابن مالک نے فوج جمع کر کے عکرمہ کی سمت کوچ کیا دونوں میں سخت جنگ ہوئی بقیط نے شکست کھائی اور عکرمہ نے تعاقب کر کے بہتوں کو قتل کیا اور

بھگوڑوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لے کر دروازہ بند کر لیا مگر مہ نے زور آور حملہ سے قلعہ فتح کر کے اکثر سرداروں کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا تمام عورتوں اور بچے پکڑ لیے مال غنیمت تین سو اونٹوں پر لاد کر صدیق کے پاس مدینہ کو روانہ کیے۔

۷۔ اشعث بن قیس کے پیام مصالحت کے بعد جب زیاد بن لبید کو تسلط حاصل ہو گیا تو اس نے آٹھ سو آدمیوں کو ایک ہی نشست میں قتل کر دیا ابھی یہ بازار قتل گرم تھا کہ ابو بکر کا خط آیا کہ چونکہ اشعث بن قیس نے صلح کر لی ہے اب کسی کو قتل نہ کیا جاوے۔ چنانچہ چمکتی ہوئی تلواریں رکیں اور قتل کا سلسلہ بند ہوا۔ خط پڑھ کر زیاد کہنے لگا کہ کاش یہ خط کچھ گھنٹہ قبل آجاتا تو میں کسی کو قتل نہ کرتا۔

شہید بن اوس انصاری کا بیان ہے کہ

اس دن بنی کندہ کے مقتولین کو دیکھ کر میری نظروں کے سامنے بنی قریظہ کا منظر آگیا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قتل کیے گئے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اشعث جن ہزاروں افراد کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا ان میں سے صرف اسی آدمی زندہ بچے اور بس۔ جن کو قید کر کے مدینہ لایا گیا۔ یہ امر بھی حیرت انگیز ہے کہ کہاں تو اشعث پر کفر و زندقہ کا الزام تھا اور کہاں اس سے اپنی بیٹی ام فروہ کی شادی کر دی اسی کا اثر تھا کہ اشعث اور اس کی اولاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دشمن اہلبیت ہو گئی۔ جعدہ بنت اشعث نے

امام حسنؑ کو زہر دیا اور محمد بن اشعث واقعہ کربلا میں عمر ابن سعد کے ساتھ شریک قتل حضرت امام حسینؑ علیہ السلام تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبائل کندہ و حضر موت کے ہزار ہا افراد ان لڑائیوں میں قتل ہوئے ہیں۔ جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ حضرت امیر کو خلیفہ رسولؐ جانتے تھے۔

اس واقعہ میں یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ جب زیاد بن لبید کو قبائل کندہ و حضر موت میں پیہم شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے اس کی اطلاع مدینہ بھیجی تو ابو بکر نے چاہا کہ حضرت امیر سے درخواست کریں کہ آپ اس جنگ کو تشریف لے جائیں لیکن عمر نے یہ کہہ کر مخالفت کی کہ اگر حضرت علیؑ جانے سے انکار کر دیں گے تو پھر کوئی اور آدمی اس مہم پر نہ جائے گا۔

بظاہر تو انہوں نے یہ کہا لیکن مقصود یہ تھا کہ جب قبائل کندہ و حضر موت صرف اس لیے لڑ رہے ہیں کہ ابو بکر خلیفہ جائز نہیں ہیں اور یہ حق حضرت علیؑ کا ہے تو پھر اپنے شیعوں سے لڑنے کے لیے حضرت علیؑ کو نکر جاسکتے ہیں۔

اس مخالفت کا ایک راز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ سے ان کے شیعہ ملیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان شیعوں کی امداد سے ہم سے خلافت چھین لیں اس لیے ان کا مدینہ ہی میں قیام زیادہ مناسب ہے۔

ابو سعید خالد بن سعید بن عاص بن امیہ

ہم جناب خالد اور چند دیگر اصحاب پیغمبر اسلام کا تذکرہ اس کتاب میں کر رہے ہیں جن کو جسمانی تکلیف تو نہیں دی گئی لیکن محبت حضرت امیرؐ اور شیعہ ہونے کے سبب سے ان کو ڈرایا دھمکایا گیا سخت کلامی کی گئی۔ چنانچہ حار الا نوار ج ۸ ص ۳۸ کی روایت کے مطابق جب چھ مہاجرین خالد بن سعید، سلمان فارسی، ابو ذر غفاری، مقداد بن اسود، عمار بن باسر، بریدہ اسلمی اور چھ انصاری ابو الہشیم ابن یتھان، سہل و عثمان فرزند ان حنیف الی بن کعب ابو ایوب انصار، فزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین ایک جمعہ کو منبر رسولؐ گھیر کر بیٹھے اور حضرت علیؑ کے حق خلافت کو چھین لینے کے خلاف احتجاج کیا مہاجرین انصار سے کہتے تھے تم کلام کی ابتدا کرو انصار مہاجرین سے کہتے تھے تم کلام کی ابتدا کرو جس نے سب سے پہلے احتجاج شروع کیا تھا جناب خالد ہی تھے ان مہاجرین و انصار کے احتجاج اتنے قوی تھے کہ ابو بکر سے جواب نہ بن پڑا اور کہا:-

ولیتکم ولست بخیر کم اقیلونی اقیلونی.

میں تمہارا خلیفہ تو ہو گیا میں تم میں کا بہتر آدمی نہیں ہوں مجھے چھوڑو

دو مجھے چھوڑ دو۔

اور اس کے بعد ذمہ دارانِ خلافت تین دن تک گھر میں بیٹھے رہے اور باہر ہی نہیں نکلے۔ چوتھے دن خالد بن ولید ہزار آدمیوں کے ساتھ سالم غلام حذیفہ ہزار آدمیوں کے ساتھ اور معاذ بن جبل ہزار آدمیوں کے ساتھ برہنہ تلواریں لیے مدینہ آئے اور ایک ایک کر کے اور آدمی جمع ہونے لگے یہاں تک کہ چار ہزار ہو گئے اور برہنہ تلواریں لے کر باہر آئے آگے آگے عمر تھے اور یہ سب مسجد نبیؐ میں آئے اور کہہ رہے تھے کہ اے اصحابِ علیؑ تم نے جو گفتگو چند روز قبل کی تھی اگر اب کر دو گے تو ہم سرتن سے جدا کر دیں گے یہ سن کر جناب خالد نے کہا کہ اے ضہاک حبشہ کے بیٹے تو مجھے اپنی تلواروں سے ڈراتا ہے چونکہ حجتِ خدا ہمارے ساتھ ہے ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے زیادہ تیز ہیں اس لیے ہم اس سے خوفزدہ نہیں ہو سکتے اگرچہ تعداد میں تم سے بہت کم ہیں۔ خدا کی قسم اگر امام کی اطاعت مقدم واولیٰ نہ ہوتی تو ہم ابھی ابھی اپنی تلواریں نیام سے نکال کر تم سے جہاد کرتے اور اس مخالفت کا مزا اچکھا دیتے اور حجت تمام کر دیتے۔

حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے جب خالد بن سعید بن عاص کی یہ تقریر سنی تو ارشاد فرمایا کہ خالد بیٹھ جاؤ خداوند عالم تمہاری منزلت کو جانتا ہے تمہاری سعی و کوشش کو بھی پہچانتا ہے اور اسے اس نے مشکور قرار دیا ہے۔

جناب خالد تو حضرت کا یہ کلام سن کر بیٹھ گئے لیکن جناب سلمان فارسی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے جناب رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اور اگر نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک دن مسجد میں میرا بھائی اور ابن عم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھا ہو گا اس پر ایک جماعت سختی کرتے گی جو جہنمی کتے ہوں گے وہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا چاہیں گے۔ کوئی شک نہیں وہ جماعت تم ہی لوگ ہو۔

یہ سنا تھا کہ عمر ابن خطاب نے جناب سلمان فارسی کے قتل کا ارادہ کیا یہ دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے عمر بن خطاب کا گریبان پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ ضہاک..... کے بیٹے اگر پہلے سے کتاب خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد نہ ہوتا تو میں دکھا دیتا کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں کم ہیں اور اپنے اصحاب سے کہا واپس جاؤ۔

اس واقعہ سے ان شیعیان امیر المؤمنین کا ڈرانا دھمکانا ثابت ہے (بقدر ضرورت نقل کیا گیا) اسی نظر یہ سے ہم نے جناب خالد جناب ابی بن کعب اور جناب مقداد کے حالات کو اس کتاب کا جزو قرار دیا ہے۔ (مؤلف)

جناب ابو سعید کا شمار ان لوگوں میں ہے جو سب پہلے اسلام لائے جناب خالد ابو بکر بن قحافہ سے بھی پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے بلکہ ابو بکر انھیں کے سب سے مسلمان ہوئے ان کے اسلام کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آگ کے بھرد کتے ہوئے شعلوں کے پاس کھڑے ہیں ان کا باپ چاہتا ہے کہ ان کو بھی اس آگ میں ڈال دے کہ ناگاہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف

گھسیٹ لیا اور فرمایا میری طرف چلے آؤ تاکہ آگ میں نہ گرو خالد اس ہولناک خواب سے بیدار ہوئے اور قسم کھائی کہ میرا خواب سچا ہے۔

اس خواب کے بعد خالد حضرت کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں ابو بکر سے ملاقات ہوئی انہوں نے حال دریافت کیا خالد نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا میں مسلمان ہونے جا رہا ہوں ابو بکر بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۷

اصابہ و اسعد الغلبہ میں مذکور ہے کہ جب ان کے اسلام کی خبر ان کے والد کو پہنچی تو باقی اولاد کو ان کے تلاش کے لیے بھیجا جب آئے تو ان کو بہت اذیت دی لیکن یہ اپنے عہد پر قائم رہے اس نے ان کو گھر سے نکال دیا۔ حضرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے اپنے یہاں انکے کھانے کا انتظام کر دیا ان کے ساتھ ان کا بھائی عمر و بھی مسلمان ہو گیا۔ ۲۰

چونکہ باپ کی ایذا سانی کا خوف تھا اس لیے جناب جعفر طیار کے ساتھ اپنی زوجہ اسمیہ بنت خالد خزاعیہ اور اپنے بھائی عمر بن سعید کو بھی لیا اور حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے اور انہیں کے ساتھ روز فتح خیبر واپس آئے۔ فتح مکہ وغزوہ حنین و طائف بتوک میں حضرت کے ہمراہ رکاب حاضر رہے۔ حضرت کی جانب سے خالد صدقات یمن حضرت کے والی تھے ان

کے بھائی لبان بن سعید بحرین کے حاکم تھے عمر بن سعید عامل سماء و خیبر یہ دعرینہ تھے یہ تینوں بھائی حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد استعقادے کرواپس آگئے اور ابو بکر نے کہا تم لوگ عمدہ ولایت سے کیوں چلے آئے ان لوگوں نے جواب دیا کہ سرور دو جہاں کی وفات کے بعد ہم کسی کی طرف سے کوئی عمدہ قبول نہ کریں گے۔ ۱۰

ان تینوں بھائیوں نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ ۲۰

جب وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت ابو بکر پر احتجاج کیا تو سب سے پہلے جس نے احتجاج کیا ہے وہ جناب خالد بن سعید ہی تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب ابو بکر کی بیعت سقیفہ میں واقع ہوئی تو یہ بارہ افراد مدینہ سے باہر تھے یہ لوگ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلام و ارکان میں شمار کیے جاتے تھے جب واپس آئے تو دیکھا ابو بکر خلیفہ ہو گئے یہ دیکھ کر خالد بن سعید کھڑے ہو گئے کہنے لگے اے ابو بکر خدا سے ڈرو۔ تم کو معلوم ہے کہ جب خدا نے جنگ بنی قریظہ میں اپنے رسول کو فتیاب کیا اور ہم لوگ حضرت کو گھیرے بیٹھے تھے۔ اس دن علی بن ابی طالب نے بنی قریظہ کے بڑے بڑے سوراخوں کو قتل کیا تھا اور ان کی شجاعت و بہادری کی دھاک سھوں کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی اس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

”اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم سب کو ایک وصیت کرتا ہوں اور ایک بات بطور امانت تمہارے پاس چھوڑتا ہوں اس کو محفوظ اور یاد رکھنا۔ آگاہ ہو کہ علی بن ابی طالب میرے بعد تمہارے امیر ہیں خلیفہ ہیں میرے رب نے مجھے اس کی وصیت کی ہے۔

آگاہ ہو کہ اگر میرے بعد علی کے بارے میں میری وصیت کی حفاظت اور علی کی نصرت و مدد نہ کرو گے تو تم سب میں اختلاف پیدا ہو جائے گا تمہارے دینی امور مضطرب و پر آگندہ ہو جائیں گے اور تم میں سے بدتر لوگ میرے بعد تمہارے حاکم ہو جائیں گے۔ آگاہ ہو کہ میرے اہلبیت ہی میرے امور کے وارث ہیں۔ میرے بعد میری امت کے کاموں کو انجام دینے والے ہیں۔

پالنے والے میری امت کے جو لوگ میرے اہل بیت کی اطاعت کریں اور میرے حقوق کا میرے اہلبیت کے بارے میں حفاظت کریں ان کو میرے زمرہ میں محشور کرنا اور ان کے لیے میرے ساتھ رہنے کا شرف عطا کرنا تاکہ وہ آخرت کا نور پا جائیں۔

پالنے والے جو لوگ میری قائم مقامی میں میرے اہل بیت سے برائی کریں ان کو اس جنت سے محروم رکھنا جس کی چوڑائی اور وسعت زمین و آسمان کی وسعت اور چوڑائی کے مانند ہے۔

جناب خالد کی یہ تقریر سن کر عمر نے کہا اے خالد خاموش ہو جاؤ اس لیے کہ نہ تم مشورہ کے قابل ہو نہ ان لوگوں میں داخل ہو جن کی رائے

جناب خالد بن سعید چونکہ قریشی و اموی تھے اسی سبب سے ان کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں دی گئی لیکن روحانی تکلیف جسمانی اذیت سے کہیں بالاتر ہوئی ہے ظاہر ہے جو شخص بنو ہاشم سے یہ کہے کہ :-

يابنى هاشم انکم لطول الشجر طيبته الثمرون نحن متبع

لکم . ۱۔

اے بنی ہاشم تم اونچے درخت اور پاکیزہ ثمر ہو اور ہم تمہارے پیرو اور متبع ہیں۔

اس کو حضرت امیر المومنینؑ اور جناب سیدہ نساء العالمینؑ پر جو مظالم کیے گئے ہیں کتنا عظیم صدمہ ہوا ہوگا کیا کوفت رہتی ہوگی یہ کس قدر تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہوں گی۔

سعد بن عبادہ بن ولیم ابن حارثہ ساعدی خزرجی انصاری

جناب سعد بن عبادہ کے حالات ہم اپنی کتاب اصحاب امیر المومنینؑ کی قربانیاں میں تحریر کر چکے ہیں۔

موصوف مدینہ طیبہ کے دو مشہور ترین قبیلہ اوس و خزرج میں سے قبیلہ خزرج کی سب سے نمایاں اور ممتاز فرد تھے۔

جناب علامہ شہید قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ مجالس امیر المومنینؑ مجلس دوم ص ۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام کے ان دونوں قبیلوں کا عموماً اور

کی اقتدا و پیروی کی جائے۔

خالد نے جواب دیا خطاب کے بیٹے تو خاموش رہ تو دوسرے کی زبان سے بولتا ہے خدا کی قسم قریش کے لوگ جانتے ہیں کہ تو حسب کے اعتبار سے سب سے برا، منصب کے لحاظ سے سب سے ادنیٰ قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے دور، شہرت و ذکر کر کے اعتبار سے سب سے زیادہ گم نام۔ خدا و رسولؐ سے مستغنی ہونے کے اعتبار سے سب کو تاہ ہو۔ اے عمر تو میدان جنگ میں بزول، مال میں غلیل۔ اصل کے اعتبار سے برے ہو تجھے قریش میں کوئی فخر حاصل نہیں ہے نہ جنگوں میں تذکرے ہیں۔ تو امر خلافت میں شیطان کے مانند ہے اس لیے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جاؤ اور جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے میں تم سے بری ہوں میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے ان دونوں کا انجام یہ ہو گا کہ ہمیشہ جہنم میں جلیں گے اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔

یہ جواب سن کر عمر متحیر و مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ ۱۔

ان کی تقریر کے بعد جناب سلمان نے احتجاج شروع کیا۔ (جناب سلمان کے حالات میں دیکھو)

خالد بن سعید کی وفات کہ واقعہ اخیادین میں ۲۰ جمادی الاول ۳۱ھ کو واقع ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ صفر ۱۲ھ ابند اخلافت عمر میں مقام مرہ میں قتل کیے گئے۔ ۲۔

سعد بن عبادہ اور ان کی اولاد کا اخلاص و محبت و انس بہت واضح و روشن ہے شارح دیوان حضرت امیرؑ قاضی میر حسن شافعی بیاں کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ علیہ السلام معاویہ سے جنگ کے لیے نوے ہزار کالشکر لے کر روانہ ہوئے ہیں تو ان میں آٹھ سو افراد انصار سے اور نو سو افراد اہل بیعتہ الرضوان سے شامل تھے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے بعض اشعار میں قبیلہ اوس و خزرج کی مدح کی ہے فرماتے ہیں کہ :-

اوس و خزرج وہ قوم ہیں جنہوں نے (رسول، اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو) پناہ دی اور جو چیزیں بخش جاتی ہیں ان سے بالاتر چیزوں کو بخش دیا۔

موصوف ۱۰۰ ہی خود جناب سعد بن عبادہ کے ذکر میں اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

جناب سعد سید انصار۔ کریم روزگار نقیب رسولؐ مختار تھے۔ علامہ حلی قدس سرہ نے ان کو مقبول و معتبر صحابہ میں شمار کیا ہے۔ تاریخ کی بعض معتبر کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے کہ سعد ابن عبادہ کو شاہ ولایت مآب حضرت علیؑ سے اخلاص کامل و اختصاص تمام حاصل تھا۔

جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ سے حضرت امیر المؤمنینؑ کا عقد کیا تھا تو جناب سعد نے ترتیب اسباب شادی

میں کافی امداد کی تھی اور خود اور ان کے بیٹے نہایت تندی ہی و مستعدی سے خدمات مجالارہے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں کہ :-

سعد عربی لکھتے تھے۔ اچھے تیراک اور بہترین تیر انداز تھے جس کے سبب سے ان کو کامل کھا جاتا تھا۔ خود جناب سعد اور ان کے باپ دادا اور بیٹے جو دو سخا میں مشہور و معروف تھے ان کے کچھ قلعے تھے جن پر روزانہ آواز دی جاتی تھی کہ جو شخص چربی اور گوشت کھانا چاہتا ہو وہ قلعہ ولیم بن حارثہ پر آئے۔

مقسم ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ :-

ہر جنگ میں پیغمبر سلام صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کے دو علم ہوا کرتے تھے مہاجرین کا علم حضرت علی کے ہاتھ میں اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قنیہ دینوری کتاب الامامتہ والسیاستہ ۲۰۷ میں فرماتے ہیں کہ :-

(جب سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت ہو رہی تھی اور جناب سعد بن عبادہ نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا تو ارشاد فرمایا) آگاہ ہو کہ اگر اسباب فراہم ہو جائیں کہ ہم تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ سکیں تو تم ہم سے اطراف و جوانب مدینہ میں (جنگ و جدل کی) ایسی آوازیں سنو گے جو تم کو اور

تمہارے ساتھیوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دیں گی اور اس قوم تک تم کو پہنچا دیں گی جن میں تم پچھوا اور پیرو تھے تمہاری اطاعت نہیں کی جاتی تھی۔ گمنام تھے معزز و محترم نہیں تھے۔

الغرض تمام لوگوں نے سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت کی یہاں تک کہ قریب تھا کہ جناب سعد کو کچل دیں جناب سعد نے کہا کہ تم لوگ تو مجھے مارے ڈالتے ہو ان سے کہا گیا (عمر نے کہا تھا) سعد کو قتل کر دو خدا اسے قتل کرے۔ سعد نے لوگوں سے کہا کہ مجھے یہاں سے اٹھا کر لے چلو چنانچہ لوگ ان کو وہاں سے اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

چند دنوں تک تو ان سے تعرض نہیں کیا گیا لیکن بالآخر ابو بکر نے کہا ابھیجا کہ اگر بیعت کرو اس لیے کہ تمام لوگوں اور تمہاری قوم نے میری بیعت کر لی ہے جناب سعد نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک میرے ترکش میں جتنے تیر ہیں ان کو تمہاری طرف نہ پھینک لوں اور تمہارے خون سے اپنے نیزے کو رنگین نہ کر لوں اور جب تک میرے قبضہ میں تلوار ہے اس سے تم سے جنگ نہ کر لوں میں تم سے اپنے ساتھیوں اقرباء اور قبیلہ والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ خدا کی قسم اگر انسانوں کے ساتھ جن بھی تمہاری بیعت کر لیں جب بھی میں تمہاری بیعت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے پالنے والے کے سامنے پیش کیا جاؤں اور اپنے حساب سے باخبر کر دوں۔

جب ابو بکر کو سعد کا یہ قول معلوم ہوا تو ان سے عمر نے کہا کہ سعد

جب تک بیعت نہ کر لیں ان کو نہ چھوڑیے۔ جب ان دونوں حضرات میں گفتگو ہوئی تو جناب سعد کے فرزند قیس بن سعد نے مشورہ دیا کہ اب سعد سے بیعت کا اصرار نہ کرو اسلئے کہ انہوں نے بیعت سے انکار کر دیا ہے بیعت نہ کرنے پر مصر ہیں وہ جب تک قتل نہ ہو جائیں گے بیعت نہیں کریں گے اور وہ قتل نہیں ہوں گے جب تک ان کے ساتھ ان کے بیٹے اہل بیتؑ اور گھرانے والے قتل نہ کیے جائیں اور تم لوگ ان کو ہرگز قتل نہیں کر سکتے ہو جب تک قبیلہ خزرج کے سب آدمی نہ قتل کر دیے جائیں اور خزرج کے افراد نہیں قتل کیے جاسکتے جب تک قبیلہ اوس کے کل اشخاص نہ قتل کر دیے جائیں۔ اس لیے امر خلافت جو تمہارے لیے درست ہو گیا ہے اسے برباد نہ کرو اور سعد بن عبادہ کو چھوڑ دو ان کا بغیر بیعت کے رہنا تمہارے لیے مضرت رساں بھی نہیں ہے اس لیے کہ وہ اکیلے ہیں۔ اس لیے سعد سے مطالبہ بیعت کو ترک کر دیا اس معاملہ میں بشیر بن سعد سے بھی ان لوگوں نے مشورہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔

جناب سعد بن عبادہ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے نہ نماز جمعہ میں حاضر ہوتے تھے نہ ان کے ساتھ حج کے لیے جاتے تھے۔ اگر ان کو افراد بیعت سقیفہ سے لڑنے کے لیے ناصر و مددگار مل جاتے تو وہ ان پر ضرور حملہ کر دیتے اور اگر کوئی شخص ان لوگوں سے جنگ کے لیے بیعت لیتا تو ضرور اس کی بیعت کرتے۔

جناب سعد کی ابو بکر کی زندگی میں یہی کیفیت باقی رہی جب وہ مر گئے

اور عمر خلیفہ ہوئے تو شام چلے گئے اور وہیں انتقال کر گئے۔ اور زندگی بھر (بعد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم) کسی کی بیعت نہیں کی۔

جناب شہید ثالث علامہ قاضی نور اللہ شوستریؒ تحریر فرماتے ہیں

کہ کامل بھائی میں مر قوم ہے کہ :-

سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج اور نقباء انصار میں داخل تھے جب لوگوں نے ابو بکر کی بیعت شروع کی تو انصار نے کہا کہ جب تم لوگوں نے خدا و رسولؐ کی نص خلافت کے متعلق ترک کر دی ہے اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہو تو پھر کسی کو دوسرے پر اولویت و فوقیت حاصل نہیں ہے ہم چونکہ انصار ہیں سعد بن عبادہ کو اپنا رئیس و خلیفہ منتخب کرتے ہیں۔ جب جناب سعد نے یہ گفتگو سنی تو کہنے لگے میں دین خدا کو دنیا کے عوض میں فروخت نہیں کروں گا اور خدا و رسولؐ کو اپنا دشمن نہیں بناؤں گا اور اس عمدہ کو قبول نہیں کروں گا تاکہ مجھ میں اور دوسرے میں روبروے پروردگار عالم فرق باقی رہے۔ جب سعد نے یہ کہا تو ابو بکر کے مقصد (بیعت کو) تقویت حاصل ہوئی اور لوگ انکی طرف مائل ہو گئے۔

ان لوگوں نے جناب سعد سے بیعت طلب کی، جناب سعد نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر دیا اور فرمانے لگے اس جھوٹ (مخالفت خدا و رسولؐ میں منصب خلافت) کو جب میں نے اپنے لیے نہیں چاہا تو دوسرے کے لیے بھی قبول نہ کروں گا اور نہ دوسروں کے لیے دوزخ میں

جاؤں گا۔

غرض جناب سعد نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی عمر کے زمانہ میں بھی لوگوں نے اصرار کیا کہ ان کی بیعت کریں مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اور عمر و ابو بکر ان کی قوم کی قوت و کثرت سے خوفزدہ ہو کر ان کو بیعت پر مجبور بھی نہیں کر سکے۔ نہ مجبور کرنے کی ہمت کر سکے لیکن بظاہر ان سے روادارانہ برتاؤ کرتے رہتے تھے اور ان کی بیعت حاصل کرنے کے لیے حیلہ و تدبیر کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کے فرزند جناب قیس نے عمر کو نصیحت کی جس کو ہم اصحاب امیر المومنین کی قربانیاں حصہ اول ص ۳۵ پر تحریر کر چکے ہیں اس لیے اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ اس سے قبل کتاب الامامتہ والسیاست کے اقتباس میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

سقیفۃ بنی ساعدہ میں عمر تو جناب سعد سے اتنا ہر ہم تھے کہ جب ان کے بیعت کر لینے کے بعد لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کے لیے ہجوم کیا تو جناب سعد جو سخت بیمار تھے اس ہجوم کے درمیان میں آگئے اور قریب تھا کہ کچل جائیں جناب سعد نے کہنا شروع کیا مجھے نہ کچلو مجھے نہ پامال کرو۔ تو عمر کہنے لگے سعد کو قتل کر ڈالو خدا سے قتل کرے جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے۔

علماء اہلسنت اس کے قائل ہیں کہ چونکہ سعد عمر سے خفاھے اس لیے جنوں کے ایک گروہ نے تیر سے سعد کو ہلاک کر دیا۔ یہ قول بھی ہے کہ سعد کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے اس لیے جنوں نے قتل کر دیا لیکن دونوں

قول باطل ہیں اس لیے کہ حضرت رسولؐ اور ابو بکر اہل سنت کے نزدیک عمر سے افضل تھے کیا وجہ تھی کہ ان حضرات کے کسی دشمن کو جنوں نے نہیں قتل کیا آخر عمر کو کیا خصوصیت حاصل تھی جن کے دشمن کو جن قتل کرتے۔

رہا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا یہ بھی کوئی جرم نہیں ہے اس لیے کہ علامہ محمد بن اسمعیل نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اسے سنت پیغمبر اسلامؐ قرار دیا ہے اگر سعد نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو سنت نبویؐ پر عمل کیا۔ اصل یہ ہے کہ جناب سعد نے خلفاء کی بیعت نہیں کی تھی اس لیے ان کو قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ علامہ قاضی نور اللہ شوستریؒ فرماتے ہیں کہ۔

ایک شاعر انصاری نے اس پر فریب قول کا پردہ چاک کر دیا ہے وہ کہتا ہے کہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ سعد کے پیٹ کو جنوں نے چاک کر ڈالا آگاہ ہو بسا اوقات تم اپنے فعل کو عذر و فریب سے محقق کرتے ہو۔

سعد کا کوئی گناہ نہیں تھا کہ انھوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا سعد کا اصل گناہ تو یہ تھا کہ انھوں نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی اصل میں جناب سعد کے قتل کے لیے محمد بن مسلمہ انصاری اور خالد بن ولید عمر کی طرف سے معین کیے گئے تھے انھوں نے ان کو قتل کر کے شہرت دے دی کہ جنوں نے سعد کو قتل کیا ہے۔

اس کے ثبوت کے لیے اس کتاب میں خالد اور عمر کی گفتگو ص ۸۰ پر ملاحظہ کیجئے وہاں خالد کا عمر سے خود اعتراف درج کیا گیا ہے کہ ہم نے آپ کی خوشی کیلئے سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہے۔

کامل بھائی کی مؤید نعمان بن عجلان انصاری کے اشعار ہیں جن کو استیعاب ص ۵۵۰ ج ۳ بر حاشیہ اصالبہ پر مفصل اور اصالبہ ج ۳ ص ۵۶۲ پر اختصار کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی ان اشعار کو شرح نہج البلاغہ ص ۱۰ میں تحریر کیا ہے۔

نعمان کے یہ اشعار اس وقت کے ہیں جب انصار ابو بکر کی بیعت پر شرمندہ ہوئے اور قریش و انصار میں چشمک شروع ہوئی قریشی انصار کو نظماً و نثرأ برا بھلا کہتے تھے انصار قریش کی اسی طرح مذمت کرتے تھے اور ڈراتے دھمکاتے تھے اس میں عمرو بن عاص کے آجانے سے اور شدت پیدا ہو گئی اس وقت انصار نے نعمان بن عجلان جو تھے تو گندمی رنگ کے کوتاہ قامت انسان لوگوں کی نظروں میں حقیر معلوم ہوتے تھے مگر انصار کی زبان اور شاعر تھے وہ قریش کے مجمع میں آئے جہاں عمرو بھی موجود تھا ان سے گفتگو کی عمر و عاص کو جھڑکا اور اس کے معائب بیان کیے اور واپس آکر ایک زبردست قصیدہ کہا جن میں حسب ذیل اشعار بھی تھے جن کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

تم نے کہا کہ سعد کا خلافت کے لیے معین کرنا حرام ہے اور تمھارا

عنتیق ابن عثمان (ابو بکر کا اصلی نام ہے) ابو بکر کا نصب کرنا حلال و جائز ہے۔ ابو بکر کے گھرانے والے خلافت کے بہترین انتظام کرنے والے ہیں حالانکہ خلافت کے لیے سب سے زیادہ موزوں و لائق و سزاوار حضرت علی ہی ہیں اے عمر و ہماری خواہشیں (خلافت کیلئے) حضرت علی ہی کے ساتھ تھی اور وہ خلافت کے لائق بھی ہیں جسے اے عمر تو نہیں جانتا ہے حضرت علی خدا کی مدد سے ہدایت کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور برائی سرکشی اور ناپسندیدہ چیزوں سے لوگوں کو روکتے ہیں حضرت علی ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں پچازاد بھائی ہیں اور کفر و گمراہی کے شہسواروں کے قاتل ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہی گمراہوں کو شاہراہ ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور ان گمراہوں کے کان کھول دیتے ہیں (جو گمراہی و ضلالت سے) بہت زیادہ بہرے ہو گئے ہیں۔ غار میں تھا حضرت علی ہی حضرت نبی کریم سے سرگوشی اور باتیں کرتے رہے اور گزشتہ زمانہ سے آپ ہی حضرت کے ساتھی اور صدیق تھے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی نہ ہوتے (اور حضرت علی کو وصیت نہ کر دی ہوتی) تو لوگ خلافت پر قبضہ نہ کر سکتے لیکن (اب) یہ صبر و شکیبائی کے لائق ہے۔

ابی بن کعب بن قیس خزرجی انصاری

جناب ابی بن کعب خزرجی انصاری جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر و عظیم المرتبت صحابی تھے۔ عقبہ ثانیہ میں یہ بھی موجود

تھے (مدینہ سے اسی آدمیوں کی جو جماعت قبل ہجرت سرور عالم صلی اللہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دوسرے سال حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئی ان میں جناب ابی بن کعب بھی داخل تھے)

جناب اہی صحابی میں زبردست فقیہ اور سب سے بہتر قاری قرآن تھے کاتب وحی بھی تھے۔ جنگ بدر اور دیگر لڑائیوں میں شریک بھی رہے۔ ۱۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے بھی اخلاص رکھتے تھے۔ علامہ قاضی نور اللہ شوستری مجالس ۲۔ المؤمنین میں کامل بھائی سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

جب روز سقیفہ گذر اور شب ہوئی تو جناب ابی بن کعب کہتے ہیں کہ میں انصار کی ایک جماعت کی طرف سے گذرا ان لوگوں نے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو میں نے جواب دیا اہلبیت رسالت کے پاس سے آرہا ہوں۔ جماعت انصار نے دریافت کیا کہ تم نے اہلبیت رسالت کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ ابی نے جواب دیا کہ میں اس قوم کے حال کو کیا بیان کروں جن کا گھر آج تک محل نزول جبرئیل وجائے قدم پیغمبر اسلام تھا آج اس کی یہ حالت باقی نہیں ہے (اس لیے کہ رسول اسلام انتقال کر گئے) اور لوگوں نے ان کے حق کو ان سے چھین لیا ہے یہ کہہ کر جناب ابی رونے لگے اور تمام حاضرین بھی رونے لگے۔

استیعاب ص ۲۹ ج ۱۔ حاشیہ اصحابہ میں مذکور ہے کہ جناب رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

میری امت میں سب سے بہتر قاری ابی بن کعب ہیں۔

حضرت ہی سے منقول ہے کہ :-

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں یا تم پر

قرآن کو پیش کروں۔

جناب ابی بن کعب بھی ان لوگوں میں داخل تھے جنہوں نے ابو بکر کی

بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابو الفداء اسمعیل بن علی ایوبی کتاب

المختصر فی اخبار البشر میں فرماتے ہیں کہ :-

جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو عمر بن

خطاب نے کہا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم انتقال کر گئے تو میں اس کا سراپا اس تلوار سے اڑا دوں گا۔ اس وقت

ابو بکر نے یہ آیت پڑھی :

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسول افان مات

او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔

محمد نہیں ہیں مگر رسول ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں کیا جب

محمد مر جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے تو تم پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے۔

یہ سن کر لوگ جلدی سے سقیفہ بنو ساعدہ آئے اور عمر نے ابو بکر کی

بیعت کر لی اور ربیع الاول ۱ھ کے وسطی دھائی میں ابو بکر کی بیعت

کرنے لگے صرف بنو ہاشم کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی اور حسب

ذیل افراد نے بیعت سے انکار کر دیا۔ زبیر بن عوام، عتبہ بن ابی لہب، خالد بن سعید بن عاص، مقداد بن عمرو، سلمان فارسی، ابوذر، عمار ابن یاسر، براء بن عازب اور ابی کعب۔ یہ سب لوگ حضرت علیؑ کی طرف مائل ہوئے۔ اسی واقعہ کے بارے میں عتبہ بن ابی لہب نے کچھ اشعار کہے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

میں گمان نہیں کرتا تھا کہ امر خلافت بنو ہاشم خصوصاً ابو الحسن (علیؑ) سے پلٹ جائے گا جو سب سے پہلے ایمان لائے ہیں سب سے زیادہ امور دین میں سبقت کرتے ہیں سب سے زیادہ قرآن اور سنت نبویؐ کے عالم ہیں اور آخری وہ شخص ہیں جنہوں نے رسولؐ کے انتقال کے وقت حضرت سے ملاقات کی اور آپ ہی وہ ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل و کفن میں جبرئیل نے ان کی مدد کی۔ حضرت علیؑ ہی وہ ہیں جن میں وہ اوصاف ہیں جو اور لوگوں میں نہیں ہیں اور جو خوبیاں حضرت علیؑ میں ہیں وہ اصحاب پیغمبرؐ اسلام میں سے کسی میں نہیں ہیں۔

اسی طرح بنو امیہ سے ابو سفیان نے بھی بیعت ابو بکر سے انکار کر دیا تھا اسے حسب ذیل کتب اہل سنت میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۱) تاریخ یعقوبی (۲) تتمہ المختصر فی اخبار البشر

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی محبت و الفت و دوستی وہ چیز تھی جس سے عمر ان سے خفا رہتے تھے اور کسی نہ کسی بہانہ سے انہیں اذیت و تکلیف پہنچاتے تھے جیسا کہ حسب ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

جناب ابی بن کعب ایسے جری و بہادر تھے کہ حق بات کہنے میں عمر ایسے تند خواور سخت مزاج آدمی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ علامہ سیوطی تفسیر در منشور میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-
ابو مجذبیان کرتا ہے کہ ابی بن کعب نے پڑھا :-

من الذین استحق علیہم الاولیاء .

ان لوگوں میں سے جن کے دو ولی مستحق ہوئے۔

تو عمر نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو ابی نے جواب دیا تم سب سے بڑے جھوٹے ہو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا تم امیر المؤمنین کو جھٹلاتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ میں تجھ سے زیادہ حق امیر المؤمنین کی تعظیم کرتا ہوں لیکن میں تصدیق کتاب خدا کے لیے ان کو جھٹلا رہا ہوں اور میں تکذیب کتاب خدا میں امیر المؤمنین کی تصدیق نہیں کروں گا۔ عمر نے کہا الی سچ کہتے ہیں۔

اس روایت کو ملا علی متقی نے کنز العمال میں بھی نقل کیا ہے۔

علامہ نور الدین سمہودی و فانیو فاباخبار دار المصطفیٰ میں تحریر فرماتے

ہیں کہ :-

سالم ابو نصر ناقل ہے کہ زمانہ عمر میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور مسجد نبوی مسلمانوں کے لیے ناکافی ہونے لگی تو انہوں نے مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کے لیے جناب عباس اور مہات المؤمنین کے گھروں کو خریدنا چاہا ایک دن عمر نے عباس بن عبدالمطلب سے کہا اے

ابو الفضل مسلمانوں کی مسجد تنگ پڑ گئی ہے اور میں نے مسجد کے آس پاس کے گھروں کو مسجد وسیع کرنے کے لیے خرید لیا ہے اب صرف آپ اور امہات المؤمنین کے مکان باقی ہیں۔

رہے امہات المؤمنین کے مکانات تو ان کو لے کر مسجد میں داخل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے رہا آپ کا گھر تو آپ اسے میرے ہاتھ بیعت المال کی جس قیمت سے چاہیں فروخت کر ڈالیں تاکہ مسلمانوں کی مسجد کو وسیع کر دوں۔ جناب عباس نے کہا کہ میں تو اپنا گھر نہ فروخت کروں گا۔ عمر نے کہا کہ اچھا تین امروں میں سے کسی امر کو اختیار کیجئے یا تو مسلمانوں کے بیعت المال سے جس قیمت پر آپ چاہیں اسے فروخت کر دیں یا آپ مدینہ میں جو جگہ پسند کریں میں بیعت المال سے آپ کیلئے وہاں ایک گھر بنا دوں اور آپ اپنا گھر مسجد کی وسعت کرنے کے لیے دیدیں یا آپ اپنے گھر کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیں تاکہ مسجد کی وسعت بڑھادی جائے حضرت عباس نے کہا کہ میں ان تین باتوں میں سے کسی بات کو قبول نہیں کرتا ہوں۔

عمر نے کہا اچھا آپ مسلمانوں میں سے جسے چاہیں ہمارے اور اپنے درمیان حکم بنا دیجئے۔ جناب عباس نے کہا کہ میں ابی بن کعب کو حکم بناتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں افراد ابی کے پاس آئے اور ان سے قصہ بیان کیا۔

ابی بن کعب نے کہا کہ آپ حضرات اگر چاہیں تو آپ کے سامنے ایک قصہ بیان کروں جسے میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ دونوں حضرات نے ابی بن کعب سے کہا آپ بیان کیجئے۔

ابن کعب نے کہا میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جناب باری نے حضرت داؤد کو وحی کی کہ میرے لیے گھر بنائیے جس میں میرا ذکر کیا جائے۔ جناب داؤد نے اس کیلئے تعمیر بیت المقدس کا ایک نقشہ بنایا لیکن اس کے چوکور ہونے میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا گھر مانع تھا۔ جناب داؤد نے اس سے کہا اپنا گھر فروخت کر ڈال اس نے اپنا گھر بیچنے سے انکار کر دیا۔ جناب داؤد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس اسرائیلی کے گھر کو لے کر مسجد میں شامل کر دیں۔ اس وقت خداوند عالم نے جناب داؤد کو وحی بھیجی کہ اے داؤد میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ میرا گھر بناؤ جس میں میرا ذکر کیا جائے لیکن تم نے ارادہ کیا ہے کہ اس میں غصہ جگہ داخل کرو میری شان غصب کرنا نہیں ہے اس لیے تم کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ میرا گھر نہ بناؤ۔

جناب داؤد نے عرض کیا پالنے والے میری اولاد تیرا گھر بنائے گی ارشاد باری ہوا۔ ہاں یہ سنتے ہی عمر کو غصہ آگیا اور انہوں نے ابن کعب کا گریبان پکڑا اور کہنے لگے میں تمہارے پاس ایک چیز کیلئے آیا تھا تم نے اس سے بھی سخت و شدید چیز بیان کی جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اس سے تم کو ضرور بالضرور الگ ہونا پڑے گا۔

اس کے بعد ابن کعب کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مسجد نبوی میں لائے۔ اور ان کو اصحاب حضرت پیغمبر اسلام کے ایک گروہ کے سامنے لا کر کھڑا کیا جن میں حضرت ابوذر بھی موجود تھے۔

اصحاب نبی کے مجمع میں پہنچ کر ابی بن کعب نے قسم دے کر دریافت کیا جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بتائے بیت المقدس کی حدیث سنی ہو بیان کرے جناب ابو ذر نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک اور شخص نے بیان کیا میں نے بھی یہ حدیث حضرت کی زبان سے سنی ہے۔ یہ سن کر عمر نے ابی کو چھوڑ دیا۔

اس وقت ابی نے عمر سے کہا تم مجھے حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے میں جھوٹا سمجھتے ہو عمر نے جواب دیا میں اس حدیث میں تم کو چھوٹا نہیں سمجھتا تھا بلکہ میں نے یہ چاہا کہ یہ حدیث رسول ظاہر ہو جائے۔ ۱۷

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں کہ :-

ابی بن کعب ان بارہ افراد میں داخل تھے جنہوں نے ابو بکر سے اس امر پر احتجاج کیا کہ حضرت علی کو چھوڑ کر کیوں آپ نے اپنے لیے بیعت لی اور کیوں جناب رسول خدا کی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔

ابی بن کعب نے ابو بکر سے کہا اے ابو بکر اس حق کا انکار نہ کرو جسے خدا نے تمہارے غیر کے لیے قرار دیا ہے اور تم ہی پہلی نہ فرد بنو جس نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے باوجود نافرمانی کی ہو۔ اور حضرت کے حکم سے روگردانی کی ہو۔ حق اہل حق کو واپس کر دو۔ تم محفوظ رہو گے اور اپنی گمراہی و ضلالت میں نہ پڑے رہو اس لیے کہ (اگر ایسا نہ کرو

گے (تو تم کو شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ اے ابو بکر جلد توبہ کر لو تو تمہارے گناہوں کا بوجھ کم ہو جائیگا اور اپنے لیے امر خلافت کو مخصوص نہ قرار دو اس لئے کہ خداوند عالم نے اسے تمہارے لیے نہیں معین کیا ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو تم کو اپنے کیے کی سزا بھگتنا پڑے گی تم عنقریب دنیا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گے اس وقت وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا لے کر یہاں آئے ہو۔ ۱۰

جناب ابی بن کعب سے دوسرے خلیفہ صاحب اتنے فخر ہتے تھے کہ جاوید پیمان پر سختی کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ تاریخ خمیس علامہ دیار بکری میں مرقوم ہے کہ :-

ایک دن جناب ابی گذر رہے تھے اور ان کے پیچھے کچھ لوگ چل رہے تھے عمر نے دڑے کو بلند کیا (اور ان کو مارا) اور کہا کہ یہ پیروی کرنے والے اور جس کی پیروی کی جا رہی ہے دونوں کے لیے فتنہ و ذلت ہے۔

عمر نے اس محل پر دڑے کو جو استعمال کیا اور ابی اور ان کے تبعین کو تنبیہ کی ہے۔ یہ مقصد بغیر درزہ بلند کیے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔

مگر انکار بیعت ابی اور اظہار محبت حضرت علی علیہ السلام کا عوض لینے کی اس کے علاوہ کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی ورنہ ابی کو زبانی سمجھا سکتے تھے کہ تم جب راستہ چلا کرو تو تمہارے پیچھے کوئی اور نہ چلا کرے اس لیے کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔

جناب ابی اور ان کے مانند جو محبت امیر المؤمنین اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اس احتجاج میں شریک تھے ان کو کس طرح چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ڈرایا دھمکایا گیا اسے ہم ابو سعید خالد بن سعید بن عاص کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے جناب ابی پر اور جو سختیاں تفسیر قرآن یا حدیث بیان کرنے کے ضمن میں کی گئیں وہ بھی صرف محبت حضرت امیر ہونے کے سبب سے کی جاتی تھیں اور اصل میں بیعت خلفاء نہ کرنے کا غصہ کسی اور بہانہ سے اتارا جاتا تھا۔

ان کی وفات کے بارے میں علماء رجال میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ۱۵ھ میں وفات پائی۔ بعض ۲۰ھ میں وفات کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے عثمان کے زمانہ میں انتقال کیا ہے۔

بلال بن رباح

مؤذن سرکارِ دو عالم

جناب بلال کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا کنیت ابو عبد اللہ تھی یہ بعض بنی نجح کے غلام تھے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن اور خازن تھے۔ جنگ بدر واحد اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے جناب بلال پاکیزہ قلب اور سچے مسلمان تھے۔

جناب بلال مسلمان ہو گئے تو مشرکین مکہ نے ان کو اذیتیں دینا شروع کیں لیکن یہ ان مصائب کو برداشت کرتے رہے مگر کلمات کفر زبان پر جاری نہیں کیے۔

اصابہ ۱۰ میں منقول ہے کہ :-

امیہ بن خلف ان کو چلچلاتی دوپہر میں مکہ سے باہر لاتا تھا اور دھوپ میں مکہ کی پتھریلی زمین پر چٹ لٹا دیتا تھا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھوا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ بلال اسی حالت میں باقی رہیں گے یہاں تک کہ مرجائیں یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر دیں اور یہ زور زور احد احد کہتے رہتے ادھر سے ابو بکر کا گذر ہوا انھوں نے اپنے ایک مضبوط حبشی غلام کے عوض میں ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

عبداللہ نقل ہے کہ :-

پہلے جن افراد نے اسلام کا اظہار کیا سات افراد تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابو بکر و عمار و سمیہ و الدہ عمار و صہب و بلال و مقداد۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت آپ کے چچا ابو طالب کرتے تھے ابو بکر کی قوم ان کی حفاظت کرتی تھی لیکن باقی لوگوں کو مشرکین مکہ گرفتار کر لیتے اور لوہے کی ذرہ پنہا کر چلچلاتی دوپہر میں کھڑا کر دیتے سب تو کفار کے منشا کے مطابق کلمات کفر زبان پر جاری کر دیتے مگر جناب بلال تکلیفیں جھیلنے مصائب سہتے کلمات کفر زبان پر جاری نہ کرتے تھے۔ خوشنودی خدا کے لیے

یہ ہر جسمانی تکلیف برداشت کرتے تھے اپنی قوم کی نظروں میں بھی (مسلمان ہونے کے سبب سے) حقیر سمجھے جاتے تھے اس لیے مشرکین ان کو چوچوں کو دیدیتے تھے وہ ان کو لے کر مکہ کے گلی کو چوچوں میں پھرتے تھے اور بلال احد احد کی صد بلند کرتے رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب گلی کو چوچوں میں پھراتے تھے تو ان کے گلے میں ایک رسی بندھی تھی۔ ۱۔

عطاء خراسانی کہتا ہے کہ میں سعید بن مسیب کے پاس تھا کہ انھوں نے جناب بلال کا تذکرہ کیا اور کہا مشرکین (مارپیٹ کر) ان کو اپنے سے قریب کرنا چاہتے تھے تو وہ اللہ اللہ کہتے رہتے تھے۔

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر سے ملاقات کی اور کہا کہ اگر ہمارے مال ہو تا تو ہم بلال کو خرید لیتے۔ ابو بکر جناب عباس بن عبد المطلب کے پاس آئے اور کہا کہ میرے لیے بلال کو خرید دیجئے۔ جناب عباس ان کی مالکہ کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ بلال کو مرنے سے پہلے میرے ہاتھ بچ ڈال اس لیے کہ اگر وہ مر گیا تو تم کو اس کی قیمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس نے کہا اسے خرید کر کیا کیجئے گا وہ تو بہت خبیث ہے۔ جناب عباس کئی دفعہ اس کے پاس آئے اور وہ ہر دفعہ یہی کہتی رہی بالآخر انھوں نے خرید کر ابو بکر کے پاس بھیج دیا اور انھوں نے بلال کو آزاد کر دیا۔ ۲۔

جناب بلال گہرے گندمی رنگ کے دبلے پتلے لائے اور کمزور انسان

تھے ان کی ڈاڑھی چھدری تھی۔ ان سے حسب ذیل صحابہ نے روایت کی ہے :-

ابو بکر و عمر و اسامہ بن زید و عبد اللہ بن عمر و کعب بن عجرہ و براء بن عازب ان کے علاوہ اور بھی صحابہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

استیعاب ص ۱۴۲ کا جو اقتباس ہم نے پیش کیا اس میں سابقین اسلام میں حضرت علیؑ کا ذکر نہ کرنا اس گندیدہ تعصب کو ظاہر کرتا ہے جو عموماً روایات و مؤرخین میں پایا جاتا ہے۔

دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ جن پانچ مسلمانوں کو مشرکین لوہے کی ذرہاں پنہا کر دھوپ میں کھڑا کر کے کلمات کفر زبان پر جاری کرنے پر مجبور کرتے تھے اور بلال کے علاوہ باقی لوگ اذیت و تکلیف سے بچنے کے لیے کلمات کفر زبان پر جاری کر کے جو رہائی حاصل کر لیتے تھے شیعہ اسی کو تقیہ کہتے ہیں جس پر ہمارے مخالفین برابر ہم پر طعنہ زن رہا کرتے ہیں۔ اس واقعہ نے یہ ظاہر کر دیا کہ تقیہ سیرت اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ وآلہ وسلم ہے۔

حالات جناب عمار یاسر میں ہم اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ استیعاب کی ص ۱۴۴ کی روایت بتاتی ہے کہ جناب بلال کو جناب عباس ابن عبد المطلب نے خرید کر کے ابو بکر کو دیا تھا ورنہ ان کی مالی حالت کہاں ایسی تھی جو بلال کو خرید کرتے۔

جناب شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے اختیار الرجال میں تحریر کیا

ہے کہ :-

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور ابو الجخری کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن حسن سے سنا کہ جب جناب بلال نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر دیا تو ایک دن عمر نے ان کے چڑے کا کپڑا پکڑ کر کہا کیا ابو بکر کے احسان کا یہی بدلہ ہے کہ انھوں نے تو تم کو آزاد کیا لیکن تم ان کی بیعت بھی نہیں کرتے ہو۔ جناب بلال نے کہا کہ اگر انھوں نے مجھے خوشنودی خدا کے لیے آزاد کیا تھا تو خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ جو چاہوں کروں اور اگر لڑنے جھگڑنے کے لیے آزاد کیا تھا تو میں پھر غلامی کے خدمات پر آمادہ ہوں، لیکن میں اس شخص کی بیعت نہیں کروں گا جس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ عمر نے ان پر سختی کرنا شروع کی اور حکم دیا کہ جب تم بیعت نہیں کرتے ہو تو ہمارے درمیان نہ رہو اور کہیں اور چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے مگر بیعت نہیں کی اور حسب ذیل اشعار نظم کیے :-

تالله لا لابی بکر نحوت ولولا الله قامت علی اوصالی الضبع
الله بوافی خیراً و اکرمنی و انما الخیر عند الله متسع
لا تلقینی بتو عاکل متبدع فلست متبدعاً مثل الذی ابتدعوا
خدا کی قسم میں نے ابو بکر کا قصد وار اوہ بھی نہیں کیا اور اگر خدا نہ ہوتا تو جو میرے جوڑ جوڑ کو جدا کر دیتے۔

اللہ نے مجھے نیکی عطا کی ہے اور اسی نے مجھے بزرگی مرحمت کی ہے اور

یسی توبار گاہ رب العزت میں بہت زیادہ ہے۔

تم مجھ کو نہ پاؤ گے کہ ہر بدعتی کا پیرو بن جاؤں جیسی بدعت ان لوگوں نے کی ہے میں ویسا بدعتی نہیں ہوں۔

استیعاب ۱ میں تحریر ہے کہ :-

جب آل حضرت نے وفات پائی تو جناب بلال نے چاہا کہ شام چلے جائیں ابو بکر نے کہا کہ تم ہماری خدمت میں رہو جناب بلال نے کہا کہ اگر تم نے مجھ کو خدا کے لیے آزاد کیا ہے تو قید نہ کرو اور چھوڑ دو تاکہ خوشنودی خدا کے لیے جہاں چاہوں چلا جاؤں اور اگر اپنے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے قید کر لو۔ ابو بکر نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ شام چلے گئے اور دمشق میں مرض طاعون میں وفات پائی اور ”باب صغیر“ میں دفن کیے گئے۔

ان کی وفات ۲۰ھ میں واقع ہوئی ہے۔ ۲

ہرمزان

ہرمزان ایرانی نسل کے انسان تھے اور اہواز کے بادشاہ تھے مدینہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک دن عبید اللہ ابن خطاب عبد الرحمن ابن ابی بکر سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ عبد الرحمن نے عبید اللہ سے کہا کہ

۱- استیعاب حاشیہ اصابع ج ۱ ص ۱۴۴۔

۲- اصابع ج ۱ ص ۱۶۵۔

میں نے آج ایک اسلحہ دیکھا ہے جس کے دوسرے تھے اور پتھ میں دستہ لگا ہوا تھا۔ عبید اللہ نے دریافت کیا کہ تم نے یہ اسلحہ کہاں دیکھا اس نے کہا میں ہرمزان عجمی کے گھر کی طرف سے گزر رہا تھا اس کے دروازے پر ابو لولو غلام مغیرہ اور جہنیہ غلام سعد ابن ابی وقاص بیٹھے باتیں کر رہے تھے مجھے آتے دیکھ کر میری تعظیم کیلئے اٹھے۔ اور یہ اسلحہ ابو لولو کے گود سے زمین پر گرا۔ عبید اللہ نے کہا اس قسم کے اسلحہ حبشہ میں ہوتے ہیں۔

جب عمر قتل ہو گئے تو عبید اللہ نے اپنی جگہ پر خیال کیا کہ یہ قتل صرف ابو لولو کی ہمت و جرأت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں ہرمزان اور جہنیہ شریک ہیں۔

ناسخ التواریخ^۱ حالات ابو بکر اور دیگر تاریخوں میں یہ مذکور ہے کہ

قتل عمر کے بعد عبید اللہ نے ہرمزان اور جہنیہ کو قتل کر دیا۔

لیکن علامہ یوسف ابن مطر حلی علیہ الرحمہ نے نہج الحق وکشف الصدق میں علامہ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ نے ہرمزان کو باپ کے زخمی ہونے کے بعد ہی قتل کر دیا تھا اور عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر عبید اللہ ہرمزان پر الزام قتل کی عادل گواہی نہ پیش کر سکے تو قتل کر دیا جائے۔

الغرض جب عثمان کی خلافت شروع ہوئی تو امیر المؤمنین علی ابن

ابی طالب علیہ السلام نے عثمان سے فرمایا :-

اقتل هذا الفاسق الخبيث الذي قتل امراء مسلماً.

اے عثمان اس (عبید اللہ) فاسق و خبیث کو قتل کرو اس لیے کہ اس نے ایک مسلمان مرد کو قتل کیا ہے۔

عثمان نے جواب میں کہا کہ :

کل لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ آج میں انہیں قتل کر دوں یہ نہیں ہو سکتا۔ رہا ہر مزان وہ ایک لا وارث آدمی ہے اس کے قصاص کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اس کے بعد عمر و ابن عاص کے مشورہ سے عثمان مسجد میں آئے اور یہ

اعلان کیا کہ

عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب نے ہر مزان کو جو ایک مرد مسلمان تھا قتل کیا ہے اور ہر مزان کا وارث سوائے خدا اور مسلمانوں کے کوئی نہیں میں تمہارا امام ہوں۔ عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں کیا تم بھی اپنے کل کے خلیفہ کے بیٹے کو معاف کرتے ہو مسلمانوں نے کہا ہاں۔

جب حضرت امیرؓ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ : عثمان نے ایک مرد مسلمان کے حق کو جس کا کوئی وارث نہیں معاف کرنے کی ابتداء کی ہے خدا کی قسم یہ عجیب و غریب بات ہے۔

بعینہ یہی بات علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص

۴۱۱ پر بھی تحریر کی ہے۔

ایک دن امیر المؤمنینؓ کو عبید اللہ ابن عمر ملا تو آپ نے اس سے ارشاد

فرمایا کہ اے فاسق اگر مجھے دنیا میں ایک دن بھی موقع مل گیا تو ہر مزان کے عوض میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔

حضرت امیر المؤمنینؑ کا اس شد و مد کے ساتھ عوض خون ہر مزان کا مطالبہ بتاتا ہے کہ جناب ہر مزان سچے مسلمان امیر المؤمنینؑ کے پیرو اور مخلص شیعہ تھے اور صرف محبت امیر المؤمنینؑ کی بنا پر ان کو ناحق قتل کیا گیا۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۱۱ پر علامہ ابن اللہ الحدید معتزلی کی تحریر یہ بھی بتاتی ہے کہ ہر مزان کے قتل پر صرف حضرت امیرؑ ہی نے احتجاج نہیں کیا بلکہ کثرت سے لوگوں نے اس پر احتجاج شروع کیا۔ جب عثمان نے عام مسلمانوں کے احتجاج اور حضرت امیرؑ کے ارشاد کی اطلاع ہوئی تب انھوں نے خون ہر مزان کے معاف کرنے کا اعلان کیا۔

اس طرح خلیفہ رسولؐ ہونے کے دعویدار ہوتے ہوئے انھوں نے حد شرعی کو ساقط کر دیا حالانکہ خدا اور رسولؐ نے یہ حق نہ خلیفہ کو دیا ہے نہ عام مسلمان کو یہ اختیار حاصل ہے۔

خود عبید اللہ بن عمر دشمنان امیر المؤمنینؑ میں داخل تھا اور جنگ صفین میں حضرت امیرؑ سے لڑنے معاویہ کے ساتھ آیا تھا۔ اور وہیں مارا گیا۔

جناب جناب ابن جنادہ ابو ذر غفاری

جناب جناب بن جنادہ جو ابو ذر غفاری کی کنیت سے زیادہ شہرت

رکھتے ہیں بہت مشہور و معروف صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، آپ چوتھے یا پانچویں شخص ہیں جو مشرف باسلام ہوئے۔ لیکن مسلمان ہونے کے بعد اپنے قوم و قبیلہ میں واپس ہو گئے اور وہاں لوگوں کی ہدایت و رہبری کرتے رہے جنگ خندق کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مجاہدات میں شریک رہے۔

جناب ابوذر زہد و ورع و تقویٰ میں یگانہ روزگار و یکتائے عصر تھے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اخلاص کامل و محبت صادق رکھتے تھے۔ جب وفات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا نے اہلبیت رسالت سے منہ موڑ لیا تو جناب ابوذر بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے اہلبیت رسالت کا ساتھ نہیں چھوڑا اور حضرت علی علیہ السلام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و جانشین سمجھتے تھے اور حضرت کے مخالفین سے برابر مناظرہ و احتجاج کرتے رہتے تھے اور فضائل حضرت امیر بیان کرتے رہتے تھے۔

ابو بکر کے انتقال کے بعد کب مدینہ سے شام چلے گئے۔ اور وہیں مقیم رہے معلوم نہیں، بہر حال زمانہ عمر میں ان کا وجود مدینہ میں ملتا ہے اور عمر نے ان کو کچھ اور صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ زمانہ عثمان میں پھر شام بھیجے گئے اور معاویہ کی شکایت سے مدینہ واپس آئے۔ اور وہاں سے عثمان نے نکال دیا اور ربذہ میں قیام کا حکم دیا۔ ربذہ میں (عالم غربت میں) انتقال کیا۔ جناب عبد اللہ بن مسعود نے چند بافضل اپنے

اصحاب کے ساتھ جن میں حجر بن اوبر، مالک بن حارث، اشتر اور انصار کے کچھ جوان تھے نماز پڑھ کر دفن کیا۔

ان لوگوں کو زوجہ جناب ابوذر نے بلایا انھیں لوگوں نے ان کی آنکھیں بند کیں غسل دیا اور ایک نوجوان انصاری کے عجیب و غریب و حسین و جمیل و طولانی کپڑے میں ان کو کفنا کر دفن کیا۔ ۱۔

فضائل ابوذر

جناب ابوذر کے فضائل میں فریقین کی بجزرت احادیث وارد ہیں اور ان کی عظمت و ضلالت کتب فریقین میں مذکور ہے۔

چنانچہ ان کے بارے میں وارد ہے کہ :-

ابوذر بہت بڑے اور فاضل صحابہ میں داخل تھے قدیم الاسلام تھے کہا گیا ہے کہ انھوں نے چار آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا وہ پانچویں مسلمان تھے اس کے بعد اپنی قوم کے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔ ۲۔

جناب ابوذر کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ابوذر جناب عیسیٰ کے زہد پر چلتے ہیں۔ ۳۔

طبرانی نے ابوذر داء کی حدیث میں نقل کیا ہے کہ جب ابوذر موجود ہوتے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوذر سے کلام کی ابتداء کرتے تھے اور جب موجود نہیں ہوتے تھے تو ان کے حالات دریافت کیا

۱۔ استیعاب حاشیہ اصباح ص ۳۱۲۔

۲۔ اسد الغابہ ص ۱۸۰۔

۳۔ اسد الغابہ ص ۱۹۷۔

کرتے تھے۔ ۱۰

ابو اسحاق سبیبی نے ہانی بن ہانی سے نقل کیا ہے وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتا ہے کہ ابو ذر ایک ظرف ہیں جسے علم سے بھر دیا گیا ہے اسکے بعد اسے ہند کر دیا ہے۔ ۲۰

جناب ابو ذر ایسے علم سے لبریز ہیں جس کے حاصل کرنے سے لوگ عاجز ہیں، پھر اس علم کے برتن کو ان کے لیے اس طرح ہند کر دیا گیا ہے کہ ابو ذر نے اس میں سے کچھ بھی نہیں نکالا۔ ۳۰

اور کچھ تغیر کے ساتھ استیعاب ص ۹۴ بر حاشیہ اسد الغابہ میں مذکور

ہے کہ :-

احمد عبداللہ بن عمر سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابو ذر سے زیادہ سچے آدمی کو زمین نے اپنے دوش پر اٹھایا ہی نہیں اور آسمان سایہ فگن ہی نہیں ہوا ہے۔ ۴۰

اس سلسلہ کی روایتیں حضرت علیؑ، ابو دردار، ابو ہریرہ، جابر اور ابو ذر سے منقول ہیں ابن عساکر نے ان سب کے سلسلہ سند کو اپنی تاریخ میں جناب ابو ذر کے حالات میں نقل کیا ہے۔

۱۰ - اصلہ ج ۴ ص ۹۳۔

۲۰ - ایضاً ص ۹۳۔

۳۰ - اسد الغابہ ج ۴ ص ۹۴۔

۴۰ - اصلہ ج ۴ ص ۹۳۔

ایک حدیث میں ہے کہ :-

ابوزر علم میں ابن مسعود کے مانند ہیں۔ ۱۰

بعد وفات پیغمبر اسلام محبت امیر المؤمنین علیہ السلام میں جو لوگ ثابت قدم تھے ان میں جناب ابوزر غفاری بھی شامل تھے۔ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح جانشین و قائم مقام سمجھتے تھے۔ اور برابر حضرت کے مخالفین سے اس سلسلہ میں احتجاج کرتے رہتے تھے۔

جن بارہ انصار و محاجرین نے ابوجبر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خلیفہ بن کر بیٹھنے کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا اور جمعہ کے دن منبر کے گرد جمع ہو کر احتجاج کیا ان میں جناب ابوزر بھی داخل تھے آپ جناب سلمان محمدیؓ کے بعد احتجاج کے لئے اٹھے اور فرمایا:

اے گروہ قریش تم نے برائی تو پالی مگر قرابت رسولؐ کو (مسئلہ خلافت میں) ترک کر دیا خدا کی قسم عنقریب عربوں کی ایک جماعت مرتد ہو جائے گی اور وہ اس دین میں شک و شبہ کریں گے لیکن اگر تم نے خلافت کو اپنے نبیؐ کے اہلبیتؑ کے لئے مخصوص کر دیا ہوتا تو جنگ کے لئے تمہارے خلاف تلواریں نہ اٹھتیں خدا کی قسم اب تو خلافت اس کے لئے ہو گئی ہے جو غلبہ حاصل کرے اور اب خلافت کی طمع میں وہ نظریں بھی اٹھیں گی جو ہرگز ہرگز خلافت کی اہل نہیں ہیں اور خلافت حاصل کرنے کے لئے کثرت سے

خونریزی کی جائے گی (واقعا وہی ہوا جو جناب ابوذر نے فرمایا تھا) اس کے بعد جناب ابوذر نے فرمایا کہ تم لوگ بھی جانتے ہو اور تمہارے اچھے لوگ بھی جانتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت علی کے لئے ہے اس کے بعد میرے دونوں فرزند حسن اور حسین کے لئے ہے ان کے بعد میری ذریت کے طاہر و پاکیزہ لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن تم لوگوں نے اپنے نبی کے قول کو ترک کر دیا اور حضرت نے تم سے جو عہد لیا تھا اسے بھلا دیا اور مٹ جانے والی دنیا کی اطاعت و فرمانبرداری کر لی باقی رہنے والی آخرت جس کے جو ان بوڑھے نہیں ہوں گے جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی جس میں سکونت پذیر لوگوں کے لئے نہ رنج ہے نہ موت ہے اسے تم نے حقیر و ذلیل و فانی اور مٹ جانے والی دنیا کے عوض میں بیچ ڈالا۔

جس طرح آج تم نے کیا ہے اسی طرح تم سے قبل کی امتوں نے بھی اپنے انبیاء کے گذر جانے کے بعد کفر اختیار کیا تھا لٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئیں تھیں اور دین میں تغیر و تبدل کیا تھا تم لوگوں نے حرف بحرف وہی کیا ہے۔ جو وہ امتیں کرتی رہتی تھیں لیکن مغرب تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا مزاج کھو گے جو کچھ آخرت کیلئے روانہ کر چکے ہو اس کی جزا پاؤ گے اور خدا تو بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

جناب ابوذر چونکہ حق گوئی امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں یکتائے روزگار تھے اسی لئے جس طرح وہ مخالفین اہلبیت کے مقابلہ میں احتجاج کرتے رہتے اسی طرح فضائل اہلبیت بھی جرأت و دلیری سے بیان کرتے رہتے تھے اور اس معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

بلکہ بسا اوقات کسی کو حدیث بیان کرتے دیکھتے تھے تو اس کے مقابلہ میں خود بھی جناب رسول خدا کی بیان کی ہوئی حدیث شروع کر دیتے تھے۔ جیسا کہ حسب ذیل واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک دن جناب عبد اللہ بن عباس زمزم کے کنویں کی جگت پر بیٹھے حدیث بیان کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ قال رسول اللہ رسول اللہ نے فرمایا ہے ناگاہ عمامہ باندھے ایک شخص آیا اور اس نے بھی کہنا شروع کیا قال رسول اللہ قال رسول اللہ رسول اللہ نے فرمایا ہے رسول اللہ نے فرمایا ہے یہ سکرانن عباس نے کہا کہ میں تم سے قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کون ہو؟ یہ سنتے ہی اس نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہنے لگا جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا میں اسے پہچنوائے دیتا ہوں کہ میں جناب بن جنادہ بدوی ابو ذر غفاری ہوں میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے اگر نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اور ان کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے اگر نہ دیکھا ہو تو اندھی ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ علیؑ نیکو کاروں کے رہبر کافروں کے قاتل ہیں جس نے علیؑ کی مدد کی (اللہ کی طرف سے) اس کی مدد کی جائے گی جس نے علیؑ کا ساتھ چھوڑا (خدا کی طرف سے اسے) چھوڑ دیا جائے گا۔

ایک دن میں رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مسجد نبیؐ میں ایک سائل آیا اور سوال کیا لیکن اسے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ اس وقت سائل نے اپنے ہاتھ (آسمان کی طرف) بلند کئے اور بارگاہ رب العزت میں عرض

کرنے لگا پالنے والے گواہ رہنا میں نے رسول اللہؐ کی مسجد میں سوال کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ جب سائل یہ کہہ رہا تھا اس وقت حضرت علیؑ رکوع میں تھے اور چھنگلیا میں انگوٹھی پہنے تھے۔ سائل کی طرف اشارہ کیا۔ سائل نے انگوٹھی اتار لی۔ یہ سب نبیؐ کے سامنے واقع ہوا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمانے لگے پالنے والے میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ پالنے والے میرے سینے کو کشادہ کر دے میرے امر کو آسان کر دے۔ میری زبان کی گرہ کھول دے جس سے لوگ میری بات سمجھیں اور میرے اہل سے میرے بھائی مارون کو میرا وزیر قرار دے اور ان سے میری پیٹھ مضبوط کر دے اور ان کو میرے امر میں شریک کر دے تو نے اس بارے میں قرآن ناطق نازل کیا کہ عنقریب تمہارے بھائی سے ہم تمہارے بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے اور ہماری نشانیوں کے ذریعہ سے لوگ تم تک پہنچ پائیں گے۔

پالنے والے میں محمدؐ تیرا نبی اور دوست ہوں اس لئے تو میرے سینے کو بھی کشادہ کر دے میرے امر کو آسان کر دے میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا دے اور اس کے ذریعہ سے میری پیٹھ کو مضبوط کر دے۔

ابو ذر کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی حضرتؑ کے یہ کلمات تمام نہ ہوئے تھے کہ جبرئیلؑ پروردگار عالم کی جانب سے نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ پڑھئے آپ نے فرمایا کیا پڑھوں جبرئیلؑ نے کہا پڑھئے۔

انما ولیکم اللہ ورسوله و الذین امنوا الذین یقیمون

الصلوة و یوتون الزکوٰۃ و ہم را کعون.

بیٹک تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

یہ روایت تفسیر ثعلبی میں موجود ہے اس سے حسب ذیل علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

۱- مناقب عبد اللہ شافعی ص ۱۱۲ مخطوط۔

۲- نظم دررا السمتین ص ۸۷۔

۳- مفتاح النجاص ۳۸ مخطوط۔

۴- نور الابصار ص ۱۰۵۔

چونکہ جناب ابو ذر اس طرح فضائل حضرت امیرؓ بیان کرتے تھے اس لئے چند دیگر صحابہ کے ساتھ عمر نے ان کو مدینہ سے باہر جانے کی ممانعت کر دی تھی وہ صحابہ حسب ذیل ہیں :

عبد اللہ بن مسعود، ابو درداء، ابو ذر غفاری۔ جیسا کہ علامہ واقفی نے طبقات اور ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری نے مستدرک علی الصحیحین میں تحریر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ :

سعد بن ابیہیم اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ عمر نے عبد اللہ بن مسعود ابو درداء اور ابو ذر سے کہا کہ یہ کیا حدیثیں ہیں جو تم رسول اللہ سے نقل کیا کرتے ہو اور اوی کہتا ہے یہ میرا گمان ہے اور اس کے بعد مرتے دم تک ان لوگوں کو مدینہ میں روکے رکھا اور باہر نہیں جانے دیا۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ نماز روزہ اور دیگر احکام شرعیہ و حلال و حرام کی روایات یا مکارم اخلاق کی حدیثوں کے نقل کی ممانعت کی کوئی وجہ ہو نہیں سکتی اس لئے یہ بندش صرف فضائل و مناقب اہل بیتؑ طاہرین ہی کے لئے ہو سکتی ہے اس لئے کہ اس سے ان کے حقوق پر روشنی پڑتی تھی اور مخالفین اہل بیتؑ کا کیا دھرا مٹ کر رہ جاتا تھا۔

ظاہر ہے ابوذر سا سچا عابد و زاہد و متقی اس ماحول میں کب تک زندگی بسر کر تا بالآخر مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ وفات عمر کے وقت جناب ابوذر مدینہ میں موجود نہیں تھے جب عبد الرحمن بن عوف نے عمل بر سیرت شیخین کی قید کے ساتھ امر خلافت کو حضرت امیرؑ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے صرف قرآن مجید اور سیرت رسولؐ پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور سیرت شیخین پر عمل سے انکار کر دیا اس وقت انہوں نے اس امر کو انھیں شرائط کے ساتھ عثمان کے سامنے پیش کیا انہوں نے وعدہ کیا کہ میں قرآن شریف اور سیرت شیخین پر عمل کروں گا۔ عبد الرحمن بن عوف نے عثمانؓ کی بیعت کر لی اور اس کے بعد اور مسلمانوں نے بھی ان کی بیعت کی یہ امر جناب امیرؑ کے مخلص شیعوں پر بہت شاق گذرا چنانچہ مقداد نے اس پر احتجاج کیا ہم اسے حالت جناب مقداد میں ذکر کریں گے جناب مقداد کے احتجاج کی اطلاع معروف بن سوید نے حضرت ابوذرؓ کو دی تو جناب ابوذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ :
مقداد نے (حضرت امیرؑ کے استحقاق خلافت کے لئے) جو کچھ کہا

ہے سچ کہا ہے۔ معروف نے کہا کہ جب خلافت حضرت علی کا حق ہے تو آپ لوگ اسے حضرت کے لئے حاصل کیوں نہیں کر لیتے۔

ابوذر نے کہا (رشک و حسد و کینہ بدر واحد کے سبب سے) لوگ (حضرت علی کو) ناپسند کرتے ہیں۔ ۱۰

حضرت ابوذر شدت زہد و ورع و تقویٰ کے سبب سے قوانین شرعیہ کی مخالفت اور ارشادات قرآن کی خلاف ورزی برداشت نہ کر پاتے تھے یہی سبب تھا کہ جب خلافت عثمان کو ملی اور انہوں نے داؤد ہاشم کا دروازہ صرف بنی امیہ کے لئے کھول دیا اور انھیں بڑے سے بڑے عہدے جاگیریں اور بیت المال کے عطیوں سے نوازا شروع کیا تو اصحاب پیغمبر اسلام نے احتجاج شروع کر دیا جن میں پیش پیش حضرت ابوذر غفاری، جناب مقداد بن اسود، عمار ابن یاسر مالک ابن حارث اشتر، طلحہ و زبیر وغیر ہم شامل تھے۔

حضرت ابوذر نے اس محل پر مسرفین اور مال جمع کرنے والوں کی مذمت میں قرآن مجید میں جو کچھ ارشاد باری تعالیٰ تھا پڑھنا شروع کیا کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

بشر الکافرین بعذاب الیم .

کافروں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

کبھی علی الاعلان پڑھتے تھے۔

والذین یکنزون الذهب و الفضة و لا ینفقون فی سبیل اللہ

فبشرهم بعذاب الیم .

جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

لوگوں نے متعدد بار جناب ابوذر کے اس طرح علی الاعلان اغنیاء کے بارے میں تہدید و مذمت آمیز قرآنی آیات کے تلاوت کی اطلاع تیسرے خلیفہ صاحب کو دی لیکن وہ اس پر خاموش رہے۔ ایک دن انھوں نے اپنے غلام کو جناب ابوذر کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ مجھ تک تمہارے بارے میں برابر نامناسب خبریں پہنچ رہی ہیں اس لئے اب اپنی زبان روک لو آئندہ کوئی بات مجھ تک نہ پہنچنے پائے حضرت ابوذر نے غلام سے ارشاد فرمایا کہ کیا عثمان مجھے قرآن پڑھنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کے عیوب بیان کرنے سے منع کرتے ہیں جنھوں نے خدائی احکام ترک کر رکھے ہیں۔ خدا کی قسم یہ بات میرے لئے زیادہ بہتر اور محبوب ہے کہ عثمان کو ناراض کر کے خدا کو راضی رکھوں مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ عثمان کو خوش کرنے کے لئے خدا کو ناراض کر لوں۔ غلام نے حضرت ابوذر کی گفتگو عثمان سے نقل کی جس پر وہ حضرت ابوذر سے بہت براہم ہو گئے۔

ایک دن عثمان کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت ابوذر بھی تھے عثمان نے ان لوگوں سے کہا کہ کیا امام کے لئے یہ جائز ہے کہ بیت المال سے کچھ قرض لے لے۔ پھر جب مالدار ہو جائے تو اسے واپس کرے۔ کعب الاحبار نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ جواب

سننے ہی حضرت ابو ذر برہم ہوئے اور کعب الاحبار سے کہا کہ اے یہودی بچے تو ہم کو ہمارے دین کی باتیں سکھارہا ہے اور ہاتھ میں جو عصا لئے ہوئے تھے اس سے کعب کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ بات عثمان کو بہت ناگوار گذری اور انھوں نے حضرت ابو ذر سے کہا کہ تم مجھے اور میرے اصحاب کو بہت زیادہ تکلیف پہنچاتے ہو اس لئے مدینہ میں قیام نہ کرو بلکہ شام چلے جاؤ۔

حضرت ابو ذر جب مدینہ سے شام آئے اور معاویہ کے افعال نا پسندیدہ کو دیکھنا شروع کیا۔ تو انھوں نے اسے ان امور سے روکنا شروع کیا۔ ایک دن معاویہ نے تین سو دینار حضرت ابو ذر کے پاس بھیجے جناب ابو ذر نے فرمایا کہ بیت المال سے جو رقم میرے لئے معین تھی اگر اسے وصول کر کے بھیجا گیا ہے تو مجھے اس کے قبول کرنے سے انکار نہیں ہے۔ اور اگر میری ضرورتوں کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر وہ رقم واپس کر دی۔

حضرت ابو ذر کے دمشق میں قیام کا یہ وہ زمانہ تھا جب معاویہ اپنے لئے قصر خضر ابنوار ہاتھا۔ جناب ابو ذر نے معاویہ سے کہا کہ اے معاویہ، اگر اس قصر کو خدا کے مال سے بنوا رہا ہے تو خیانت کر رہا ہے اور اگر اپنے مال سے بنوا رہا تو فضول خرچی میں مبتلا ہے۔

جناب ابو ذر برہم اسی طرح کی باتیں معاویہ سے کیا کرتے تھے جو اسے ناگوار گذرتی تھیں۔ ایک دن حبیب ابن مسلمہ فری نے معاویہ سے کہا کہ ابو

ذرنے اہل شام کو تیرے خلاف ابھار رکھا ہے اگر تم شام کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو تو اس کے لئے کوئی تدبیر کرو۔ ابھی تک عثمان نے جناب عمار یاسر کو جو مارا پیٹا تھا وہ خبر ابو ذر تک نہیں پہنچی تھی لیکن بالآخر یہ خبر شام میں بھی مشہور ہو گئی۔ جب جناب ابو ذر نے مصائب جناب عمار یاسر کو سنا تو انھوں نے عثمان کی خلاف شریعت باتوں کو بیان کرنا شروع کر دیا۔

جلام بن جندل غفاری کہتا ہے کہ

میں معاویہ کا غلام تھا اور قنسرین عوام کا انتظام زمانہ عثمان میں میرے سپرد تھا میں ایک دن دار الامارہ میں معاویہ کے پاس آیا کہ اس سے اپنے کام کے بارے میں ہدایتیں حاصل کروں میں ابھی بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا۔

اتکم القطار یحملون النار اللهم العن الامرین بالمعروف

والتارکین له اللهم العن الناهین عن المنکر و المرتکبین له .

تم لوگوں کے پاس اونٹوں کی قطاریں آئی ہیں۔ جو آگ کے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں پالنے والے ان لوگوں پر لعنت کر جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود اسے ترک کر دیتے ہیں پالنے والے ان لوگوں پر لعنت کر جو برائی سے منع کرتے ہیں اور خود اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان کلمات کو سنتے ہی معاویہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ ”کیوں جلام جانتے ہو یہ کون ہے؟“ میں نے عرض کیا کہ ”میں نہیں جانتا“ معاویہ نے کہا کہ یہ جندب ابن جناوہ (ابو ذر) ہیں۔ اور اس کے

بعد حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے لاؤ۔ جلام کہتا ہے کہ میں ابو ذر کو دیکھنا چاہتا تھا اس لئے کہ وہ میری قوم کی ایک فرد تھے میں نے دیکھا کہ وہ گندمی رنگ کے دبلے پتلے آدمی ہیں پیٹھ جھکی ہوئی ہے اور سارے بال سفید ہیں۔ انھیں لوگ گھسیٹتے ہوئے لارہے ہیں۔

جب جناب ابو ذر سامنے آئے تو معاویہ نے کہا۔ ”اے دشمن خدا و رسول تمہاری کوئی نہ کوئی بات روزانہ ہم تک پہنچتی ہے اور تم برابر ایسی باتیں کرتے رہتے ہو۔“

جناب ابو ذر نے جواب میں فرمایا۔

ما انا بعد و الله و لا لرسوله بل انت و ابوك عدوان الله و
لرسوله اظهر تم الاسلام و ابطنتم الكفر و لقد لعنك رسول الله و
دع عليك مرات ان لا تشيع سمعت رسول الله يقول اذا ولي الامة
الاعين الواسع البلعوم الذي ياكل و لا يشيع فلتاخذ امة حذرھا
منه .

میں خدا اور رسول کا دشمن نہیں ہوں۔ بلکہ تو اور تیرا باپ خدا اور رسول کے دشمن ہو تم لوگوں نے اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو چھپائے رکھا جناب رسول خدا نے متعدد بار تجھ پر لعنت فرمائی اور بد دعا کی ہے کہ تیرا پیٹ نہ بھرے میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب امت کا حاکم وہ گائے بن جائے جس کا گلا چوڑا ہو جو کھاتا ہو اور اس کا پیٹ نہ بھرتا ہو تو امت کو لازم ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرے۔

معاویہ نے جواب میں کہا کہ پیغمبر خدا نے جس شخص کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے وہ میں نہیں ہوں۔ ابوذر نے فرمایا کہ نہیں وہ شخص تو ہی ہے اور میں نے مکرر آنحضرت سے سنا ہے کہ

اللهم العنه و لا تشبعه الا بالتواب .

پالنے والے تو اس پر لعنت کر اور اس کے پیٹ کو نہ بھر مگر مٹی سے۔

نیز حضرت سے سنا ہے کہ

است معاویہ فی النار .

معاویہ کی نشترگاہ جہنم ہے۔

جب معاویہ نے یہ سنا تو ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اگر بغیر اجازت عثمان کے قتل اصحاب محمدؐ مجھ پر جائز ہوتا تو اے ابوذر تم پہلے شخص ہوتے جو میرے ہاتھ سے قتل ہوتے اس کے بعد جناب ابوذر کو قید کر لیا اور عثمان کو تحریر کیا کہ ابوذر نے اہل شام کو آپ کے خلاف کر دیا ہے اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو قتل کر دیں۔ عثمان نے جواب میں تحریر کیا کہ ابوذر کو ایک سرکش اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو اور ایک ایسے رہبر کو ان کے ساتھ کر دو کہ وہ برابر اونٹ کو دوڑاتا رہے تاکہ ابوذر کو آرام نہ ملے۔ معاویہ نے حرف بحرف عثمان کے حکم کی تعمیل کی اور بد مزاج رہبر کے ساتھ بے کجاوہ سرکش اونٹ پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔

جناب ابوذر دراز قامت خوبصورت انسان تھے۔ بڑھاپے نے ڈاڑھی

اور سر کے بال سفید کر دیے تھے۔ سفر میں سخت ترین مصائب برداشت کئے

جب مدینہ پہنچے تو رانوں کا گوشت اڑچکا تھا۔ ۱۰

علامہ محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن عمر بن یحییٰ النصاب الکافیہ ۲۰

لمن یتولی معاویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

معاویہ کے ناپسندیدہ افعال میں یہ بھی ہے کہ اس نے جناب ابو ذر

سے برا سلوک کیا ان کو گالیاں دیں ایک سوکھے ہوئے اونٹ کی پیٹھ پر پانچ

جاہل سپاہیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا وہ اونٹ کو دوڑاتے ہوئے جب دمشق

سے مدینہ لائے تو دشوار گزار راہوں نے ان کو تھکا دیا تھا پے در پے چلنے نے

انہیں تعب و مشقت میں ڈال دیا تھا رانوں کے اندر کا گوشت کٹ کر گر گیا

تھا۔ قریب تھا کہ موت سے بغلگھر ہو جائیں۔ لوگوں نے کہا ابو ذر تم اس

تکان سفر سے مر جاؤ گے۔ جناب ابو ذر نے فرمایا کہ جب تک مدینہ سے نکالنا

جاؤں گا نہ مروں گا۔

حضرت ابو ذر جب عثمان کے سامنے لائے گئے تو وہ کہنے لگے اے

جنید تم کو دیکھ کر کوئی آنکھ روشن نہ ہو جناب ابو ذر نے فرمایا کہ میرے باپ

جنادہ نے تو میرا نام جنید اور جناب رسول خدا نے عبد اللہ رکھا ہے (تم مجھے

جنید کہہ رہے ہو) میں نے اپنے لئے رسول خدا کے ارشاد کئے ہوئے نام

کو پسند کیا ہے۔

عثمان نے کہا کیوں ابو ذر تم یہ کہتے ہو کہ ہم قائل ہیں کہ خدا کے

۱۰ شرح صحیح البیہق بن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۳۷۷۔

۲۰ النصاب الکافیہ لمن یتولی معاویہ ص ۹۶۔

ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ جناب ابو ذر نے فرمایا کہ اگر آپ زبان سے یہ نہ کہتے ہوتے تو خدا کے مال کو بندوں پر خرچ کرتے ہوتے اے عثمان میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب رسول خدا کو فرماتے سنا ہے جب ابو العاص کی اولاد کے تیس افراد ہو جائیں گے تو مال خدا کو اپنی دولت اور بندگان خدا کو اپنا غلام بنا لیں گے۔

عثمان نے حاضرین سے دریافت کیا تم لوگوں نے یہ حدیث رسول خدا سے سنی ہے سب نے انکار کیا عثمان نے کہا کیوں ابو ذر رسول کی طرف جھوٹ کی نسبت دیتے ہو حضرت ابو ذر نے کہا میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں بالآخر حضرت امیر المؤمنینؓ بلائے گئے آپ نے فرمایا میں نے یہ حدیث تو حضرت سے نہیں سنی مگر حضرت کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ابو ذر سے زیادہ سچے پر نہ آسمان سایہ گلن ہو ہے نہ زمین نے اپنے دوش پر اٹھایا ہے اس لئے ابو ذر سچ کہتے ہیں۔

تمام مسلمانوں نے حضرت امیرؓ کی تصدیق کی کہ ہم نے ابو ذر کی مدح میں پیغمبر اسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اصحاب رسول اللہؐ کی گفتگو سنتے ہی حضرت ابو ذر فرمانے لگے :

میں نے تم لوگوں سے وہ حدیث بیان کی جو میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنی تھی تو تم لوگوں نے مجھ پر یہ تہمت لگائی کہ میں جھوٹ کہتا ہوں، مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ میں اصحاب محمدؐ سے یہ سننے کے لئے زندہ رہوں گا۔

علامہ واقدی اپنے اسناد سے صہبان المسلمین سے نقل کیا ہے کہ :

میں نے حضرت ابو ذر کو اس دن دیکھا تھا جب وہ عثمان کے پاس لائے گئے جب سامنے پہنچے تو عثمان نے کہا کہ تم ہی وہ ہو جس نے یہ کیا وہ کیا۔ جناب ابو ذر نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو نصیحت کی آپ نے مجھے کھوٹا خیال کیا آپ کے ساتھی (معاویہ) کو نصیحت کی اس نے بھی مجھے کھوٹا خیال کیا۔ عثمان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو بلکہ تم فتنہ و فساد برپا کرتے ہو اور اسے دوست رکھتے ہو تم نے اہل شام کو ہمارا مخالف بنا دیا ہے۔ جناب ابو ذر نے جواب دیا کہ تم اپنے دونوں ساتھیوں کے طریقہ کو اختیار کرو تم سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہوگی خلیفہ صاحب نے کہا تمہاری ماں تمہارے لئے نہ باقی رہے تم سے ان باتوں سے کیا مطلب، جناب ابو ذر نے فرمایا خدا کی قسم تم نے مجھ میں صرف یہ غداری پائی ہے کہ میں نیکی کا حکم دیتا ہوں برائی سے منع کرتا ہوں۔

یہ سن کر عثمان بہت غضبناک ہوئے اور حاضرین سے کہا کہ تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ اس جھوٹے شیخ کے ساتھ کیا برتاؤ کروں آیا ماروں یا قید کر دوں یا قتل کر دوں اس لئے کہ اس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے یا سر زمین اسلام سے نکال دوں یہ گفتگو سن کر حضرت علی نے جو اس وقت وہاں موجود تھے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت تم کو وہ مشورہ دیتا ہوں جو مومن آل فرعون نے (جناب موسیٰ و ہارون کے لئے فرعون کو) مشورہ دیا تھا اگر یہ جھوٹے ہیں تو وہ جھوٹ ان پر ہے اور اگر سچے ہیں تو تم کو بعض وہ باتیں پہنچیں گی جن کا ابو ذر وعدہ کرتے ہیں اس لئے کہ خدا اس کی ہدایت نہیں کرتا

ہے جو اسراف کرتا ہے اور جھوٹا ہے۔

حضرت علیؓ کو خلیفہ صاحب نے اس کا بہت سخت جواب دیا حضرت نے بھی ان کو اسی لب و لہجہ میں جواب دیا ہم نے ان دونوں حضرات کے جوابات کو شرم و حیا کے سبب سے نقل نہیں کیا:

واقدی بیان کرتا ہے کہ:

اس کے بعد خلیفہ صاحب نے لوگوں کو ممانعت کر دی کہ نہ حضرت ابو ذر کے پاس بیٹھیں نہ ان سے بات کریں چند دنوں تک حضرت ابو ذر اسی حالت میں مدینہ میں مقیم رہے ایک دن تیسرے خلیفہ صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے عثمان تیرا برابر اہو کیا تو نے پیغمبر اسلامؐ اور ابو بکر و عمر کو نہیں دیکھا۔ کیا تیری ہدایت ان کی ہدایت کے مانند ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو نے میرے اوپر جباروں کی طرح سے حملہ کیا ہے۔

تیسرے خلیفہ صاحب نے یہ سن کر حکم دیا کہ ان کو ہمارے شہر سے

نکال دو۔

جناب ابو ذر نے فرمایا کہ مجھے بھی تیرے جوار اور پڑوس میں رہنا پسند ہے لیکن یہ بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں انھوں نے کہا تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ جناب ابو ذر نے کہا کہ کیا میں شام چلا جاؤں جو سرزمین جہاد ہے۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ میں نے تم کو شام سے اس لئے واپس بلایا ہے کہ تم نے شام کو میرے خلاف کر دیا ہے کیا تم کو پھر وہیں واپس کروں جناب ابو ذر نے کہا کیا میں عراق چلا جاؤں، خلیفہ صاحب نے کہا نہیں اس لئے کہ تم

عراق جاؤ گے تو ایک ایسی قوم میں جاؤ گے جو مخالفت کرتے ہیں اور حکام اور والیوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، جناب ابو ذر نے کہا مصر چلا جاؤں انھوں نے کہا نہیں، جناب ابو ذر نے کہا پھر کہاں جاؤں، خلیفہ صاحب نے کہا صحراء کی طرف جاؤ۔ جناب ابو ذر نے کہا کیا میں ہجرت کے بعد بدو عرب ہو جاؤں، خلیفہ صاحب نے فرمایا ہاں جناب ابو ذر نے فرمایا کہ میں صحراء نجد کی طرف جاتا ہوں، خلیفہ صاحب نے کہا نہیں بلکہ مشرق کے دور و دراز صحراء میں جاؤ اور خبردار ربذہ سے آگے نہ بڑھنا۔

واقدی نے مالک ابن ابی رجاہ سے وہ موسیٰ ابن میسرہ سے نقل کرتا

ہے کہ

ابو الاسود دلی کہتے ہیں کہ میں بہت دوست رکھتا تھا کہ حضرت ابو ذر سے ملوں اور ان سے پوچھوں کہ وہ ربذہ کیوں آئے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ مدینہ سے ربذہ خوشی خوشی آئے ہیں یا یہاں آنے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔ جناب ابو ذر نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کی سرحدوں میں سے ایک سرحد پر تھا مجھے زبردستی مدینہ لایا گیا میں نے خیال کیا یہ میرے اور میرے اصحاب کی ہجرت کا شہر ہے لیکن پھر مجھے مدینہ سے یہاں زبردستی نکال دیا گیا۔

اس کے بعد جناب ابو ذر نے کہا کہ اے ابو الاسود زمانہ جناب رسول خدا میں ایک شب میں سو رہا تھا حضرت میری طرف سے گذرے اور پیر سے ٹھوکر مار کر ارشاد فرمایا کہ

میں تم کو برابر مسجد میں سوتا پاتا ہوں میں نے عرض کی کہ اے خدا کے رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں نیند کا غلبہ ہو اور میں سو گیا حضرت نے فرمایا اے ابو ذر اس وقت کیا کرو گے جب تم کو لوگ مدینہ سے نکالیں گے میں نے عرض کی کہ میں شام چلا جاؤں گا جو ایک مقدس اور جہاد کی سر زمین ہے حضرت نے فرمایا کہ ابو ذر اس وقت کیا کرو گے جب شام سے بھی نکالے جاؤ گے میں نے عرض کیا کہ میں پھر مدینہ واپس آ جاؤں گا حضرت نے فرمایا کہ اے ابو ذر اس وقت کیا کرو گے جب پھر تم کو مدینہ سے نکالیں گے۔ جناب ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں تلوار نیام سے نکال کر انھیں قتل کروں گا حضرت نے فرمایا کہ اے ابو ذر کیا میں اس سے بہتر کی رہبری نہ کروں لوگ جہاں تمہیں بھیجیں وہاں چلے جانا اور ان کی باتوں کو سننا اور اطاعت کرنا چنانچہ میں نے سنا اور اطاعت کی اور سنوں گا اور اطاعت کروں گا خدا کی قسم خدا یقیناً عثمان کو اس کے کیے کا مزہ چکھائے گا اس لئے کہ عثمان نے میرے بارے میں گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ ۱۰

ابن ابی الحدید نے اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد چند روایتیں اور نقل کی ہیں جو بعض مطالب میں سابقہ روایات کے مخالف ہیں لیکن بعد میں یہ کہا ہے کہ سابق کی روایتیں بئیرت روات نے نقل کی ہیں اور زیادہ مشہور ہیں۔ (اس لئے ہم نے ان کو ترجیح دیا ہے۔)

شرح ابن ابی الحدید اسی جلد میں ص ۵۷۳ پر حضرت امیر المؤمنین

نے رخصت ابو ذر کے وقت جو کچھ فرمایا تھا اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت ابو ذر کے واقعات اور ان کا ربذہ کی طرف زبردستی بھیجنا ان حادثات کے ایک حادثہ ہے جس پر لوگوں نے عثمان پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔

حضرت امیرؓ کے اس کلام کو ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں عبد الرزاق سے وہ اپنے باپ سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ

جب حضرت ابو ذر تیسرے خلیفہ کے حکم سے زبردستی مدینہ روانہ کے گئے تو مدینہ میں منادی کرا دی گئی کہ کوئی شخص نہ ابو ذر سے کلام کرے نہ ان کو رخصت کرنے کے لئے شہر سے باہر جائے اور مروان کو حکم دیا کہ وہ جناب ابو ذر کو ربذہ جانے کے لئے مدینہ کے باہر نکال آئے چنانچہ وہ ابو ذر کو لے کر چلا اور تمام لوگ ابو ذر سے کنارہ کش رہے صرف حضرت علیؓ آپ کے بھائی عقیلؓ اور حسنؓ و حسینؓ اور عمار ان کو پہنچانے کے لئے آئے۔ یہ لوگ ابو ذر کے ساتھ ساتھ چلے۔ راستہ میں امام حسنؓ نے ابو ذر سے گفتگو شروع کی یہ دیکھ کر مروان نے کہا کہ اے حسنؓ بڑے افسوس کی بات ہے (کہ تم ان سے کلام کرتے ہو) امیر المؤمنین (عثمان) نے جن سے گفتگو کرنے کی ممانعت کی ہے اگر یہ آپ کو نہیں معلوم تو اب جان لو (کہ ابو ذر سے کلام کی ممانعت ہے) مروان کی یہ حرکت دیکھ کر حضرت علیؓ نے اس پر حملہ کیا اور سواری کے سر پر کوڑا مارا اور فرمایا دور ہو جا خدا تجھ کو جہنم میں داخل کرے۔ مروان

اس واقعہ کے بعد غیظ و غضب کے ساتھ خلیفہ صاحب کے پاس واپس آیا اور اس واقعہ کی اطلاع دی وہ یہ واقعہ سن کر حضرت علیؑ سے بہت زیادہ خفا ہو گئے۔

حضرت ابوذر (بیرون مدینہ) ٹھہرے اور ان حضرات نے ان کو رخصت کیا۔

ان حضرات کے ساتھ ام ہانی بنت ابی طالب کا غلام ذکوان بھی تھا جو حافظ بھی تھا۔ ذکوان کہتا ہے میں نے کل گفتگویا د کر لی پہلے حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے ابوذر تم خوشنودی پروردگار عالم کے لئے غضبناک ہوئے ہو اس لئے جس کے سبب سے تم غضبناک ہوئے ہو تم ان پر اس کے غضب کے امیدوار رہو اے ابوذر لوگ اپنی دنیا کے لئے تم سے ڈرتے ہیں اور تم اپنے دین کے لئے ان سے ڈرتے ہو اس لئے دنیا ان لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دو جو تم سے ڈرتے ہیں اور جس امر سے تم ان سے ڈرتے ہو اس کے لئے ان سے دور بھاگ جاؤ۔ اے ابوذر جس چیز سے تم نے ان کو روکا ہے وہ اس کے زیادہ حاجت مند ہیں اور جس چیز سے انھوں نے تم کو روکا ہے تم اس سے زیادہ مستغنی ہو۔

اے ابوذر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کل کون فائدہ میں رہا اور کس نے زیادہ حسد کیا۔ اگر آسمان وزمین کے دروازے کسی بندے کے لئے بند ہوں لیکن وہ خوف خدا رکھتا ہو تو خداوند عالم اس کے نکلنے کے لئے ضرور

راستہ بنادے گا اے ابو ذر یقیناً حق تم کو مانوس کرتا ہے۔ باطل ہی تم کو وحشت زدہ کرتا ہے۔ اگر تم ان لوگوں کی دنیا کو قبول کر لیتے تو وہ تم کو دوست رکھنے لگتے۔ اگر ان کی دنیا سے تم کچھ قرض لیتے تو وہ تم کو امن و اطمینان سے زندگی بسر کرنے دیتے۔

اس کے بعد حضرت نے اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ اپنے چچا کو رخصت کرو اور جناب عقیل سے کہا کہ اپنے بھائی کو وداع و رخصت کرو۔ جناب عقیل نے کلام کی ابتدا کی اور فرمایا۔

اے ابو ذر ہم کیا کہیں تم جانتے ہو کہ ہم تم کو دوست رکھتے ہیں تم ہم کو دوست رکھتے ہو۔ اے ابو ذر تقویٰ خدا اختیار کرو اس لئے کہ تقویٰ نجات کا ذریعہ ہے صبر کرو۔ صبر کرم و بزرگی ہے۔ اے ابو ذر تم جزع و فزع کے مقابلہ میں صبر کو ذوقی سمجھتے ہو۔ مایوسی کے سبب سے یہ سمجھتے ہو کہ غافیت دیر میں حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے ابو ذر مایوسی اور جزع و فزع کو چھوڑ دو۔

اس کے بعد امام حسنؑ نے جناب ابو ذر کو رخصت کیا اور فرمایا:

اے چچا اگر وداع و رخصت کرنے والے کا فرض یہ نہ ہوتا کہ وہ خاموش رہے اور رخصت کرنے کے لئے ساتھ رہنے والے کا فرض یہ نہ ہوتا کہ وہ رخصت کر کے پلٹ جائے جب بھی اس موقع پر گفتگو مختصر ہی ہوتی اگرچہ رنج و غم و افسوس بہت زیادہ ہوتا۔ اے چچا آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ آپ تک (دنیا لے کر آئے) آپ یہ یاد کر کے ایک دن دنیا سے الگ ہو جاتا ہے اسی لئے آپ بعد میں آنے والی راحت کی امید میں دنیا کے شدائد کو

برداشت کیجئے آپ صبر کیجئے یہاں تک کہ آپ نبیؐ سے اس طرح ملاقات کیجئے کہ وہ آپ سے راضی ہوں۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے گفتگو کی اور فرمایا کہ :

خدا قدرت رکھتا ہے کہ اس چیز کو بدل دے جسے آپ دیکھ رہے ہیں اور اللہ کی ہر روز جدا جدا نشان ہے۔ لوگوں نے آپ کو اپنی دنیا سے منع کیا ہے اور آپ نے ان کو اپنے دین سے روک دیا ہے۔ آپ اس سے بہت زیادہ مستغنیٰ ہیں جس سے انھوں نے آپ کو روکا ہے اور وہ اس کے بہت زیادہ حاجت مند ہیں جس سے آپ نے ان کو منع کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو صبر کرامت فرمائے اور آپ کی مدد کرے۔ اور آپ بھوک اور جوع و فزع کے مقابلہ میں اسے شیریں سمجھئے اس لئے کہ صبر دین اور کرم ہے۔ بھوک رزق کو مقدم نہیں کرتی اور گڑ گڑانا اور فریاد کرنا موت کے دن کو پیچھے نہیں ہٹاتا ہے۔

اس کے بعد جناب عمار یا سر نے غیظ و غضب کی حالت میں گفتگو شروع کی اور فرمایا :

جس نے آپ کو وحشت زدہ کیا ہے خدا سے آرام و تسکین و انس نہ عطا کرے۔ جس نے آپ کو خوفزدہ کیا ہے اسے امن و اطمینان نہ مرحمت کرے اسے ابو ذر آگاہ ہو اگر آپ ان کی دنیا کے خواہش مند ہوتے تو وہ آپ کو امن و اطمینان سے زندگی بسر کرنے دیتے اور اگر آپ ان کے افعال و اعمال سے راضی و خوشنود ہوتے تو وہ آپ کو دوست رکھتے۔ لوگوں کو آپ سے باتیں

کرنے سے صرف اس امر نے روکا ہے کہ وہ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں۔ اور اس طرف مائل ہوتے ہیں جس طرف ان کی جماعت کا بادشاہ مائل ہوا ہے اور ملک تو اس کا ہے جس کو غلبہ و اقتدار حاصل ہو جائے پس لوگوں نے انھیں اپنا دین بخش دیا ہے اور ان لوگوں نے ان کو اپنی دنیا دے دی ہے۔ اس لئے انھوں نے دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان اٹھایا ہے آگاہ ہو یہی کھلا ہوا گھانا ہے۔

جناب ابو ذر بڑے بوڑھے تھے ان حضرات کی یہ باتیں سن کر رونے لگے اور کہنے لگے۔

اے رحمت کے گھرانے والو! جب میں آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں تو جناب رسول خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مدینہ میں میرے تسکین کا ذریعہ صرف آپ ہی حضرات کی ذات ہے میں عثمان پر اسی طرح بو جھل ہو گیا ہوں جس طرح شام میں معاویہ پر بو جھ بن گیا تھا اس لئے اس نے ناپسند کیا کہ میں ان دونوں شہروں میں اس کے بھائی اور خالہ کے بیٹے کے ساتھ رہوں اور لوگوں کو ان کے خلاف کر دوں۔ اس لئے مجھے ایک ایسے مقام کے لئے روانہ کیا جا رہا ہے جہاں میرا مددگار اور مصائب کا دور کرنے والا صرف اللہ ہے اور میں تو صرف اللہ کو اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ رہ کر کسی وحشت سے نہیں ڈرتا ہوں۔

ان کلمات کے ساتھ ان حضرات نے جناب ابو ذر کو رخصت کیا اور

مدینہ واپس آ گئے۔

اس واقعہ کے بعد ایک دن حضرت علی عثمان کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کیا بات تھی کہ آپ نے میرے پیغامبر کو واپس کر دیا اور میرے حکم کی توہین و تذلیل کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا مقاصد ہم کو واپس کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے اسے واپس کر دیا لیکن تمہارے حکم کی میں نے توہین و تذلیل نہیں کی ہے۔

عثمان نے کہا کہ کیا آپ تک یہ خبر نہیں پہنچی تھی کہ میں ابوذر سے گفتگو کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تم کسی ناجائز کام اور معصیت خدا کا حکم دو تو ہم اس میں بھی تمہاری اطاعت کریں۔ (ایسا نہیں ہو سکتا)

عثمان نے کہا کہ آپ مروان کو اپنی طرف سے فدیہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں مروان کو کس چیز کا فدیہ دوں انھوں نے کہا کہ اس امر کا فدیہ کہ آپ نے اس کو برا بھلا کہا اور اس کی سواری کو کوڑا مار کر واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا میری سواری حاضر ہے مروان اس سے بدلہ لے سکتا ہے لیکن اگر وہ مجھے برا بھلا کہے گا تو میں اس کے ایک ایک کلمہ کے جواب میں تم کو برا بھلا کہوں گا اور اس میں کی کوئی بات بھی جھوٹی نہ ہوگی۔ یہ باتیں سن کر عثمان حضرت علی سے بہت زیادہ خفا ہو گئے اور کہا کہ آخر مروان آپ کو کیوں برا بھلا نہ کہے گا۔ گویا آپ اپنے کو اس سے افضل و بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ یہ کہہ کر آپ عثمان کے پاس سے واپس چلے آئے۔

اس گفتگو کے بعد عثمان نے سربر آوردہ مہاجرین و انصار و بنو امیہ کو

بلایا اور ان سے حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ ان لوگوں نے کہا آپ ان پر حاکم و والی ہیں اس لئے مصالحت بہتر ہے انھوں نے کہا میں بھی چاہتا ہوں، چنانچہ یہ سب لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی کہ بہتر ہوتا کہ آپ مروان کے پاس چلتے اور عذر خواہی کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں مروان کے پاس تو ہرگز نہ جاؤں گا نہ اس سے معذرت کروں گا لیکن عثمان کے پاس چل سکتا ہوں۔

یہ لوگ حضرت کی خدمت سے واپس ہوئے اور عثمان کے پاس آئے اور کل گفتگو نقل کر دی۔ موصوف نے ایک شخص کو حضرت علیؑ کو بلانے کے لئے بھیجا آپ افراد بنو ہاشم کو ساتھ لے کر ان کے پاس آئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ

اے عثمان تم جو مجھ سے اس لئے رنجیدہ ہوئے ہو کہ میں ابوذر کو پہنچانے بیرون مدینہ تک گیا اور ان سے گفتگو کی تو خدا کی قسم میں نے یہ سب کچھ اس لئے نہیں کیا کہ تم کو تکلیف پہنچاؤں اور تمہارے حکم کی خلاف ورزی کروں بلکہ میں نے تو یہ سب ابوذر کا حق ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔

رہا مروان چونکہ اس نے خداوند عالم کا ایک حق ادا کرنے سے مجھے روکنا چاہا تھا اس لئے میں نے اسے اس طرح پلٹا دیا جس طرح میرے مانند انسان کو مروان ایسے شخص کو واپس کرنا چاہئے۔

لیکن اے عثمان مجھ سے اور تم سے جو باتیں ہوئیں جس سے تم مجھ سے خفا ہو گئے تو تم ان باتوں کے لئے اپنے غیظ و غضب کو دل سے نکال دو

جن کا میں نے ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔

حضرت کے اس ارشاد گرامی کے بعد عثمان کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا کہ

آپ سے میرے بارے میں جو کچھ ہوا میں اسے معاف کرتا ہوں لیکن آپ نے مروان کے ساتھ جو کچھ کیا خدا سے معاف کرے اے علی آپ نے جو قسم کھائی آپ اپنی قسم میں سچے ہیں اب اپنا ہاتھ میرے قریب لائیے انہوں نے حضرت علی کا ہاتھ لیا اور اپنے سینے سے لگایا۔

ان باتوں کے بعد قریش اور بنو امیہ نے مروان کو بہت ابھارا کہ حضرت علی سے بدلہ لے مگر اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں حضرت علی کے مقابلہ میں آنے کی ہمت و جرأت نہیں رکھتا ہوں۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے جو واقعات ہم نے نقل کئے ہیں ان سے انکار کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ تاریخ اعمش کوئی وغیرہ میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یہ تمام حالات درج ہیں۔ ۱۰

جناب ابو ذر کچھ عرصہ تک عالم غربت و تنہائی میں ربذہ میں بسر کرتے رہے آنے جانے والے حاجی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی امداد کرنا چاہتے تھے مگر آپ کسی کی کوئی چیز بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

یہاں تک کہ آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور حالت دیگر گویا ہوئی یہاں بجز آپ کی زوجہ ام ذر اور خدا کے کوئی بھی آپ کے پاس موجود

۱۰۔ ہم نے جو واقعات کجایک سنی مورخ کی کتاب سے نقل کیا ہے اس لئے اس میں بعض ایسی باتیں درج ہیں جو شیعی نقطہ نظر سے درست نہیں ہیں تاثرین مطالعہ کے وقت متوجہ رہیں۔ (مولف)

ہیں تھا۔

مقام ربذہ میں جب جناب ابوذر کی موت کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے روننا شروع کیا جناب ابوذر نے کہا کیوں روتی ہو انھوں نے عرض کی رونے کا سبب یہ ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد کفن دینا ضروری ہے لیکن میرے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے جو کفن کے لئے کافی ہو۔ جناب ابوذر نے فرمایا روؤ نہیں اس لئے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ ایک دن حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھا تو حضرت کو کہتے سنا کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا جس کے جنازہ میں مومنین کی ایک جماعت شریک ہوگی اس وقت جتنے لوگ تھے ان میں سے ہر ایک شہر میں مرا ہے، میں زندہ اور باقی ہوں اور صحراء میں بھی ہوں، مر بھی رہا ہوں۔

تم راستہ کی دیکھ بھال رکھو عنقریب وہی دیکھو گی جو میں کہہ رہا ہوں خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا ہے نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ زوجہ ابوذر نے کہا اب ادھر سے کون آئے گا حاجیوں کے آنے کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ ابوذر نے کہا تم راستہ کو دیکھتی تو رہو۔ وہ ٹکٹکی لگائے راستہ کو دیکھ رہی تھیں کہ کچھ لوگ نظر آئے جو اپنی سواریاں تیز دوڑا رہے تھے اور وہ لوگ خدا رسیدہ معلوم ہوتے تھے۔ وہ لوگ ان کے قریب آئے اور کہا تم یہاں کیسے اور کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک مرد مسلم مر رہا ہے تم اسے کفن دے کر اجر حاصل کرو ان لوگوں نے دریافت کیا وہ کون ہے؟ انھوں نے کہا ابوذر۔ سب نے کہا ہمارے مال باپ ان پر فدا ہوں، سب سواریوں سے اتر پڑے اور جلدی جلدی

ابوذری کی خدمت میں حاضر ہوئے جناب ابو ذر نے ان لوگوں سے کہا بشارت ہو تم ہی وہ لوگ ہو جن کے لئے پیغمبر اسلام نے یہ فرمایا تھا۔

اس کے بعد کہا اس وقت میں جس حالت میں اور جہاں ہوں تم دیکھ رہے ہو اگر میرے پاس کوئی ایسا کپڑا ہوتا جس میں مجھے کفن دیا جاسکتا تو مجھے اسی میں کفنایا جاتا (مگر ایسا کوئی کپڑا میرے پاس نہیں ہے) اب میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے کفن کا کپڑا ایسا شخص نہ دے جو سردار رہا ہو عریف (شناخت کرنے والا) رہا ہو، قاصد رہا ہو۔ وہاں جتنے افراد تھے ان میں سے ہر شخص ان صفات میں سے کسی نہ کسی صفت سے متصف تھا صرف ایک نوجوان انصاری ان سے متصف نہیں تھا اس نے کہا میں کفن دوں گا میرے سامان میں میری ماں کے ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے ہیں۔ جناب ابو ذر نے کہا تم ہی مجھے کفن دینا۔ جناب ابو ذر نے ۳۲ھ میں وفات پائی عبد اللہ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی۔

استیعاب ۱ میں ہے کہ

جب جناب ابو ذر کی وفات ہو گئی تو جناب عبد اللہ بن مسعود نے ان پر نماز پڑھی اس لئے کہ وہ چند فاضل صحابہ کے ساتھ جن میں جناب حجر بن اور مالک بن حارث اشتر اور انصاری جوان تھے یہ لوگ کوفہ سے پلٹ رہے تھے ان لوگوں کو زوجہ ابو ذر نے بلایا تھا۔ موت ابو ذر کے وقت یہ لوگ موجود تھے انھیں لوگوں نے حالت احتضار میں جناب ابو ذر کی آنکھیں بند کیں غسل

دیا اور جو ان انصاری کے کپڑوں کا کفن دیا جس کے بارے میں عجیب غریب خبر منقول ہے اور جو بہت چوڑا چکلا بھی تھا۔

وفات جناب ابو ذر کی ایک روایت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۴۱۶ پر استیعاب سے نقل کی ہے جسے ہم اصحاب امیر المؤمنین کی قربانیاں ج ۲ ص ۱۱ پر حالات جناب مالک اشتر میں نقل کر چکے ہیں اسے ناظرین ضرور ملاحظہ کریں اس لئے کہ اس سے حقانیت مذہب شیعہ پر روشنی پڑتی ہے۔

جناب مقداد بن عمرو

جناب مقداد کے والد اصل میں عمرو ابن ثعلبہ بن مالک ابن ربیعہ بن عامر بن مطرد والنہرانی اور بقول بعض خضرمی تھے۔ ۱۰

ان سے کسی بات پر ابو شمیر بن حجر کندی سے جھگڑا ہو گیا تھا انھوں نے اس کے پیر پر تلوار ماری اور بھاگ کر مکہ آگئے اور اسود بن عبد یغوث زہری کے حلیف ہو گئے انھوں نے اپنے باپ کو بھی مکہ ہی میں بلا لیا۔ اسود نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اس لئے ان کو مقداد بن اسود کہتے ہیں۔ ۲۰

ان کی کنیت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ابو الاسود کنیت ہے بعض کا قول ہے کہ ابو عمر اور بعض کہتے ہیں ابو سعید کنیت ہے۔

جناب مقداد جلیل القدر صحابی رسول تھے ان کے فضائل میں وارد

۱۰- اصلہ ج ۳ ص ۴۵۴۔

۲۰- اصلہ ج ۳ ص ۴۵۴۔

ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے چار آدمیوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ خدا بھی ان کو دوست رکھتا ہے وہ افراد حسب ذیل ہیں:

حضرت علی ابن ابی طالبؑ، جناب مقداد، جناب ابو ذر، جناب سلمان فارسی اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی سند حسن سے نقل کیا ہے۔ ۱۰

جامع صغیر علامہ سیوطی میں ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جنت چار آدمیوں کی مشتاق ہے۔ علیؑ، عمارؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ۔

جناب مقداد سابقین اسلام میں داخل ہیں۔ جن سات افراد نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا ان میں جناب مقداد کا بھی شمار ہے۔

انہوں نے دو ہجرتیں کیں، ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ۔ جنگ بدر اور جناب سرور عالمؐ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے۔ جنگ بدر میں تھا جناب مقداد ہی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے۔ جس کا نام سبھ تھا۔ ان کا عقد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضبابہ بنت زبیر ابن عبد المطلب سے کر دیا تھا جو حضرت کی چچا زاد بہن تھیں۔

واقعہ یہ گذرا کہ ایک دن جناب مقداد اور عبد الرحمن بیٹھے تھے عبد الرحمان نے کہا تم شادی کیوں نہیں کرتے ہو جناب مقداد نے کہا اپنی لڑکی

مجھے بیاہ دو یہ سن کر عبد الرحمان بہت خفا ہوئے اور جناب مقداد سے سخت کلامی کی۔ جناب مقداد نے اس کی شکایت جناب رسالت مآب سے کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری شادی کر دوں گا اس کے بعد آپ نے اپنے چچا (زبیر) کی بیٹی ضبابہ بنت زبیر ابن عبدالمطلب سے ان کا عقد کر دیا۔ ۱۰

جناب مقداد جام محبت امیر المؤمنینؑ میں سرشار تھے اس نشہ میں ہمہ وقت مست رہتے تھے حضرت کے سب سے زیادہ مخلص شیعوں میں شمار ہوتے تھے۔

علامہ شیخ ابو عمر کثی علیہ الرحمہ کتاب اسماء الرجال میں تحریر فرمایا

ہے کہ

حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے کہ تین آدمیوں کے سوا بعد رحلت پیغمبر اسلام سب مرتد ہو گئے تھے وہ تین آدمی حسب ذیل ہیں۔ سلمان، ابو ذر، مقداد۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ عمار یاسر کے لئے کیا ارشاد ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ حق ہے کچھ پلٹ گئے تھے لیکن پھر حق کی طرف واپس آگئے لیکن اگر کوئی شخص جاننا چاہتا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر شک پیدا نہیں ہو اوہ مقداد ہیں۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب مقداد کی منزلت کیا تھی فضائل و محامد کے کن مراتب پر فائز تھے اور آخری روایت تو اس کو بھی واضح کرتی ہے کہ بعد رحلت پیغمبر اسلام وصایت و خلافت حضرت امیرؑ میں جس

کے دل میں ذرہ برابر شک و شبہ پیدا نہیں ہوا وہ تھا جناب مقداد تھے۔

مسئلہ خلافت میں جناب مقداد حضرت امیر المؤمنینؑ کی نصرت میں برابر مخالفین سے احتجاج کیا کرتے تھے چنانچہ بعد رحلت پیغمبرؐ جن بارہ مہاجرین و انصار نے بیعت ابو بکر کے خلاف احتجاج کیا تھا ان میں جناب مقداد بھی داخل تھے آپ احتجاج کے لئے جناب ابو ذر کے بعد اٹھے اور فرمانے لگے کہ اے ابو بکر اپنے ظلم سے باز آ جا بارگاہ رب العزت میں توبہ کر اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی خطاؤں پر گریہ و زاری کر امر خلافت اس کے مالک کے سپرد کر دے جو تجھ سے اولیٰ اور بہتر ہے تم جانتے ہو کہ جناب رسالت مآبؐ نے کس کی بیعت کا فائدہ تمہاری گردن میں ڈالا تھا اور تمہارے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ اسامہ بن زید کے جھنڈے کے نیچے مدینہ سے باہر چلے جاؤ۔ حالانکہ اسامہ آپ کا غلام تھا اس امر پر آپ نے اس بات پر متنبہ کر دیا کہ امر خلافت کے تم مستحق نہیں اور نہ وہ مستحق ہے جو تمہارا دست و بازو ہے نیز تم دونوں کو ایک ایسے شخص کی سرداری میں جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جو نفاق کا نشان و دشمنی کی کان اور لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے یعنی عمرو ابن عاص جس کے لئے خدا نے اپنے نبیؐ پر قرآن میں انزل کیا ہے انا شانک ہو الا بتراے پیغمبر تمہارا دشمن مقطوع النسل ہے اس کے بعد جناب مقداد نے فرمایا کہ اہل علم میں اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ آیت عمرو کے بارے میں نازل ہوئی اور عمرو کو تم دونوں اور تمام منافقین پر غزوہ ذات

السلاسل میں پیغمبر اسلام نے سردار بنا کر بھیجا تھا۔ عمرو نے تم دونوں کے سپرد لشکر کی حفاظت کا کام کیا تھا تم نے لشکر کی حفاظت سے (اتنی ترقی کی کہ خلافت پر پہنچ گئے) اے ابو بکر وقت گزرنے سے پہلے خلافت کو ترک کر دو اس لئے کہ یہ تمہاری زندگی اور موت دونوں کے بعد تمہیں محفوظ رکھے گا اور دنیا پر بھر وسہ نہ کرو۔ قریش اور دوسرے افراد تمہیں دھوکا نہ دیں اس لئے کہ عنقریب دنیا مضحک ہو جائے گی اور تم اپنے پالنے والے کی بارگاہ میں حاضر ہو گے وہ تم کو تمہارے عمل کی جزا دے گا۔ اے ابو بکر تم علم اور یقین سے جانتے ہو کہ بعد رسول خدا مالک خلافت حضرت علی ہیں اس لئے خلافت ان کے سپرد کر دو جو خدا نے ان کے لئے معین کی ہے۔ اس سے تمہارا پردہ باقی رہ جائے گا اور تمہارا ابو جھ ہلکا ہو جائے گا خدا کی قسم میں نے تمہیں نصیحت کی اگر تم میری نصیحت پر عمل کرو۔ ۱

جب عمر کے مرنے کے بعد اصحاب شوریٰ مسئلہ خلافت کو طے کرنے کے لئے تین دن تک آپس میں بحث و مباحثہ کرتے رہے تیسرے دن عبد الرحمن بن عوف نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا تاکہ حضرت علی یا عثمان سے بیعت کریں لوگ گروہ در گروہ جمع ہو رہے تھے۔ اس اثناء میں جناب مقداد نے اس جماعت کے درمیان بلند آواز سے ندا دی کہ اے گروہ مردم میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے سنو۔ میں مقداد بن عمرو ہوں۔ اگر تم نے حضرت علی کی بیعت کی تو ہم اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور اگر عثمان کی بیعت

کی تو نافرمانی کریں گے۔ جناب مقداد کی ندا سن کر عبد اللہ بن ربیعہ ابن مغیرہ مخزومی نے آواز دی کہ اے گروہ مردم اگر تم نے عثمان کی بیعت کی تو ہم اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور اگر حضرت علی کی بیعت کی تو نافرمانی کریں گے۔ جناب مقداد نے عبد اللہ کی یہ گفتگو سن کر ارشاد فرمایا کہ اے دشمن رسول و کتاب خدا تیرے مانند انسان کی باتوں کو صلحاء امت نہیں مانیں گے۔ ۱۷

عبد الرحمان ابن عوف کی چالاکی اور ترکیب سے جب عثمان کی بیعت ہو گئی تو جناب مقداد مسجد میں بیٹھے ہوئے کف افسوس ملتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ حیرت ہے قریش کے افراد سے کہ جنھوں نے خلافت کو اہلبیت رسالت سے موڑ کر دوسری طرف کر دیا حالانکہ اہلبیت معدن فضل، زمین کے ستارے اور مملکت کے لئے نور ہیں۔ ان میں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کے مانند حق کو جاری کرنے عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بعد جناب رسالت مآب کسی شخص کو نہیں پایا۔ معروف ابن سوید اس وقت مسجد میں موجود تھا اس نے جناب مقداد سے پوچھا کہ تم نے ان کلمات سے کسے مراد لیا ہے جناب مقداد نے فرمایا کہ رسالت مآب کے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب ہمارے مطلوب ہیں۔ ۲۷

جناب مقداد چونکہ بنی ہاشم کے داماد تھے اس لئے ان کو جسمانی تکلیفیں تو نہیں دی گئیں لیکن مہمان اہلبیت کو ڈرانے دھمکانے کے لئے

بارہ مہاجرین و انصار کے احتجاج کے بعد چار ہزار کا جو لشکر مسجد رسولؐ میں آیا تھا اور جن لوگوں کو قتل کی دھمکی دی تھی ان میں جناب مقداد بھی داخل تھے۔ جناب مقداد کی وفات ۳۳ھ میں واقع ہوئی۔

جناب سلمانؓ محمدیؐ

جناب سلمان محمدی ایرانی تھے اسی سبب سے آپ کو سلمان فارسی بھی کہتے ہیں اصل میں ان کا نام نامی روزبہ تھا۔ تلاش حق اور سچے دین کی تحقیق میں مصائب میں گرفتار ہوئے قید خانوں کی سیر کی دس بار غلام بنا کر بچے گئے۔ متعدد اوصیاء حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں پہنچے۔ آخر میں جس راہب تک رسائی ہوئی اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبعوث برسالت ہونے کی بشارت دی۔ چنانچہ آپ مکہ آئے عثمان بن اشہل کے غلام تھے اس سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین سو درختانِ خرما اور چالیس وقیعہ سونے کے عوض میں خرید فرما کر آزاد کر دیا۔ جب حضرت نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں قیام کیا تو جناب سلمانؓ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہو گئے۔

جناب علامہ شیخ الموحدین محیی الدین محمد عربی نے اپنی کتاب فتوحات میں حدیث ”سلمان منا اہل البیت“ سے جناب سلمان کی عصمت پر استدلال کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

چونکہ جناب رسالت مآبؐ پروردگار عالم کے عبد خاص تھے اور خدا

وند عالم نے آپ کو اور آپ کے اہلبیتؑ کو اچھی طرح پاک و پاکیزہ پیدا کیا تھا اور ہر قسم کے رجس اور تمام ان چیزوں سے جو ان کے لئے باعث عیب ہوں ظاہر و مطہر کیا تھا۔ اور جیسا کہ فراء نے حکایت کی ہے کہ رجس عرب کے نزدیک گندگی کو کہتے ہیں اور خداوند عالم نے فرمایا ہے :

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و

یطہرکم تطہیرا۔

اے اہل بیتؑ خدا کے علم میں یہ بات گذر چکی ہے کہ تم کو ہر طرح کی گندگی سے دور رکھے اور جو حق طہارت ہے اس طرح تم کو پاک و پاکیزہ قرار دے۔

اس لئے ان کی طرف پاک و پاکیزہ ہی چیز منسوب کی جاسکتی ہے اور ایسا ہونا بھی ضروری تھا اس لئے کہ جو چیز بھی ان کی طرف منسوب ہو گی (اگر عیب دار ہو گی تو) وہ ان کے لئے باعث نقص و عیب ہو گی۔ اس لئے اہل بیتؑ اپنی طرف ایسی ہی چیز کو منسوب کر سکتے ہیں کہ جس کی طہارت و پاکیزگی کا حکم کیا گیا ہو۔ یہ نبیؐ کی طرف سے سلمان کے لئے شہادت و گواہی ہے۔ جناب سلمانؓ کی طہارت و حفاظت الہی اور عصمت کی اس لئے کہ آپ نے ان سے ہر طرح کی نجاست دور ہونے کی گواہی دی ہے اس لئے اہلبیتؑ کی طرف صرف مطہر و مقدس ہی چیز منسوب ہو سکتی ہے۔ جب سلمانؓ فارسی کا یہ حال ہے تو پھر تمہارا گمان اہلبیتؑ کے لئے کیا ہے اس لئے کہ وہ تو مطہر بلکہ عین طہارت ہیں۔

جناب علامہ نوری علیہ الرحمہ کتاب نفس الرحمن میں کہتے ہیں کہ جناب سلمانؓ اوصیا جناب عیسیٰؑ میں داخل تھے نیز وہ کہتے ہیں کہ۔ جناب سلمانؓ حضرت عیسیٰؑ کے آخری وصی تھے۔

جناب سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے حضرت امیرؓ کے مخلص و باوفا شیعہ تھے۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلمؒ لکن قتیبہ متوفی ۲۷۰ھ جو مشاہیر علماء اہل سنت میں داخل ہیں فرماتے ہیں جیسا کہ مجالس المؤمنین ص ۹۰ پر مذکور ہے کہ

اصحاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اٹھارہ رافضی تھے۔

موصوف نے ان میں جناب سلمانؓ کو بھی شمار کیا ہے، حضرت سلمانؓ محبت اہل بیتؑ میں ایسے ثابت قدم تھے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منا اہل بیتؑ کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا۔

جناب شیخ الطائفہ علامہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسیؒ اپنی الامالی میں اپنے استاد سے امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ

ایک دن کچھ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے اپنے اپنے نسب کا ذکر کر کے فخر کر رہے تھے جناب سلمانؓ بھی ان لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے عمر بن خطابؓ نے جناب سلمانؓ سے کہا کہ سلمانؓ بیان کرو تمہارا نسب کیا ہے جناب سلمانؓ نے کہا کہ میں سلمان بن عبد اللہ ہوں گمراہ تھا خداوند عالم نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہدایت فرمائی غلام و مملوک تھا حضرت ہی کے ذریعہ سے مجھے آزاد کر دیا

عمر یہی میرا حسب و نسب ہے۔

راہ محبت امیر المؤمنینؑ میں ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں پیدا ہوئی۔ جناب سلمانؓ ایسے پر خلوص و پر جوش شیعہ تھے کہ جب بارہ اصحاب پیغمبر اسلامؐ نے یہ طے کیا کہ ابو بکر کو منبر رسولؐ سے اتار لیں تو ان میں ایک جناب سلمانؓ بھی تھے چنانچہ لبان بن تغلب نقل کرتے ہیں کہ

میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ آیا اصحاب پیغمبر اسلامؐ سے کسی نے ابو بکر سے پیغمبر اسلامؐ کی جگہ پر بیٹھ جانے کو ناپسند بھی کیا۔ حضرت نے فرمایا ہاں بارہ افراد نے اسے ناپسند کیا ان میں مہاجرین کے حسب ذیل افراد تھے۔ مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، برید اسلمی، خالد بن سعید، عمار بن یاسر اور انصار سے حسب ذیل افراد نے اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا ابو الہیثم بن تیمان، عثمان بن حنیف، سہل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، ابی بن کعب اور ابو ایوب انصاری ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جب ابو بکر بن قحافہ منبر رسولؐ خدا پر آکر بیٹھیں تو انھیں منبر سے نیچے اتار لیں بعض نے کہا کہ یہ اس وقت تک نہ کرنا چاہیے جب تک حضرت امیرؓ سے مشورہ نہ کر لیا جائے یہ سب لوگ ایک ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے مولا آپ نے اپنا حق چھوڑ دیا اور اپنے دست تصرف کو خلافت سے علیحدہ کر لیا حالانکہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی تمہیں کیف مال علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے

ساتھ ہے حق ادھر مڑتا ہے جدھر علی مڑتے ہیں۔ اے آقا، ہم لوگ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ابو بکر کو منبر رسولؐ سے نیچے اتار لیں۔ ہم اس وقت اس کے متعلق آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو یہ لوگ تلوار کھینچے ہوئے میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ چل کر ابو بکر کی بیعت کیجئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے اور جب یہ لوگ یہ کریں گے تو مجھے ان کو دور کرنا ضروری ہو گا حالانکہ پیغمبر اسلامؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے غداری کرے گی اور میرے عہد و پیمانہ کو توڑ دے گی اے علی تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو چھوڑ دیا تھا اور گو سالہ کی پرستش کرنے لگے تھے اسی طرح یہ امت تم کو بھی چھوڑ دے گی اور کسی دوسرے کو خلافت کے لئے چن لے گی۔ میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ میں ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کروں حضرت نے فرمایا اگر ناصر و مددگار پانا تو جنگ کرنا اور اگر ناصر و یاور نہ پانا تو میرے پاس آنے کے وقت تک صبر کرنا۔ ۱۔

صاحب تاریخ التواریخ ۲۔ حالات سقیفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب سلمان فارسی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت ابو بکر کے وقت موجود تھے چونکہ انھیں یہ بیعت ناگوار و ناپسندیدہ تھی اس لئے انھوں نے اپنی مادری زبان میں کہا ”کردید و نکر دید“ تم نے بیعت کیا اور نہیں کیا۔

جناب سلمانؓ نے ان کلمات سے اس امر کی طرف کناہ کیا تھا کہ اے مہاجرین و انصار بیعت کرنا درست و بجا تھا لیکن علیؓ بن ابی طالبؓ کی بیعت کرنا چاہیے تھا مگر تم نے ان سے بیعت نہیں کی (گویا تمہاری یہ بیعت ہی نہیں ہوئی)

اسی مطلب کو فارسی کے بعد جناب سلمانؓ نے عربی میں کہا:

اصبتم الخیر و لکن اخطاتم المعدن

بیعت کر کے تم نے نیکی پائی لیکن معدن (علی ابن ابی طالبؓ) کی

بیعت ترک کر کے تم نے غلطی کی ہے۔

اس موقع پر جناب سلمان کے اس قول کو بھی نقل کیا ہے۔

اصبتم ذالسن منکم و اخطاتم اهل بیت نبیکم مالو

جعلتموہا فیہم ما اختلف منکم اثنان و لا کلموہا رغداً.

بیعت کر کے جس آدمی کو تم نے پالیا لیکن اہلبیتؓ نبیؐ کی بیعت نہ

کر کے تم نے غلطی کی ہے اگر تم خلافت کو اہل بیتؓ نبیؐ میں قرار دیتے اور ان

کی بیعت کر لیتے تو تم میں سے دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے اور تم

لوگ خوشحالی اور فراخ دلی کے ساتھ دنیا میں کھاتے پیتے۔

جناب سلمانؓ فارسی کے پہلے قول کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے

بھی شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ بارہ افراد منبر رسول

اللہؐ کو گھیر کر بیٹھے۔ جب خالد بن سعید (دیکھو ص ۱۰۶ حالات خالد بن سعید)

احتجاج کر چکے تو جناب سلمان محمدیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ

کردی و نکر دی۔ تم نے کیا اور نہیں کیا۔ یہ کہہ کر بیعت سے انکار کر دیا بس یہ سننا تھا کہ ان کی گردن مروڑ دی گئی۔

جناب سلمانؓ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ

موت جسے تم نہیں جانتے ہو کب آئے گی جب آجائے گی تو تم امر خلافت کو کس کے سپرد کر جاؤ گے جب تم سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے گی جس کو تم نہیں جانتے ہو تو کس کے پاس جا کر پناہ لو گے وہ شخص جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے رسولؐ سے زیادہ قریبی قرابت رکھتا ہے تاویل کتاب خدا و سنت نبیؐ کو تم سے زیادہ جانتا ہے اس سے مقدم ہونے کے بارے میں تمہارے پاس کیا جواب ہے جس کو اللہ کے رسولؐ نے اپنی حیات میں مقدم کیا ہے اور وفات کے وقت تم کو اس کے حقوق کی مراعات کرنے کی وصیت کی ہے لیکن تم نے اس کے بارے میں حضرت کے قول کو ترک کر دیا وصیت کو بھلا دیا۔ حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کی مخالفت کی عہد کو توڑا تم لوگوں کو اسامہ بن زید کے علم کے ساتھ جانے کے لئے حضرت نے جو گرہ باندھی تھی اس کے بعد جس طرح کے امور تم لوگ بجالائے ہو اس سے ڈرتے رہو حضرت کی مخالفت میں جن بڑے اور عظیم امور کو تم لوگ بجالائے ان سے بچو حضرت نے امت کو ان پر متنبہ کرنے کے لئے جو گرہ باندھی تھی تم نے اس کو بھی کھول ڈالا۔

اے ابو بکر عنقریب حکومت تمہارے لئے پاک و صاف ہو جائے گی لیکن گناہ تم کو بوجھل بنا دے گا۔ تم اپنی قبر میں چلے جاؤ گے اور تمہارے

ہاتھوں نے جو کچھ کمایا ہے اسے ساتھ اٹھا کر لے جاؤ گے کاش تم جلد حق کی طرف پلٹ جاتے اور اپنے کئے کی تلافی کرتے اور اپنے گناہان کبیرہ سے بارگاہ رب العزت میں توبہ کرتے تو یہ اس دن تمہارے نجات کا سبب بن جاتا جب تم قبر کے گڑھے میں تمہارے گے اور تمہارے مددگار چھوڑ کر چلے جائیں گے اس لئے یہ سب کچھ اسی طرح تم نے بھی سنا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے تم نے بھی دیکھا ہے جس طرح ہم نے دیکھا ہے۔ لیکن پھر بھی تم نے خلافت کو اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار نہیں کیا جس کے اختیار کرنے کی تمہارے پاس کوئی دلیل و عذر نہیں ہے۔ تم خلیفہ ہونے کو تو ہو گئے لیکن نہ خود تم کو نہ مسلمانوں کو تم سے کوئی فائدہ۔۔۔ پہنچ سکتا ہے اس لئے تم خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو کان کھول کر سن لو جو خدا سے ڈرا اس نے حجت تمام کر دی تمام عذر دور کر دئے اور تم ان لوگوں میں نہ ہو جاؤ جو پشت پھیر لیتے ہیں اور تکبر اختیار کرتے ہیں۔

جب سلمان فارسیؓ محبت حضرت امیرؓ میں اتنے سرشار تھے تو یہ نا ممکن تھا کہ ان کو اذیت نہ دی جاتی چنانچہ مجالس المؤمنین ص ۸۹ پر مرقوم ہے کہ

باوجود اس کے کہ جناب سلمانؓ طرح طرح کے کمالات سے متصف تھے مگر پھر بھی صرف اس لئے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہیں کی اتنا پیٹا گیا کہ گردن ٹیڑھی ہو گئی اور وفات کے وقت تک یہ کیفیت باقی رہی۔ حضرت سلمانؓ کی وفات ۳۶ھ میں ہوئی ہے۔

جنگ جمل

جب وسط ذی الحجہ ۳۵ھ میں عثمان ابن عفان مدینہ الرسول میں جو مہاجرین و انصار کا وطن و مرکز اور جائے قیام تھا قتل کر دئے گئے تو مسلمانوں میں انتخاب خلیفہ کے لئے انتشار و بیچینی پیدا ہوئی اور بالآخر کل مہاجرین و انصار کے اتفاق سے جن میں طلحہ و زبیر بھی داخل تھے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت علیؑ ظاہری اور نگ خلافت پر متمکن ہوئے مدینہ کے موجود مہاجرین و انصار نے با اتفاق آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مدینہ کے لوگ وفات رسولؐ کے بعد سے اب تک جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے وہی کل مملکت اسلامیہ کا سربراہ و خلیفہ و تاجدار تسلیم کر لیا جاتا تھا اور اگر کچھ لوگ اس کے خلاف بھی ہوتے تھے تو کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا جیسا کہ ابو بکر کے انتخاب کے وقت ہوا۔ غرض یہ ہے کہ اب تک تینوں خلافتوں میں یہی ہو تا رہا۔

لیکن حضرت علیؑ کی متفقہ بیعت نے دشمنان حضرت علیؑ پر صاعقہ کا کام کیا چنانچہ طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی اور معاویہ کی سازش سے وہ اور دیگر معزول شدہ عمال عثمان مکہ میں آکر مجتمع ہوئے ام المومنین عائشہ جو کل تک اقتلوا نعشاً (نعش یعنی عثمان کو

قتل کرو) کا فتویٰ دیتی تھیں اور عثمان سے بہت فخار ہتی تھیں۔

محاصرہ کی حالت میں انھیں چھوڑ کر مکہ روانہ ہو گئیں اور ابن عباس کو ہدایت کر گئیں تھیں کہ قتل عثمان سے ان سرکشوں کو منع نہ کرنا۔

ابن جریر نے میدان سے نقل کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ مدینہ سے مکہ اس وقت آئیں جب عثمان گھرے ہوئے تھے آپ مکہ ہی میں مقیم تھیں کہ اصغر نامی ایک شخص آیا آپ نے دریافت کیا لوگوں نے کیا کیا اس نے جواب دیا کہ مصر کے جو لوگ عثمان کے خلاف جمع ہوئے تھے عثمان نے ان کو قتل کر دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ انا لله وانا الیہ راجعون کیا وہ قوم قتل کر دی گئی جو حق طلب کر رہی تھی اور ظلم و جور کو ناپسند کرتی تھی خدا کی قسم میں تو اس پر راضی نہیں ہوں گی۔ (تذکرہ خواص الامہ ص ۷۳)

لیکن جب مکہ سے مدینہ روانہ ہوئیں تو ابھی مقام سرف میں پہنچیں تھیں کہ ان کے ماموں کے قبیلہ بنی لیث کا ایک شخص عبید بن ابی سلمہ نامی ملا جو ام کلاب کا بیٹا تھا آپ نے دریافت کیا کیا خبر ہے اس نے کہا کہ عثمان قتل کر دئے گئے اور لوگ آٹھ دن تک بے خلیفہ و امام کے باقی رہے۔

آپ نے دریافت کیا پھر لوگوں نے کیا کیا اس نے کہا سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع کر لیا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ آپ نے کہا کہ اگر تیرے دوست (حضرت علی) کے لئے بیعت خلافت پوری ہو گئی ہے تو کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا مجھے واپس کرو اور مکہ پلٹ آئیں اور یہ کہتی جاتی تھیں کہ عثمان مظلوم قتل کیا گیا ہے خدا کی قسم میں اس کا خون ضرور

طلب کروں گی۔

عبید : آپ یہ کیوں کہہ رہی ہیں خدا کی قسم جنگ کے رخ کو سب سے پہلے جس نے ان کی طرف موڑا ہے آپ ہی کی ذات ہے خدا کی قسم آپ ہی تو کہتی تھیں نعتل (لمبی ڈاڑھی کا ایک یہودی تھا جس سے لوگ عثمان کو تشبیہ دیتے تھے) کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔

ام المؤمنین : لوگوں نے عثمان سے توبہ طلب کی انہوں نے توبہ کر لی اس کے بعد ان کو قتل کر دیا۔ میں نے بھی ان کے خلاف باتیں کہیں لوگوں نے بھی کہیں لیکن میرا آخری قول پہلے قول سے بہتر ہے۔

عبید : یہ جواب سن کر چند شعر پڑھتا ہے جن کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آپ ہی سے ابتدا ہوئی آپ ہی کے سبب سے تغیرات رونما ہوئے آپ ہی کے سبب سے ہوائیں اٹھیں اور بارش ہوئی۔ آپ ہی نے امام (عثمان) کے قتل کا حکم دیا اور آپ ہی نے ہم سے کہا کہ یہ کافر ہو گئے ہیں۔ یہ فرض کر لیجئے کہ ان کے قتل میں ہم نے آپ کی اطاعت کی لیکن ہمارے نزدیک تو عثمان کا قتل وہ ہے جس نے قتل کا حکم دیا ہے (اس واقعہ سے) نہ ہمارے اوپر آسمان پھٹ پڑا نہ آفتاب و ماہتاب کو گھن لگا۔ لوگوں نے ایک ایسے غضبناک باتدبیر کی بیعت کی ہے جو باڑہ کی کچی کو سیدھا کر دے گا۔ وہ جنگ کے لئے اپنے جنگی لباس پہن لے گا اور وفادار کے مانند غدار نہیں ہو سکتا۔

(استحاف الوردی باخبار ام القرى از تشیید المطاعن ج ۳ ص ۳۳۳)

ناظرین اس گفتگو میں حسب ذیل باتیں ملاحظہ کریں حقیقت واضح

ہو جائے گی۔

۱۔ ام المؤمنین نے مصریوں کے قتل کی خبر سنی تو ان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور ان کو طالب حق، ظلم کو ناپسند کرنے والا کہا دیکھو تذکرہ خواص الامہ ص ۷۳۔

۲۔ جب عبید بن ابی سلمہ نے قتل عثمان کی خبر بیان کی تو نہ یہ کہا کہ وہ مظلوم قتل ہوئے اور نہ عوض خون لینے کا ارادہ ظاہر کیا بلکہ علامہ یوسف ابن مطہر حلی تو کشف الحق و نجات الصدق میں تحریر کرتے ہیں کہ اظہار مسرت کیا اور ان روز بہان نے ابطال باطل میں اور باتوں کا توجو اب لکھا ہے مگر اس کا جواب بھی نہیں لکھا بلکہ اس پر خاموش رہا جس کے معنی یہ ہیں یہ ان کو تسلیم ہے۔

۳۔ جب کل اہل مدینہ کے امیر المؤمنین علیہ السلام کے بیعت کی خبر سنی تو آپ سے باہر ہو گئیں اور فرمایا کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اور اب کہا مجھے واپس کرو واپس کرو عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں میں ان کے خون کا بدلہ ضرور طلب کروں گی۔

اس کا حاصل یہ ہوا یہ سب صرف دشمنی امیر المؤمنین کے سبب سے تھا ورنہ اگر کسی اور کی بیعت کی گئی ہوتی تو ام المؤمنین کی نہ یہ کیفیت ہوتی نہ مطالبہ خون عثمان کرتیں ام المؤمنین عائشہ نے مکہ پہنچتے ہی یہ اعلان کر دیا کہ چند معمولی باتوں پر شخص مظلوم کو شہید کر دیا گیا حالانکہ ان کے پاس اس فعل کے لئے کوئی جواز نہ تھا ان کو بے گناہ مارا گیا ہے میں خون عثمان کا قصاص لے

کر اسلام کو سر بلند کروں گی آپ کے اس ارشاد کے بعد مکہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت عثمان غنی کا قصاص لینے کے لئے سرفروشی پر آمادہ ہو گئی۔
(مکمل تاریخ اسلام مصنفہ شوکت علی فہمی ص ۳۴۸)

ام المؤمنین عائشہ کے اس اعلان کی ہمنوائی عبداللہ بن زبیر نے کی ادھر معاویہ کی سازش سے طلحہ و زبیر بھی مدینہ سے حضرت امیرؓ کی بیعت توڑ کر مکہ آگئے مروان بن حکم اور افراد بنی امیہ بھی مکہ آچکے تھے۔

حضرت نے جن عمال زمانہ عثمان کو معزول کیا تھا ان میں سے عبد اللہ بن عامر حاکم بصرہ اور یعلیٰ ابن مہبہ عامل یمن بھی مکہ پہنچ گیا۔ یہ سب افراد ام المؤمنین کے ہمنوا بن گئے چنانچہ یعلیٰ ابن مہبہ نے چھ سواونٹ اور چھ لاکھ درہم (جو خراج یمن کالے کر بھاگ آیا تھا) پیش کئے۔ عبد اللہ بن عامر نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اس نیک کام میں شریک ہوگا اس کو سواری اور زادراہ میں دوں گا غرض ان دونوں معزول شدہ عمال نے حضرت عائشہ کے لئے پورے لشکر کا سامان فراہم کر دیا۔ (مکمل تاریخ اسلام ص ۳۴۹)

عربی نامی ایک شخص سے ام المؤمنین کی سواری کے لئے ایک اونٹ خرید گیا لشکر روانہ ہوا اور عربی کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ لے لیا عربی کہتا ہے کہ ہم جس وادی یا جس چشمہ سے گذرتے تھے لوگ مجھ سے اس کے متعلق دریافت کرتے تھے یہاں تک کہ ہم چشمہ حوآب تک پہنچے وہاں کے کتوں نے بھونکننا شروع کیا لوگوں نے کہا کہ اس چشمہ کا کیا نام ہے تو میں نے کہا کہ یہ چشمہ حوآب ہے۔

یہ سننا تھا کہ ام المؤمنین عائشہ حج اٹھیں اور اونٹ بٹھادیا اور فرمانے لگیں کہ خدا کی قسم میں ہی حواب کی کتے والی زوجہ (رسول) ہوں اور تین مرتبہ کہا کہ مجھے واپس کرو، واپس کرو ام المؤمنین نے جب اونٹ بٹھادیا تو لوگوں نے بھی اپنے اونٹ ان کے گرد بٹھادئے اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا چوبیس گھنٹہ اسی محث میں گذر گئے اتنے میں عبداللہ ابن زبیر ام المؤمنین عائشہ کے پاس آئے اور کہا جلدی چلو جلدی چلو خدا کی قسم علی ابن ابی طالب آگئے ہیں چنانچہ فوراً سارا لشکر چل کھڑا ہوا اور مجھے گالیاں دینا شروع کر دیا۔
(تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۷۱)

جناب عائشہ نے جب بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان کے لئے ایک مضبوط اونٹ تلاش کیا جس پر ان کا ہودج باندھا جائے چنانچہ یعلیٰ بن امیہ ایک اونٹ لایا جس کا نام عسکر تھا جو بڑے ڈیل کا مضبوط اونٹ تھا موصوفہ نے اس اونٹ کو دیکھ کر پسند بھی کیا جمال نے اپنے اونٹ کی مدح میں کچھ شعر پڑھے اور ان میں اس کا نام عسکر ذکر کیا ام المؤمنین نے جب عسکر کا نام سنا تو اناللہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری کیا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمانے لگیں کہ مجھے رسالت مآب نے عسکر نام کے اونٹ پر سوار ہونے کی ممانعت کی ہے اس لئے میں اس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گی لوگ فوراً اس اونٹ کو واپس لے گئے لیکن اس کے مشابہ کوئی دوسرا اونٹ نہیں ملا تو اسی اونٹ کے جھول کو بدل کر ان کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس سے بہتر اونٹ

مل گیا ہے آپ سوار ہوں۔ ۱۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ جب ام المؤمنین مقام حوآب میں پہنچیں جو بنی عامر ابن شعبہ کا چشمہ تھا وہاں کے کتوں نے اس زور شور سے بھونکنا شروع کیا کہ سخت سے سخت اونٹ بھی بھڑک اٹھے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا دیکھتے ہو کہ حوآب میں کتنے زیادہ کتے ہیں اور کس زور شور سے بھونک رہے ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ نے حوآب اور اس کے کتوں کا نام سنتے ہی اپنے اونٹ کی مہار روک لی اور کہا کہ یہ حوآب کے کتے ہیں مجھے واپس کرو اس لئے کہ میں نے رسول خدا سے حدیث سنی ہے اور حدیث کو ذکر کیا۔ ۱۔

مولوی شوکت علی فہمی مکمل تاریخ اسلام ۲۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ لشکر آگے بڑھتا ہوا جب حوآب کے چشمہ پر پہنچا تو کتوں نے بھونکنا شروع کیا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ کون سا مقام ہے جب ان کو بتایا گیا کہ یہ مقام حوآب ہے تو آپ بہت گھبرائیں اور آپ نے فرمایا کہ مجھے یہیں سے واپس کر دو رسول اللہ نے پیشین گوئی کی تھی کہ میری ایک بیوی جب ناحق پر ہوگی تو اس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے تم ان میں سے نہ ہونا میں آگے نہیں جاؤں گی حضرت عائشہ کے اس ارشاد پر فتنہ پرداز گھبرائے کیوں کہ ان کا تو سارا بنا بنایا کھیل بچو اجا رہا تھا انھوں نے قسمیں کھا کھا کر حضرت عائشہ صدیقہ کو یقین دلانا شروع کیا کہ یہ حوآب نہیں ہے بلکہ دوسرا مقام ہے۔

۱۔ شرح نوح البلاغہ لئن ابی المدینج ۲ ص ۸۰۔

ام المؤمنین کے اس حدیث رسول کے سلسلہ میں علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت ایک شخص نے کہا کہ ہم کو دیر ہوئی کہ چشمہ حوآب سے گذر چکے ہیں تو ام المؤمنین نے فرمایا کہ آیا کوئی گواہ ہے چنانچہ لوگوں نے پچاس بدو عربوں کو اجرت دے کر آمادہ کیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیں کہ یہ چشمہ حوآب نہیں ہے یہ لوگ ام المؤمنین کے پاس آئے اور قسم کھا کر بیان کیا کہ یہ چشمہ حوآب نہیں ہے۔

ناظرین مؤرخین اہل سنت کے ان اقوال کو پڑھنے کے بعد خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام حق پر تھے اور جو لوگ آپ سے جنگ کے لئے جمل کے میدان میں آئے تھے باطل پر تھے۔

یہاں تک جن واقعات کو ہم نے تحریر کیا وہ تمہید تھی جنگ جمل میں جو مومنین حضرت امیر المؤمنین کی نصرت میں شہید ہوئے ہیں ان کے کارناموں کے سمجھنے کے لئے اب آئیے ان شہداء میں سے بعض کے حالات دیکھتے اور یہ ملاحظہ کیجئے کہ اس جنگ میں کتنے مخلص مجاہدان امیر المؤمنینؑ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حکیم بن حبیبہ عبدی

استیجاب ۲۷ میں مذکور ہے کہ

جناب حکیم شرف صحبت حضرت رسول اکرمؐ سے مشرف تھے جب

۱۰ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۰۔

۲۰ بر حاشیہ اصلہ جلد ۱ ص ۳۲۳۔

عثمان خلیفہ ہوئے تو ان کو بھی ایک مقام کا حاکم بنایا۔ ابتداء میں تو انھوں نے قبول کر لیا لیکن تھوڑے دنوں کے بعد مستعفی ہو گئے۔ اور واپس چلے آئے۔ یہ ان افراد میں داخل تھے جو عثمان کی بد اعمالیوں پر ان کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔

یہ وہ بزرگوار ہیں کہ جب ام المؤمنین عائشہ اور طلحہ وزیر اطراف بصرہ میں پہنچے تو عثمان بن حنیف والی بصرہ نے حضرت امیرؓ کے حکم سے قبیلہ عبد قیس اور بحر بن وائل کے سات سو افراد کے ساتھ منزل ذابوقہ میں ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور وہ جب ان لوگوں کے مقابلہ میں آئے جنگ کی نوبت آگئی جناب حکیم نے بڑی جوانمردی سے جنگ و جدل و جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب طلحہ وزیر نے جناب عثمان بن حنیف کو حیلہ و غداری سے گرفتار کر کے ان کی توہین و تذلیل کی (چہرے کے کل بال اکھیڑ ڈالے جیسا کہ ان کے حالات میں ذکر ہوگا) تو جناب حکیم عثمان بن حنیف کے انتقام کے لئے اپنے قبیلہ کے سات سو افراد لے کر مقابلہ کے لئے میدان میں اتر پڑے ان کی پنڈلی پر تلوار کا وار پڑا انھوں نے اپنی تلوار سے اتھنائے شجاعت و بہادری سے اپنی پنڈلی کاٹ کر پھینک دی اور جنگ کرتے رہے اور بالآخر ایک تلوار ان کی گردن پر لگی اور گھوڑے سے جدا ہو گئے اور جام شہادت نوش کیا ان کے ساتھ ان کی قوم کے سات سو افراد بھی شہید ہو گئے۔

علامہ ذہبی دول الاسلام میں تحریر کرتے ہیں کہ

جناب حکیم کی لوگ پیروی کرتے تھے شجاع و بہادر تھے سندھ کی حکومت ان کے سپرد کی گئی تھی جہاں انہوں نے جنگیں بھی کیں اور بصرہ میں آکر مقیم ہو گئے۔ لیکن جب جنگ جمل کی نوبت آئی تو انہوں نے اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ اصحاب جمل سے جنگ شروع کر دی جنگ کرتے ہوئے ان کا پیر کٹ گیا کٹے ہوئے پیر سے اس شخص کو مارا جس نے پیر کاٹا تھا۔ وہ اس کی چوٹ سے جانبر نہ ہو سکا انہوں نے پھر جنگ شروع کی اور رجز میں فرمانے لگے کہ اے میری پنڈلی تو خوف نہ کر اس لئے کہ میرے ہاتھ میرے ساتھ ہیں اس سے میں اپنے گھوڑے کو سرخ رنگ سے رنگ دوں گا۔ جب خون بہت بہا تو اس مقتول سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جس نے پیر کاٹ دیا تھا۔ ادھر سے ایک شخص کا گذر ہوا اس نے پوچھا تمہارے پیر کس نے کاٹے ہیں جواب دیا کہ میرے تکیہ نے میرا پیر کاٹا ہے یہ ایسا واقعہ ہے کہ بڑے بڑے بہادروں سے ایسی بات نہیں سنی گئی حکیم ان لوگوں میں داخل تھے جو عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھار کرتے تھے۔

ان کی شہادت جنگ جمل سے چند دن قبل واقع ہوئی۔

عثمان ابن حنیف انصاری

صحابی پیغمبر اسلام تھے اور جن لوگوں نے حضرت امیرؓ کی طرف بعد

بیعت ابو بکر واپسی اختیار کی تھی ان میں یہ بھی داخل تھے۔

علامہ حلیؒ نے خلاصۃ الاقوال میں ان کو ان صحابہ میں شمار کیا ہے جنہوں نے سب سے پہلے بیعت ابو بکر کے بعد حضرت امیرؓ کی اطاعت قبول کی تھی۔

جناب عثمان بن حنیف حضرت امیرؓ کی جانب سے حاکم بصرہ تھے۔ جب طلحہ و عاتشہ بصرہ میں آئے تو ان کو بصرہ سے نکال دیا اور یہ حضرت امیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سید المحدثین نے تھے الاخبار میں ذکر کیا ہے کہ جب عثمان بن حنیف کو لشکر عاتشہ و طلحہ و زبیر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو ایک شخص کو ان کے پاس روانہ کیا کہ تمہارے یہاں آنے کا سبب کیا ہے ام المؤمنین نے جواب دیا کہ اطراف و جوانب ملک کے احمقوں نے جمع ہو کر عثمان کا خون بہایا ہے میں مومنین کی ماں ہوں ان کے خون کا انتقام لینے آئی ہوں۔ قاصد نے یہ جواب جناب عثمان بن حنیف تک پہنچایا۔

مقام مرید میں جو پشت بصرہ پر ایک مقام کا نام تھا جنگ کے قصد سے عاتشہ کا لشکر صف بستہ ہو کر کھڑا ہوا جناب عثمان بن حنیف نے بھی محبان جناب امیرؓ کا ایک لشکر ان کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کیا۔ طلحہ و زبیر و ام المؤمنین نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو عوض خون عثمان لینے پر آمادہ کیا اور ان کے فضائل و مناقب بیان کئے۔ جب اہل بصرہ نے ان لوگوں کے خطبے سنے تو دو حصوں میں منقسم ہو گئے ایک گروہ تو طلحہ و زبیر و عاتشہ کا ہمنوا ہو گیا دوسرا حضرت امیرؓ کی محبت پر عہدت قدم رہا۔ اور جواب میں کہا کہ جب حالات یہ تھے تو آپ

لوگوں نے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کی بیعت کیوں کی حقیقت تو یہ ہے کہ آپ لوگ خون عثمان کا یہانہ کر کے خلافت طلب کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

بعض اصحاب پیغمبر اسلامؐ جو لشکر عثمان بن حنیف میں موجود تھے بلند آواز سے ہودج عائشہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خدا کی قسم عثمان کا قتل ہونا بہت سبک ہے اس امر سے کہ تم حرم پیغمبر اسلامؐ کو لے کر اس مقام پر آئے ہو ان لوگوں نے ام المومنین سے خطاب کر کے کہا کہ اگر آپ خود یہاں آئی ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ آپ سے جنگ کریں تاکہ پیغمبر اسلامؐ نے جو پردہ آپ کے لئے معین کیا ہے وہاں آپ کو واپس کر دیں اور اگر آپ کو یہ لوگ دھوکے سے لائے ہیں تو ہم کو ان سے جنگ کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اس امر فبیح کے مرتکب ہوئے ہیں کہ اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھا ہے اور حرم رسولؐ کو مخالفت خلیفہ برحق میں میدان جنگ میں لے کر آئے ہیں۔

اسی گفت و شنید کے بعد حکیم بن جبہ نے لشکر طلحہ و زبیر پر حملہ کر دیا۔ طرفین سے گھمسان کارن پڑا۔ دن بھر نیزوں تلواروں تیر و کمان و گرز کے وار ہوتے رہے۔ شام کو دونوں لشکر اپنے اپنے لشکر گاہ میں واپس چلے گئے دوسرے دن گذشتہ دن کی طرح جنگ ہوتی رہی جب نماز عشاء کا وقت آیا تو دونوں لشکر تھک کر بیٹھ گئے۔ ام المومنین عائشہ نے کہا کہ میں فتنہ فرو کرنے اور مسلمانوں کا خون چپٹے کے لئے آئی تھی اور فتنہ و فساد و خونریزی کے لئے نہیں آئی تھی اس لئے مناسب یہ ہے کہ آپس میں صلح ہو جائے عثمان بن

حنیف نے کہا کہ جب تک آپ طلحہ وزیر کو اپنے سے جدا نہیں کریں گی ہم صلح نہیں کریں گے اس لئے کہ ان دونوں نے خلیفہ برحق کی بیعت توڑ دی ہے۔ ابھی صلح کی گفتگو کسی نتیجہ پر نہ پہنچی تھی کہ شب کے وقت طلحہ وزیر نے عثمان بن حنیف پر شب خون مارا اور ان کے اکثر ساتھیوں کو قتل کر کے خود انھیں گرفتار کر لیا انھیں بھی قتل کرنا چاہتے تھے مگر مدینہ میں ان کے اعزاء اور اقارب سے خوفزدہ ہو کر قتل سے باز رہے لیکن ان کے داڑھی موچھوں بھوں اور پلکوں کے بال نوج ڈالے اور سر موٹڈ کر چھوڑ دیا۔ ۱۔

تاریخ طبری ۲۰ میں ہے کہ طلحہ اور زبیر نے ایک تاریک اور سرد رات میں جس میں ہوائیں چل رہی تھیں اور کھراڑ رہا تھا لوگوں کو جمع کیا اور مسجد بصرہ آئے نماز عشاء کا وقت آچکا تھا اور یہ لوگ دیر میں نماز عشاء پڑھا کرتے تھے عثمان بن حنیف ابھی مسجد میں نہیں آئے تھے ان لوگوں نے پہرہ داروں پر حملہ کر دیا اور سب کو مسجد کے اندر قتل کر دیا اور دارالامارہ میں داخل ہوئے تاکہ عثمان بن حنیف کو نکال کر لے آئیں جب عثمان کو گرفتار کر کے طلحہ وزیر کے پاس لایا گیا تو ان کے چہرے پر ایک بال بھی باقی نہیں تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب عثمان بن حنیف کو گرفتار کیا تو لبان بن عثمان کو عائشہ کے پاس مشورہ کے لئے بھیجا انھوں نے مشورہ دیا کہ عثمان بن حنیف کو قتل کر دیا جائے لبان پلٹے ہی تھے کہ ایک عورت جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی کہا اے ام المومنین میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ عثمان بن حنیف کو

قتل نہ کرائے اس لئے کہ وہ رسول خدا کے صحابی ہیں چنانچہ انھوں نے حکم دیا کہ ابان کو واپس بلا لو۔ جب ابان واپس آیا تو عائشہ نے کہا کہ عثمان کو قتل نہ کرو بلکہ قید کر لو۔ ابان نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اس لئے بلارہی ہیں تو میں نہ پلٹتا۔ مجاشع بن مسعود نے کہا کہ عثمان بن حنیف کو مارو اور ان کے ڈاڑھی کے بال نوج ڈالو۔ چنانچہ ان کے ڈاڑھی سر اور بھوڑوں اور پلکوں کے بال نوج ڈالے گئے اور قید کر لیا گیا۔ الغرض عثمان بن حنیف ان مظالم کو جھیل کر بصرہ سے مدینہ روانہ ہوئے تو راستہ میں امیر المؤمنینؓ سے ملاقات ہوئی انھوں نے بڑھ کر سلام کیا حضرت نے جواب سلام کے بعد کہا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے عرض کی میں عثمان بن حنیف ہوں حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ حوادث زمانہ بچوں کو بڑھا بنا دیتے ہیں تم پر کیا ہوا کہ بڑھاپے سے چھپنے کی طرف پلٹ آئے عثمان بن حنیف نے عرض کیا مولا آپ کے دشمنوں نے میری یہ درگت کی ہے۔ کامل بہائی۔ ۱ میں مر قوم ہے کہ جب لشکر ام المؤمنین بصرہ پہنچا تو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا خط اپنے عامل عثمان بن حنیف کو ملا کہ خبردار یہ لوگ شہر میں گھسنے نہ پائیں پہلے ان سے اتمام حجت کرنا اگر نہ مانیں تو جنگ کرنا چنانچہ عثمان بن حنیف نے راستہ روکا۔ بالآخر جنگ ہوئی۔ عثمان بن حنیف غالب آئے۔

کچھ لوگ درمیان میں پڑے اور صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ جب تک

حضرت امیرؓ نہ آئیں۔ دارالامارہ مسجد اور امامت نماز عثمان بن حنیف کے قبضہ

میں رہے اور طلحہ و زبیر عائشہ شہر بصرہ میں قیام کریں۔

جب طلحہ و زبیر شہر میں داخل ہو گئے تو قبیلہ بنو دودو و بنو ضبہ و قیس سلمان و بنو سلیم و بنو عامر نے ان کی بیعت کر لی ایک دن زیر لباس زرہ چھپا کر نماز عشاء میں شریک ہوئے۔ عثمان کو اس کی خبر نہ تھی۔ بعد نماز ان لوگوں نے عثمان کو گرفتار کر لیا اور ان کو بہت مارا پیٹا اور ان کے ڈاڑھی کے بال اکھیڑ ڈالے اور چاہا کہ قتل کر دیں عثمان بن حنیف نے کہا کہ میرے بھائی سہل بن حنیف مدینہ میں ہیں اگر تم مجھ کو قتل کرو گے تو وہ تم سب کے قبائل کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ چنانچہ اس خوف سے عثمان بن حنیف کو چھوڑ دیا۔ یہ مقام ذیقار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ان کے قبیلہ کے ستر آدمی اس جنگ میں شہید ہوئے۔

سہل بن حنیف کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو ام المومنین عائشہ کو خط لکھا جو جناب عثمان بن حنیف کی رہائی کا سبب بنا۔ (کامل یہائی ص ۷۸ ۳)

شہدائے جنگ جمل

اصحاب عثمان بن حنیف اور حکیم بن جبہ کے علاوہ کتنے افراد مجاہد امیر المؤمنین سے خاص جنگ جمل میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اس بارے میں مورخین کے اقوال مختلف ہیں۔

علامہ طبری اپنی تاریخ کے جلد ۵ ص ۲۲۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ شیعہ نے سیف سے اور وہ محمد و طلحہ سے نقل کرتا ہے کہ ام

المومنین عائشہ کے اونٹ کے گرد دس ہزار آدمی قتل ہوئے جن میں سے نصف اصحاب امیر المؤمنین اور نصف اصحاب حضرت عائشہ کے تھے قبیلہ ازد کے دو ہزار اور تمام یمن کے پانچ سو اور قبیلہ مضر کے دو ہزار اور قبیلہ قیس کے پانچ سو اور قبیلہ تمیم کے پانچ سو بنی ضبہ کے ایک ہزار اور بحر انن وائل کے پانچ ہزار یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے معرکہ میں اہل بصرہ کے پانچ ہزار دوسرے معرکہ میں پانچ ہزار جملہ دس ہزار افراد قتل کئے گئے۔

لیکن علامہ شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب جلد ۳ ص ۹۶ پر تحریر

فرماتے ہیں کہ

جنگ جمل میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ بیس ہزار کاشکر تھا جس میں اسی بدری اور دو سو پچاس اصحاب بیعت شجرہ اور ایک ہزار پانچ سو اصحاب پیغمبرؐ تھے اور عائشہ کے ساتھ تیس ہزار آدمی تھے جس میں چھ سو افراد مکہ کے تھے جنگ جمل میں بیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ کلبی کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین کے ساتھیوں میں سے ایک ہزار پیادے اور ستر سوار درجہ شہادت پر فائز ہوئے جن میں زید ابن صوحان ہند جمہلی ابو عبد اللہ عبدی اور عبد اللہ ابن رقیہ مشہور افراد درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔

خواہ شہید ہونے والے محبان امیر المؤمنین کی تعداد ایک ہزار ستر ہو یا پانچ ہزار قتل صرف اس لئے کئے گئے کہ حضرت علیؑ کے محب ناصر اور فدائی ہیں۔ ان شہداء میں سے کچھ شخصیتیں ایسی ہیں جن کا تذکرہ حضرت نے اس نوشتہ میں فرمایا ہے جو آپ نے عامل کوفہ کو بعد فتح جنگ جمل تحریر فرمایا ہے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ

”وسط جمادی الآخر میں مقام خربہ میں جو اطراف بصرہ سے ایک مقام ہے ہم سے اور ہمارے مخالفین سے جنگ ہوئی اور مسلمانوں کے طریقہ پر خداوند عالم نے مجھ کو فتح عطا کی ہمارے ساتھیوں میں سے اور مخالفین میں سے بہت سے لوگ قتل ہوئے لیکن ہمارے ساتھیوں میں سے جو مشہور لوگ قتل ہوئے ان میں حسب ذیل ہی افراد داخل ہیں۔

ثمامہ ابن متی، ہند ابن عمرو، غنیمہ بن پیشم، یحسان وزید فرزند ان صوحان اور محدودج۔ (طبری جلد ۵ ص ۲۲۲)

یحسان وزید فرزند ان صوحان عبدی

جناب زید صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان کی مدح میں حدیثیں بھی وارد ہیں۔

جناب زید تین بھائی تھے۔ جناب صحیحہ و جناب یحسان ان کے دوسرے بھائیوں کا نام تھا اور یہ سب کے سب حضرات امیر المؤمنینؑ کے سچے دوست مخلص اور فدائی تھے۔ کوفہ کے سربر آوردہ افراد میں شمار ہوتے تھے۔

کوفہ سے جن لوگوں کو عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں شہر بدر کیا تھا۔ ان میں یہ بھی داخل تھے وہاں کے دوران قیام میں ان سے اور معاویہ سے

کئی مرتبہ گفتگو ہوئی۔ ایک دن جناب زید نے معاویہ سے کہا کہ اے معاویہ اگر ہم ظالم ہیں تو بارگاہ خداوند عالم میں توبہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم مظلوم ہیں تو اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم کو عافیت عطا کرے ان کی یہ گفتگو سن کر معاویہ نے کہا زید تم سچے آدمی ہو اور ان کو کوفہ واپس جانے کی اجازت دے دی اور ان کے فضل و شرف و ہدایت و میانہ روی کو دیکھ کر سعید بن عاص والی کوفہ کو خاص طور سے ان کی سفارش میں خط لکھا اور تحریر کیا کہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور اذیت نہ پہنچانا۔ اصابہ ج ۱ ص ۵۸۳ موصوف ہی چند سطروں کے بعد پھر تحریر کرتے ہیں کہ جناب زید چونکہ جناب سلمان کو بہت دوست رکھتے تھے اس لئے اپنی کنیت ابو سلمان رکھی تھی حالانکہ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ ص ۵۸۳

جب حضرت علیؑ جنگ جمل کے سلسلہ میں بصرہ تشریف لائے تو جناب نبیؐ کی عائشہ نے ان کو ایک خط تحریر کیا یہ خط عائشہ بنت ابی بکر زوجہ نبیؐ کی طرف سے اپنے خاص بیٹے زید بن صوحان عبدی کے نام ہے۔ اما بعد اے زید اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی نصرت سے روکتے رہو اس لئے کہ تم میرے اہل میں سب سے زیادہ مؤثق آدمی ہو۔ والسلام

جب جناب زید کو یہ خط ملا تو جواب میں تحریر کیا کہ

یہ خط زید بن صوحان کی طرف سے عائشہ بنت ابی بکر کے نام ہے۔ اما بعد خداوند عالم نے کچھ آپ کو حکم دیا ہے اور کچھ ہم کو حکم دیا ہے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنے گھر کے اندر قیام کریں اور ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ جہاد

کریں لیکن آپ اپنے خط کے ذریعے سے مجھے حکم دے رہی ہیں کہ میں خدا کے دیئے ہوئے حکم کی مخالفت کروں اور وہ کروں جس کا حکم خداوند عالم نے آپ کو دیا ہے۔ اور آپ نے خود وہ کام کیا ہے جس کا حکم خدا نے ہم کو دیا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک آپ کا حکم اطاعت کے قابل نہیں ہے اور آپ کا خط قبول کرنے کے لائق نہیں ہے۔ والسلام

علامہ ابن ابی الحدید ان دونوں خطوں کو شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ میں تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مجھ سے ان خطوط کو ہمارے شیخ ابو عثمان عمرو بن عبید نے ہمارے شیخ ابو سعید حسن بصری سے روایت کی ہے۔

جناب زید کے بھائی جناب سبحان بھی حضرت علیؑ کے فدائی و محبت تھے اور جناب زید کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت کی محبت میں کمال رسوخ ہی تھا کہ دونوں بھائیوں نے جنگ جمل میں جام شہادت نوش کیا جس کا ایسا گہرا زخم قلب امیر المؤمنین پر تھا کہ فتح جمل پر آپ نے جو نوشتہ عامل کوفہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس میں خاص طور سے ان دونوں بھائیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

جناب زید کی شخصیت ہی ہے جس کے سبب سے اس وقت سے اس وقت تک جس طرح مسجد کوفہ وسہلہ محفوظ ہے اسی طرح مسجد سہلہ سے بالکل قریب مسجد زید بن صوحان بھی کوفہ میں موجود ہے۔ زائرین اس میں نماز ادا کر کے شرف حاصل کرتے ہیں۔

ہند بن عمرو جہلی

جناب ہند بن عمرو جہلی بڑے بہادر شجاع انسان تھے اصحاب پیغمبر اسلام میں داخل تھے انھوں نے زمانہ جاہلیت و اسلام دونوں میں زندگی بسر کی تھی۔ زمانہ عمر میں ۷۷ھ میں نصاریٰ بنی تغلب کے حاکم تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے ہند بن عبد اللہ بن یثرب ضبئی سے جنگ کی تھی یہ جنگ ایسی تھی کہ جس پر وہ بطور فخر کہتا ہے کہ

اگر تم مجھ کو قتل کرتے ہو قتل کرو اس لئے کہ یثرب کا بیٹا ہوں اور وہ بہادر ہوں جس نے حضرت علیؑ اور ہند جہلی سے نبرد آزمائی کی ہے۔

جنگ جہل میں حضرت علیؑ کی نصرت میں درجہ شہادت پر فائز

ہوئے۔

ان کے حالات میں ابن حجر عسقلانی نے اصابہ ص ۶۲۰ پر صرف

چند سطریں تحریر کی ہیں۔

یہ وہ بزرگوار ہیں کہ جب حضرت امیر المؤمنینؑ نے بعد فتح جنگ جہل

عامل کوفہ کو خط تحریر فرمایا ہے اس میں اپنے دیگر باوفا اصحاب کے ساتھ ان کا

بھی تذکرہ کیا ہے۔

جنگ صفین

۶۰ رجب ۳۶ھ کو امیر المؤمنین علیہ السلام جنگ جہل سے واپس

ہو کر کوفہ پہنچے اور مقام رجبہ میں ایک خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے عمال میں سے اشعث بن قیس کو کوفہ سے احنف بن قیس کو بصرہ سے اور جریر بن عبد اللہ مخلی کو ہمدان سے طلب فرمایا جریر کو معاویہ سے بیعت لینے کے لئے دمشق روانہ کیا لیکن جب حضرت کو معلوم ہوا کہ معاویہ کو تامل ہے اور طلب قصاص خون عثمان کو یہاں بنا کر جنگ پر آمادہ ہے تو آپ بھی ایک جرار فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلے۔ آثرزی الحج ۳۶ھ میں معاویہ اور آپ کی فوجیں مقام صفین میں پہنچ کر ایک دوسرے مقابلہ میں صف آرا ہو گئیں۔ یہ دونوں فوجیں نہیں تھیں بلکہ نور و ظلمت، حق و باطل، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر کا مقابلہ تھا۔ حق پرستوں کے سید و سردار حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اس جنگ میں جناب مالک اشتر، عماریاسر، ہاشم مرقال، ابن تیمان، خزیمہ بن ثابت نے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں کہ جو صفحات تاریخ میں آب زر سے تحریر کئے جانے کے قابل ہیں۔

جنگ صفین میں امیر المؤمنین کے لشکر میں نوے ہزار آدمی تھے۔ جن میں سے نو سو انصاری اور آٹھ سو مہاجرین تھے۔ عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کامیان ہے کہ ستر آدمی اہل بدر میں سے اور بعض کا قول ہے کہ ایک سو اکیس بدری بھی موجود تھے۔ اور معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار افراد تھے جن کے آگے آگے مروان عثمان کی تلوار جھائل کئے ہوئے چل رہا تھا۔ یہ لوگ محرم ۳۶ھ میں مقام صفین پہنچے اور فرات پر قبضہ کر لیا (مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۹۳) ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اور آپ کے

مخالفین صفین میں آخر ذی الحجہ ۳۶ھ میں وارد ہوئے۔ ۱۔

قتاواہ کہتا ہے کہ جنگ صفین میں ساٹھ ہزار افراد قتل ہوئے لیکن ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس لڑائی میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اور یہی انساب الاشراف سمعانی میں بھی مذکور ہے۔ ۲۔ حضرت کے لشکر کے ہزاروں افراد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ لیکن شہید ہونے والوں میں سے جن لوگوں کو حضرت اپنی شہادت سے قبل تک یاد کر کے حسرت و افسوس سے گریہ و زاری کرتے رہے۔ اس کا پتہ حضرت کے آخری خطبہ کے حسب ذیل الفاظ سے چلتا ہے۔ ہم یہاں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنینؑ نہروان کی جنگ کے بعد معاویہ سے جنگ کی تیاری کر رہے تھے اس وقت ایک خطبہ لے ارشاد فرمایا جس میں آپ لوگوں کو جنگ کے لئے ابھار رہے تھے اس خطبے میں آپ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔ ”ہمارے جن بھائیوں کے خون جنگ صفین میں بہائے گئے۔ ان کا آج نہ موجود ہونا مضرت رساں نہیں ہو اس لئے کہ آج اگر موجود ہوتے تو گلے میں پھندا پڑا ہوتا اور گند لاپانی پیتے ہوتے خدا کی قسم وہ لوگ بارگاہ رب العزت میں پہنچ گئے۔ اس نے ان کو بھر پور اجر دیا اور خوف کے بعد امن کی جگہ ٹھہرایا ہے میرے وہ بھائی کہاں ہیں جو راستے پر چلے اور حق پر باقی رہ کر دنیا سے گذر گئے عمار کہاں ہیں، ابن تیمان کہاں ہیں، ذوالشہادتین کہاں ہیں

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۹۷۔

۲۔ ایضاً ص ۱۰۳۔

۳۔ صحیح البلاغ ج ۱ ص ۳۶۶۔

اور ان کے مثل افراد کہاں ہیں جنہوں نے موت پر ایک دوسرے سے معاہدہ کیا تھا، فاجروں کے پاس ان کا سر لے جایا گیا۔

اس کے بعد حضرت نے اپنی ریش مطہر پکڑ لی اور دیر تک روتے رہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا افسوس ہے ان بھائیوں پر جنہوں نے قرآن پڑھا اور اسے مستحکم کئے رہے واجبات کو غور سے دیکھا اور اسے زندہ کئے رہے۔ انہوں نے سنت کو زندہ کیا۔ بدعت کو مردہ کر دیا جہاد کے لئے بلائے گئے تو اس دعوت کو قبول کیا۔ سید و سردار کی طرف لائے گئے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔

جناب عمار بن یاسر بن عامر عنسی مذحجی

جناب عمار بن یاسر عنسی مذحجی ان کی کنیت ابو الیقظان تھی یہ بنو مخردوم کے حلیف تھے۔

زیر دست شیعہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ جناب عمار ان افراد میں داخل ہیں جنہوں نے سر زمین حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ دو قتلوں کی جانب نماز پڑھی جناب عمار مہاجرین اولین میں داخل ہیں۔ بدر اور بنی نضیر اسلام کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے اور جنگ بدر میں تو انہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔ ۱۰ جناب عمار طویل اللقامت شجاع و بہادر تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ میں جناب رسول خدا کا ہمسن ہوں۔ مجھ سے زیادہ حضرت کے سن مبارک سے کوئی اور قریب نہیں تھا۔

احادیث و اخبار میں ان کے بڑے فضائل و محامد وارد ہیں، جناب ام المؤمنین عائشہ فرماتی تھیں کہ میں اصحاب نبیؐ میں سے جس کے متعلق کہنا چاہتی ہوں کہ گذرتی ہوں لیکن عمار یا سر کے لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتی اس لئے کہ میں نے حضرت سے جناب عمار کے بارے میں سنا ہے کہ

ملی عمار ایماناً الیٰ اخصص قدمیہ.

عمار قدم کے تلوے تک ایمان سے پر ہے۔ ۱۰

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ (جب سے میں نے سنا ہے کہ) جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص عمار کو دشمن رکھے اسے خدا دشمن رکھتا ہے۔ اس دن سے میں عمار کو دوست رکھتا ہوں۔

انس کے احادیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جنت علیٰ عمار، سلمان اور بلال رضی اللہ عنہم کی مشاق ہے۔ ۲۰

حضرت علیؑ کی حدیث میں ہے ایک دن جناب عمار نے نبیؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی حضرت نے آواز سے پہچان لیا اور فرمایا۔ مرحبا پاک و پاکیزہ انسان کے لئے ان کو آنے کی اجازت دے

دو۔ ۳۰

متعدد احادیث میں ان کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ سے وارد ہے کہ
”عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔“

۱۰۔ استیعاب ج ۲ ص ۲۲۳۔

۲۰۔ استیعاب ج ۲ ص ۲۲۳۔

۳۰۔ استیعاب ج ۲ ص ۲۲۳۔

حضرت کا یہ ارشاد غیب کی باتوں میں سے ایک بات اور نبوت کی علامتوں میں ایک علامت ہے۔ یہ حدیث صحیح ترین حدیثوں میں داخل ہے جناب عمار جنگ صفین میں ۳۷ھ میں شہید کئے گئے۔ حضرت علیؑ نے ان کو غسل نہیں دیا بلکہ انھیں کے کپڑے میں دفن کر دیا۔

روز شہادت جناب عمار کا سن نوے سال سے کچھ زائد تھا بعض کہتے ہیں کہ ۹۳ سال عمر تھی بعض کہتے ہیں کہ ۹۱ یا ۹۲ سال عمر تھی۔ ۱۰۰ جناب عمار، جناب یاسر اور ان کی والدہ سمیہ ابتداء اسلام ہی میں اسلام لائے۔ اور راہ خدا میں مشرکین ان کو اذیت دیا کرتے تھے۔

ایک دن مکہ میں جناب رسول خداؐ گذر رہے تھے کہ ملاحظہ کیا کہ مشرکین یاسر عمار اور ان کی والدہ کو اذیت دے رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا آل یاسر صبر کرو آل یاسر صبر کرو تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ ۲۰ جناب یاسر اور سمیہ اسی موقع پر شہید ہو گئے۔ جناب عمار نے تقیہ کر کے اپنی جان چھائی۔ جس کے سبب آیت (تقیہ) الامن اکره و قلب مطمئن بالایمان (سورہ نحل ۱۶ آیت ۱۰۶) نازل ہوئی۔ ۳۰

ابو عمر کہتے ہیں کہ جناب عمار اور ان کے ماں سمیہ کو راہ خدا میں ایذا نہیں دی جاتی تھیں۔ (جناب یاسر اور سمیہ نے تو اسی حالت میں شہادت پائی) لیکن جناب عمار نے کفار جو کہلانا چاہتے تھے اسے زبان سے کہہ دیا لیکن

۱۰۰ استیعاب ج ۲ ص ۲۲۳۔

۲۰۰ اصابع ج ۳ ص ۲۳۸ استیعاب حاشیہ اصابع ص ۶۷۷۔

۳۰۰ اصابع ج ۲ ص ۵۱۲۔

ان کا دل ایمان سے مطمئن تھا (یعنی بظاہر کلمات کفر کے اور دل سے ایمان پر ثابت قدم رہے) چنانچہ اہل تفسیر کا اجماع ہے کہ آیہ مبارکہ الامن اکوہ و قلب مطمئن بالایمان انھیں کی شان میں نازل ہوئی۔ ۱۰

جناب عمار نے جو عمل کیا ہم اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ جب عمار کے تقیہ سے عمار کی مدح قرآن نے کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کفار تم سے کلمات کفر زبان پر جاری کرنے کو کہیں پھر کہہ دینا۔ تو پھر کس منہ سے علماء اہل سنت اس مسئلہ پر شیعوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

مسئلہ تقیہ پر شیعوں پر اعتراض درحقیقت جناب عمار و سردار دو جہاں اور پروردگار عالم پر اعتراض ہے۔

علامہ ذہبی دول الاسلام ۲۰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے لشکر میں عمار بن یاسر قتل کئے گئے۔ یہ سابقین اولین اور اہل بدر میں شامل تھے اور نجیب صحابہ میں داخل تھے۔ ان کے لئے جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند سمیہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

جناب عمار یاسر ان افراد میں داخل ہیں جنہوں نے بعد رحلت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا ساتھ نہیں چھوڑا، بعض احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی وقت کچھ تائل ہوا تھا لیکن پھر راہ حق کو اختیار کر لیا اور مرتے دم تک اس جادے سے قدم نہیں ہٹائے انتہائے اخلاص و محبت میں دشمنان حضرت امیر علیہ السلام سے برابر

۱۰- استیعاب در حاشیہ اصابع ج ۲ ص ۲۷۷

۲۰- دول الاسلام ج ۱ ص ۱۶

بحث و مباحثہ و احتجاج کیا کرتے تھے۔

چنانچہ آپ بھی ان چھ مہاجرین و چھ انصار میں داخل ہیں جنہوں نے ابو بکر کے منبر رسول پر بیٹھ جانے کے خلاف شدید احتجاج کیا تھا۔ جناب عمار یاسر نے بریدہ کے بعد احتجاج شروع کیا اور فرمایا۔

اے گروہ قریش اے گروہ قریش اے گروہ اہل اسلام اگر تم کو علم ہے تو خیر ورنہ تم کو معلوم ہو کہ تمہارے نبی کے اہل بیتؑ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں میراث پیغمبرؐ کے سزاوار ہیں وہی دین کو قائم کرنے والے ہیں مومنین کی جائے پناہ ہیں ملت کے محافظ ہیں۔ امت کو زیادہ نصیحت کرنے والے ہیں اس لئے اپنے ساتھی (ابو بکر) کو حکم دو کہ اس بات سے پہلے حق صاحب حق کو واپس کر دے جب تمہاری رستی میں اضطراب امر میں کمزوری پیدا ہو اور دشمن تم پر کامیاب ہو تمہاری برائیاں لوگوں پر ظاہر ہوں۔ فتنہ بڑھ جائے تم میں اختلاف پیدا ہو دشمن طمع کرے۔

تم کو علم ہے کہ بنی ہاشم امر خلافت کے زیادہ حقدار ہیں ان میں حضرت علیؑ خدا اور رسولؐ کے عہد کے مطابق تمہارے ولی ہیں۔ حضرت علیؑ اور دوسروں میں کھلا ہوا فرق ہے جس کو تم ایک حال کے بعد دوسرے حال میں جان چکے ہو خصوصاً سرور عالمؐ نے مسجد میں تم سب کے جو دروازے کھلے تھے ان کو بند کر دیا مگر علیؑ کے دروازہ کو کھلا رکھا۔ فاطمہؑ زہراؑ سے جب تم لوگوں نے عقد کا پیغام دیا تو آپ نے انکار کر دیا مگر علیؑ کے ساتھ ان کو بیاہ دیا۔ حضرت ہی کے لئے آپ نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں، علیؑ اس کے دروازہ

ہیں جو حکمت چاہتا ہو وہ دروازہ سے اسے حاصل کرنے کے لئے آئے دینی امور میں جو مشکلات تم کو پیش آئیں گی، ان میں تم لوگ حضرت علی کے محتاج ہو لیکن وہ تمہارے محتاج نہیں ہیں اس کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں جن میں حضرت علی تم سب سے سبقت رکھتے ہیں۔ کیا حضرت علی ہی نفس کے اعتبار سے تم سے افضل نہیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان سے منہ پھیرے ہوئے ہو۔ ان کے حق کو لوٹ رہے ہو، آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو اختیار کر رہے ہو۔ یاد رکھو ظالموں کو بہت برا بدلہ ملے گا اس لئے وہ حق (خلافت) جسے خدا نے حضرت علی کے لئے معین کیا ہے انھیں دے دو اور ان سے منہ پھیر کر دوسری طرف نہ جاؤ، نہ الٹے پاؤں پیچھے پلٹو اس لئے کہ اگر ایسا کیا تو آخرت میں نقصان اٹھاؤ گے۔

محبت حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ جناب عمار یا سر امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اگرچہ ان کو اس کے سبب سے بڑی بڑی اذیتیں دی گئیں۔ چنانچہ علامہ مفتی سید محمد قلی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ "تاخیر الظلامہ الی یوم القیامہ" سے نقل فرماتے ہیں کہ

”سالم بن ابی جعد کہتا ہے کہ ایک دن عثمان نے بنی امیہ کا تذکرہ کیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں تو میں اسے بنی امیہ کو دے دوں گا۔ تاکہ وہ سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں اور میں

انہیں ضرور بالضرور عامل بناؤں گا۔ اگرچہ کچھ لوگوں کی رنجِ انف (ناک رگڑ دی جائے) ہو جائے یہ سن کر جناب عمار یاسر نے فرمایا یہ بات میرے رنجِ انف کا سبب بنے گی، عثمان نے کہا ”خدا تمہاری ناک رگڑ دے“ جناب عمار یاسر نے کہا ”میرے رنجِ انف کے ساتھ ساتھ خدا ابو بکر و عمر کی بھی رنجِ انف کر دے“ اس پر عثمان غضبناک ہوئے اور جناب عمار کو اپنے پیروں سے روند ڈالا۔ لوگوں نے ان کے اس فعل کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تو انہوں نے طلحہ وزبیر کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا ”آپ لوگ عمار کے پاس جائیں اور انہیں تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے اختیار کرنے کا حکم دیں یا تو عمار مجھ سے قصاص لے لیں یا جو نقصان ہوا ہے اس کا عوض لے لیں یا معاف کر دیں۔ جناب عمار نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کروں گا بلکہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا تو ان سے عثمان کے اس فعل کی شکایت کروں گا۔

ابن ابی شیبہ مصنف میں سالم ابن جعد سے نقل کرتا ہے کہ اصحابِ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کے عیوب و نقائص تحریر کئے اور کہا کہ اسے کون لے کر عثمان کے پاس جائے گا۔ جناب عمار نے کہا میں لے جاؤں گا۔ ”چنانچہ صحابہ کی وہ تحریر لے کر حضرت عمار عثمان کے پاس آئے اور پوری تحریر پڑھ کر سنائی جب پڑھ چکے تو خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ خدا تمہاری ناک رگڑ دے۔ جناب عمار نے کہا کہ فلاں اور فلاں کی ناک بھی خدا رگڑ دے اس پر عثمان خفا ہوئے اور پیروں سے حضرت عمار کو چکنا شروع کیا۔

یہاں تک کہ حضرت عمار کو غش آگیا۔ اس کے بعد ان کے پاس طلحہ وزیر کو روانہ کیا اور اوپر لکھی ہوئی تینوں باتوں میں سے ایک بات کی خواہش کی جس کے قبول کرنے سے حضرت عمار نے انکار کر دیا۔

جناب عمار یاسر پر کیا کیا مظالم ہوئے۔ ناظرین اگر اس کی تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو عبقات الانوار حدیث ثقلین جلد ۲ از صفحہ ۲۵۰ تا ۳۲۳ کا مطالعہ کریں۔ ہم اس میں سے بعض کو یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم اثن قتیبہ دینوری کتاب الامامة والسیاسة ج ۲ ص ۲۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ

عثمان پر جو اعتراضات صحابہ نے کئے ہیں وہ یہ ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب پیغمبر اسلام میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے اور ایک نوشتہ لکھا اور اس میں ان تمام چیزوں کا تذکرہ کیا جن میں عثمان نے سنت رسول و سنت ابو بکر و عمر کی مخالفت کی تھی ان میں پہلی بات یہ تھی کہ انھوں نے خمس افریقہ مروان کو ہبہ کر دیا تھا۔ حالانکہ اس میں حق خدا اور رسول و حصہ ذوی القربی و یتامی و مساکین موجود تھا (دوسری بات یہ تھی کہ انھوں نے زیادہ عمارتیں بنوائی تھیں یہاں تک کہ صرف مدینہ میں سات قصر بنوائے تھے جن میں ایک گھر نائلہ کا تھا، ایک گھر عائشہ کا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ان کے دوسرے اہل اور لڑکیوں کے الگ الگ قصر تھے (تیسری بات یہ کہ مروان نے مقام ذی خشب میں بہت سے قصر بنوائے تھے اور وہاں واجب خمس سے جو مال خدا اور رسول تھا اس سے جائیدادیں فراہم کی تھیں (چوتھی بات یہ کہ

عام طور سے حاکم اور والی اپنے اقربا اور چچا کی اولاد کو بنایا تھا جو بنی امیہ کے الڑہ نوجوان اور لڑکے تھے جن کو نہ شرف صحبت رسول حاصل تھا نہ تجربہ کار تھے۔ (پانچویں بات) یہ کہ ولید بن عقبہ سے جو کوفہ میں حرکت صادر ہوئی جب وہ کوفہ کا حاکم تھا مومنین سے کہا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری نماز میں اور اضافہ کرو۔ انھوں نے اس کی حد کو معطل رکھا اور اس کے جاری کرنے میں تاخیر کی۔ (چھٹی بات) یہ کہ انھوں نے مہاجرین و انصار کو ترک کر رکھا تھا۔ نہ ان کو کہیں کا والی بناتے تھے نہ مشورہ کرتے تھے اور خود رائی پر عمل پیرا تھے۔ (ساتویں بات) یہ کہ انھوں نے مدینہ کے گرد اپنے لئے کچھ زمینیں مخصوص کر لی تھیں (آٹھویں بات) یہ کہ مدینہ کے کچھ ایسے لوگوں کو جاگیریں اور عطایا سے مخصوص کر دیا تھا جنہیں شرف صحبت نبی حاصل نہیں تھا، اور نہ وہ غزوات میں جاتے تھے اور نہ وہ دشمنوں کو دفع کرتے تھے (نویں) بات یہ کہ انھوں نے لکڑی سے سزا دینے کے بجائے کوڑے سے لوگوں کو مارنا شروع کیا۔ اور یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کی پشت پر کوڑے مارے حالانکہ ان سے پہلے دونوں خلیفہ درّے اور لکڑی (خیزران) سے لوگوں کو سزا دیتے تھے۔

اس نوشتہ کے لکھے جانے کے بعد ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ یہ تحریر عثمان کے ہاتھ میں دی جائے۔ تحریر لکھے جانے کے وقت دس اصحاب پیغمبر موجود تھے جن میں جناب عمار یا سر اور جناب مقداد بھی شامل تھے۔ جب تحریر لے کر روانہ ہوئے کہ اسے عثمان کو دے دیں جو جناب عمار

کے ہاتھ میں تھی تو ایک ایک کر کے لوگ غائب ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ جناب عمار تمناہ گئے۔ جناب عمار نوشتہ لے کر عثمان کے گھر پر آئے اجازت لی اور ان کے سامنے آئے اس دن سردی سخت پڑ رہی تھی عثمان کے پاس اس وقت مروان بن حکم اور بنی امیہ کے افراد موجود تھے۔ جناب عمار نے وہ تحریر دی انھوں نے پڑھا۔ دریافت کیا تم نے یہ خط لکھا ہے کہا ہاں پوچھا تمہارے ساتھی کون کون لوگ تھے جواب دیا میرے ساتھ کچھ افراد تھے جو تمہارے خوف سے واپس چلے گئے دریافت کیا ان لوگوں کے نام بتاؤ۔ جناب عمار نے کہا ان کے نام نہیں بتاؤں گا انھوں نے کہا کہ پھر تم نے کیسے جرات کی کہ یہ خط لے کر میرے پاس آئے۔

مروان نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس کالے غلام (عمار) نے لوگوں کو آپ پر جری بنا دیا ہے اگر تم اسے قتل کرو گے تو جو لوگ ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ ان کی عبرت کا سبب ہو گا۔ عثمان نے یہ سن کر کہا کہ ان کو مارو بس ان لوگوں نے مارنا شروع کیا اور ان کے ساتھ عثمان نے بھی پیٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان کا پیٹ پھٹ گیا اور غشی طاری ہوئی ان لوگوں نے آپ کو گھسیٹ کر دروازہ کے باہر کر دیا۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ زوجہ نبیؐ نے ان کو وہاں سے اٹھوا کر اپنے گھر میں رکھ لیا۔

اس واقعہ سے بنو مغیرہ جو جناب عمار کے حلیف تھے عثمان سے بہت خفا ہو گئے جب عثمان نماز ظہر کے لئے نکلے تو ہشام بن ولید بن مغیرہ نے عثمان کو ٹوک کر کہا کہ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کی قسم اگر حضرت عمار اس

پٹائی سے مر گئے تو ہم ضرور با ضرور بنی امیہ کے ایک عظیم شخص کو قتل کر دیں گے۔ عثمان نے کہا کہ میں وہاں نہیں تھا استیعاب۔ ۱ میں حالات جناب عمار میں مرقوم ہے جناب عمار یاسر اور بنو مخزوم میں جو حلف اور معاہدہ تھا اس کے سبب سے اس وقت بنو مخزوم عثمان کے پاس جمع ہو کر آئے جب ان کے غلاموں نے حضرت عمار کو اتنا پیٹا تھا کہ ان کو مرض فتنق ہو گیا۔ ان کی ناک رگڑ دی تھی، پسلیوں میں سے ایک پسلی توڑ دی تھی اور یہ کہا کہ اگر عمار مر گئے تو ہم عثمان کے علاوہ کسی نہ کسی کو ضرور قتل کریں گے۔

جناب عمار یاسر سے عثمان اس قدر نفارت تھے کہ انھیں مدینہ میں دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ جناب ابوذر غفاری کی طرح موصوف کو بھی مدینہ سے نکال باہر کر دیں۔ جب بنی مخزوم کو اس کی اطلاع ہوئی مجتمع ہو کر حضرت امیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ عثمان سے سفارش کریں کہ جناب عمار یاسر کو مدینہ سے نہ نکالیں چنانچہ حضرت امیرؓ کی سفارش سے عثمان اپنے ارادہ سے باز آئے۔

جناب عمار یاسر چونکہ حضرت امیرؓ کو امام برحق سمجھتے تھے اسی سبب سے جب آپ اورنگ خلافت پر متمکن ہوئے تو وہ حضرت کی نصرت و مدد میں پیش پیش رہتے تھے ام المؤمنین کے مقابلہ میں جب حضرت امیرؓ کا لشکر جرار بصرہ آیا تو جناب عمار یاسر بھی ہمراہ رکاب تھے اور میدان جہاد میں داد شجاعت دی اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

جنگ صفین میں حضرت کی زبردست فوج کے ساتھ حضرت عمار بھی آئے تھے اور میدان جنگ میں جناب ہاشم مرتال کے ساتھ وہ نبرد آزمائی کی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔

جناب عمار یاسر کی ذات گرامی وہ تھی کہ جب عمرو عاص کو لشکر حضرت امیرؓ میں عمار کی موجودگی کی اطلاع ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ کی حسب ذیل حدیث یاد کر کے کہ تفتلك الفئة الباغية تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا بدحواس ہو گیا اور حضرت عمار یاسر سے ملنا چاہا ہم جناب عمار یاسر اور عمرو عاص کی ملاقات کو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۲ ص ۷۱ و ۲ ص ۷۳ سے بطور خلاصہ یہاں تحریر کرتے ہیں۔

ذوالکلاع حمیری نے اپنے قوم و قبیلہ کے افراد کے ساتھ جو سب کے سب لشکر معاویہ میں تھے۔ ابو نوح حمیری کو آواز دی کہ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ابو نوح نے جواب دیا کہ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں نے عمرو عاص سے عمار یاسر کے بارے میں یہ حدیث سنی تھی کہ ”تفتلك الفئة الباغية“ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا وہ مجھے یاد آگئی عمرو نے اس وقت پھر اس کی تصدیق کی ہے اس لئے یہ بتاؤ کہ عمار حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود ہیں یا نہیں میں نے کہا موجود ہیں اور بڑی دلیری و شجاعت سے جنگ کرتے ہیں لیکن تمہیں ہارے حال پر افسوس ہے کہ عمار کے وجود سے تو تم کو شک پیدا ہو گیا کہ حق پر ہو یا نہیں اور حضرت علیؓ سے جنگ کے لئے میدان میں آگئے ہو جن کے لئے رسول اکرمؐ نے فرمایا

ہے کہ پالنے والے اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ نیز فرمایا اے علیؑ تم کو مومن ہی دوست رکھے گا اور منافق ہی دشمن رکھے گا کیا یہ فضائل و مفاخر علیؑ میں موجود نہیں پھر قریش ان کا نام مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ الغرض ذوالکلاع باصرار و بعہد و پیمان ابو نوح کو عمرو عاص و معاویہ کے پاس لے گیا اور وہاں پھر اس حدیث کا ذکر آیا۔ نیز عمرو نے کہا کہ حضرت نے فرمایا عمار حق کو نہ چھوڑیں گے عمار کو آتش جہنم بالکل نہ جلائے گی، آخر عمرو نے جناب عمار سے ملاقات کی خواہش کی ابو نوح جناب عمار کے پاس آئے ان سے سارا واقعہ بیان کیا جناب عمار نے دریافت کیا کہ تم نے عمرو سے اس حدیث کا اقرار لے لیا ہے۔ ابو نوح نے کہا جی ہاں۔ غرض جناب عمار مع اپنے ساتھیوں کے وسط میدان میں آئے اور عمرو بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور آپس میں طعن آمیز گفتگو ہوئی۔ اور فریقین واپس چلے گئے۔

بعد شہادت حضرت عمارؓ بھی لشکر معاویہ میں اس حدیث کے سبب سے زبردست ہيجان پیدا ہو گیا تھا۔ جب معاویہ نے حضرت علیؑ کی نصرت میں عمار کی شہادت سے اپنی فوج میں انتشار و اضطراب دیکھا تو یہ کہہ کر اس انتشار کو دور کیا کہ ہماری فوج نے عمار کو قتل ہی نہیں کیا ہے ان کو تو اس نے قتل کیا ہے جو اپنے ساتھ لایا ہے۔ جب حضرت امیرؓ نے یہ سنا تو فرمایا کہ پھر جناب حمزہ کے قاتل معاذ اللہ پیغمبر اسلامؐ قرار پاتے ہیں۔

جنگ صفین میں حضرت عمارؓ نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں

اور جناب ہاشم مرقال کا دل بڑھا کر جس طرح جنگ کی ہے اختصار کتاب اس کے تفصیل کے تحریر سے مانع ہے۔ بہر حال حضرت امیرؓ نے شہادت عماد کی خبر سن کر گریہ کیا ہے اور جب تک زندہ رہے عماد کو یاد کرتے رہے اگر توفیق شامل حال ہوئی تو ہم جناب عماد کے حالات میں ایک مستقل کتاب تحریر کریں گے۔

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری

جناب ہاشم روز فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہوئے یہ سعد بن وقاص مشہور صحابی رسولؐ کے بھتیجے تھے اور اپنے چچا کے مسلک کے برخلاف محبت امیر المؤمنینؑ میں پہاڑ کی چٹان کی طرح جھے ہوئے تھے۔ جنگ صفین میں زبر دست جنگ عدیم المثال مردانگی۔ لاجواب شجاعت کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

علامہ قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ صاحب اصابہ نے کہا ہے کہ یہ وہی مشہور شجاع ہیں جو ملقب بہ مرقال ہیں اور اس لقب نے اس سبب سے شہرت پائی کہ ”ارقال“ ایک قسم کی دوڑ کا نام ہے ہاشم میدان جنگ میں تین تین دشمنوں سے ایک ساتھ دوڑ دوڑ کر مقابلہ کرتے تھے اور کلبی اور ابن حیان نے نقل کیا ہے کہ وہ شرف صحبت جناب رسالت مآبؐ سے مشرف ہوئے اور روز فتح مکہ مسلمان ہوئے جنگ عجم میں اپنے چچا سعد ابن وقاص کے ہمراہ قادیسیہ میں موجود تھے اور

وہاں بہت کچھ جو اہل مردی کے جوہر دکھائے جنگ صفین میں ملازم رکاب ظفر انتساب شاہ ولایت مآب رہے اور مراسم جہاد جلالے اور فتوح ابن اعثم کوئی اور کتاب اصالبہ میں مذکور ہے کہ جب عثمان کے مارے جانے اور امیر المؤمنین کی خلافت کی خبر منتشر ہوئی اور اہل کوفہ نے یہ خبر سنی اس زمانہ میں ابو موسیٰ اشعری حاکم کوفہ تھا کوفہ کے لوگ اس کے پاس آئے اور کہا کہ امیر المؤمنین علی سے بیعت کیوں نہیں کرتے ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ ابھی میں توقف کروں گا دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے ہاشم بن عقبہ نے کہا کہ ہو گا کیا عثمان مارا گیا اور خاص و عام نے علی سے بیعت کر لی اب کیا یہ ڈرتے ہو کہ اگر علی سے بیعت کرو گے تو عثمان پھر واپس آئیں گے اور تمہیں ملامت کریں گے۔ ہاشم نے یہ کہہ کر اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور کہا کہ بایاں ہاتھ میرا میری طرف سے ہے اور داہنا جناب علی ابن ابی طالب کی طرف سے میں نے ان سے بیعت کی اور ان کی خلافت پر راضی ہوا۔

جناب ہاشم نے ان کے روبرو اس طرح سے بیعت کی تو ابو موسیٰ کو کچھ عذر کی گنجائش ہی باقی نہ رہی اور مجبوراً بیعت کرنا پڑی پھر تمام اکابر و سردارن کوفہ نے بھی بیعت کی۔ کتاب اصالبہ میں مذکور ہے کہ ہاشم وقت بیعت یہ اشعار نظم کر کے پڑھتے جاتے تھے۔

یعنی میں بے خوف علی سے بیعت کرتا ہوں اور حاکم اشعری سے کچھ نہیں ڈرتا میں ان سے بیعت کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس بیعت کے سبب سے میں حق کی طرف جاؤں گا اور خدا اور سول تک پہنچوں گا۔

جناب ہاشم قاریان قرآن کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے کہ ایک شامی جوان لشکر معاویہ سے جنگ کے لئے نکلا جز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا اور کسی کے روکے سے نہیں رکتا تھا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو سب و شتم کرتا جاتا تھا، جناب ہاشم نے کہا اے شخص کلام کے بعد جنگ ہوتی ہے اور تو سیدالابرار امیر المؤمنین علیؑ کو جو گالیاں دے رہا ہے اس کے پاداش میں جہنم کی آگ ہے اس لئے تو خدا سے ڈر اس لئے کہ وہ تجھ سے روز قیامت اس کا جواب طلب کرے گا۔

شامی نے کہا کہ جب خدا مجھ سے اس کے بارے میں سوال کرے گا تو میں کہہ دوں گا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اہل عراق اور ان کا رئیس نماز نہیں پڑھتا ہے اور انھوں نے ان کی مدد سے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے اس لئے میں نے ان سے جنگ کی۔

جناب ہاشم نے کہا کہ تجھے عثمان سے کیا تعلق اس کو تو صحابہ رسولؐ نے جو امور اسلام پر زیادہ نظر رکھتے تھے قتل کیا تھا۔ اے شامی ہمارا رئیس تو وہ ہے جو قتل عثمان سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا اسی نے سب سے پہلے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ سب سے پہلے حضرت پر ایمان لایا تو ہمارے رئیس کے گرد و پیش جن لوگوں کو دیکھ رہا ہے وہ سب قاریان قرآن مجید ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز شب پڑھنے کے سبب سے راتوں کو سوتے ہی نہیں ہیں اسی لئے تو خوف خدا کر اور ان گمراہ شقی لوگوں سے دھوکا نہ کھا شامی جوان نے جناب ہاشم سے کہا کہ تمہاری باتوں سے میرے دل میں خوف پیدا ہو گیا ہے

م تو مجھے بڑے سچے معلوم ہوتے ہو کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے انھوں نے کہا ہاں اللہ تو اب ور حیم ہے یہ سنتے ہی شامی سر جھکائے ہوئے اپنے صف میں واپس ہو گیا اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ عراقی نے تجھے دھوکا دے دیا جو ان نے کہا نہیں اس نے مجھے نصیحت و ہدایت کی ہے یہ واقعہ معاویہ کے انتہائے بد باطنی کی دلیل ہے اس لئے کہ اس نے حضرت امیرؓ کی دشمنی میں کیسی کیسی غلط باتیں مشہور کر دی تھیں اور جناب ہاشم کے انتہائے زہد و ورع و تقویٰ و محبت امیر المؤمنینؓ کا ثبوت ہے کہ میدان جنگ میں بھی کار ہدایت سے غافل نہیں رہتے تھے یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی ایک شخص کو راہ نجات دکھادی۔

ہاشم جنگ صفین میں درجہ شہادت پر پہنچے اور بعد ان کے ان کے بیٹے عتبہ بن ہاشم نے اپنے باپ کا علم اٹھایا اور اہل شام پر حملہ کیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے آخر کار شہادت نوش فرمایا اور اپنے پدر بزرگوار کے پاس پہنچ گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ ۱۰

برید ابن حصین سلمی

صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے خلاصۃ الاقوال فی احوال الرجال میں ان کو مقبول صحابہ میں شمار کیا ہے۔ امیر المؤمنینؓ کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے۔ صاحب روضۃ الصفا نے مؤلف غنیہ سے نقل کیا ہے کہ جب خبر

وفات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پہنچی تو انھوں نے اپنے قبیلہ میں ایک علم سجا اور اسے لے کر مدینہ آئے اور دروازہ حضرت امیرؓ پر نصب کیا جب اس کی خبر عمر کو ہوئی تو ان سے کہا کہ تمام لوگوں نے تو ابو بکر کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے اور اظہار مخالفت نہیں کر رہے ہیں تم کیوں مخالفت کر رہے ہو؟ برید نے کہا میں صرف اس گھر کے مالک کی بیعت کروں گا۔ ع

دولت در این سراو کشاکش در این دراست

اس کے بعد صحابہ جمع ہوئے اور دڑے سے ڈرا دھمکا کر ان سے بجز بیعت حاصل کی جنگ صفین میں حضرت امیرؓ کے ہمراہ رکاب جما دیا اور حضرت سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کیا۔ ۱۰

جنگ صفین میں جو صحابہ حضرت امیرؓ کے ساتھ شریک ہوئے ان میں برید بھی تھے ان کے بارے میں حضرت امیرؓ فرماتے ہیں کہ

جزی اللہ خیر اعصابہ اسلمیۃ حسان الوجوہ صر عوا حول ہاشم
برید و عبد اللہ منہم و منقذ و عروۃ ابنا مالک فی الاکارم
خدا قبیلہ اسلمیہ کے اس گروہ کو جزائے خیر دے، جو خوب صورت تھے اور ہاشم کے گرد قتل کر دئے گئے۔ ان افراد میں برید و عبد اللہ ہیں اور مالک کے دونوں بیٹے منقذ و عروہ ہیں۔ یہ سب کے سب مکرم و معزز افراد میں داخل ہیں۔ ۲۰

ظاہر ہے جس کے مرثیہ میں حضرت امیر علیہ السلام یہ ارشاد فرمائیں اس کی سچی محبت و اخلاص کو کس کی مجال ہے کہ قلم بند کر سکے۔

ابو الہیثم مالک ابن تیمان انصاری

جناب مالک کا شمار بزرگ ترین صحابہ میں ہے موصوف نے عقبہ اولیٰ و ثانیہ میں پیغمبر اسلام کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور نقیب پیغمبر اسلام تھے۔

کتاب استیعاب ۱۰ میں مر قوم ہے کہ مالک بن تیمان بن مالک ابو الہیثم بلوی انصاری قبیلہ اوس کی فرد تھے اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ شہرت رکھتے تھے جنگ بدر واحد اور پیغمبر اسلام کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے جنگ صفین میں حضرت امیر المؤمنینؑ کے ساتھ تھے اور اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔ کتاب کامل بھائی میں لکھا ہے کہ جنگ صفین میں خزیمہ بن ثابت اور ابو الہیثم انصاری نے میدان جنگ میں بڑی جان بازی و پامردی سے داد شجاعت دے کر حضرت امیرؑ کی نصرت کی حضرت نے ان لوگوں کے لئے فرمایا کہ اگر چہ ابتدا میں ان لوگوں نے میرا ساتھ نہیں دیا اور آخر میں سمجھ گئے کہ ہم نے جو کچھ کہا غلط تھا اور توبہ کر لی۔

بعد بیعت ابو بکر جن بارہ افراد نے ان کے خلیفہ ہونے پر احتجاج کیا تھا ان میں یہ بھی داخل تھے اختصار کے خیال سے ہم اسے ترک کرتے ہیں۔

خزیمہ ابن ثابت ذوالشہادتین

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا پیغمبر اسلام کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔

استیعاب ۷۰ میں ہے کہ جنگ صفین میں یہ بھی حضرت امیر المؤمنینؑ کے ناصر و مددگار تھے۔ جناب عمار یاسرؓ کے ساتھ تلوار سونت کر میدان جنگ میں دشمنوں کے چھلکے چھڑادئے بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے کچھ اشعار مشہور و معروف ہیں جو ان کے صحیح العقیدہ ہونے کی دلیل ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

جب ہم نے علیؑ کی بیعت کر لی تو یہ ہمیں ہر خوفناک فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ ہم نے ولی خدا کی زیارت کی وہ کتاب و سنت کے بہترین عالم ہیں اور قریش میں سب سے بہتر فرد ہیں۔ آپ کی ذات میں جو محاسن جمع ہیں قریش کی کسی فرد میں نہیں ہیں آپ ہی اہل بیت رسولؐ سے و صی رسولؐ ہیں آپ ہی ان کے ایسے مددگار ہیں جس نے امتدائے زمانہ میں بھی مدد کی آپ ہی نے جناب خدیجہ کے علاوہ سب سے پہلے نماز پڑھی۔ آپ ہی ہر موقع پر رسول اللہ کے ساتھ رہے اسی لئے کفن پہنتے وقت تک میں اس امام کو فراموش نہ کروں گا۔

جناب خزیمہ بھی جنگ کرتے کرتے میدان صفین میں شہید ہوئے۔

حذیفہ ابن یمان انصاری عنسی

جناب حذیفہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور رازدار تھے اور منافقین کو پہچانتے تھے جنگ احد میں اپنے بھائی اپنے باپ کے ساتھ شریک رہے۔ جناب رسالت مآب جب غزوہ بتوکہ سے پلٹ رہے تھے مقام عقبہ میں شب کے وقت گھائی سے گزر رہے تھے ناقہ کی مہار جناب حذیفہ کے ہاتھ میں تھی اور جناب عمار اسے بہکا رہے تھے منافقین کو موقع ملا اور انہوں نے چاہا کہ اونٹ کو ہموکا کر حضرت کو شہید کریں کہ اتنے میں بجلی چمکی جس کی روشنی میں سب منافقین نظر آگئے حضرت نے انھیں حذیفہ کو دکھایا اور یہ ہدایت کی کہ ان منافقین کے نام ظاہر نہ کرنا۔

اصحاب پیغمبر اسلام میں صرف دو آدمی منافقین کو پہچانتے تھے جناب عمار یاسر اور جناب حذیفہ یمان۔ امیر المؤمنینؑ کی بیعت کے چالیس روز بعد مقام مدائن میں وفات پائی۔ ان کے دو بیٹے۔ صفوان اور سعید باپ کے حسب وصیت حضرت امیرؑ کے ناصر و مددگار رہے، اور جنگ صفین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

عبداللہ بن بدیل خزاعی

جناب عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی ابو ربیعہ ان کی کنیت تھی بڑے بہادر و شجاع تھے ممتاز اصحاب جناب رسول خداؐ میں داخل تھے۔ جنگ

صفین میں پیادوں کے سردار تھے۔ عرب کے چالاک ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔

علامہ ابن عبد البر استیعاب ۱۰۱ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ اپنے والد کے ساتھ قبل فتح مکہ اسلام لائے تھے جنگ حنین و طائف میں ہمراہ رکاب سرکار دو جہاں موجود تھے۔ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے اور خزاعہ کے لوگ حضرت کا ظرف (عیبہ) کہے جاتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور ان کے بھائی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ قبل فتح مکہ اسلام لائے اور جنگ حنین و طائف و بتوک میں شریک تھے طبری اور دوسرے لوگ اسی کے قائل ہیں۔ اصحاب پیغمبر اسلام میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی یہ اور ان کے بھائی عبدالرحمن بن بدیل جنگ صفین میں (نصرت حضرت علیؑ میں) شہید کئے گئے۔ یہ حضرت علیؑ کی فوج میں پیادوں کے سردار تھے اور ممتاز ترین صحابہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

ثبعی کا بیان ہے کہ عبد اللہ جنگ صفین میں دوزر ہیں اپنے دو تلواریں لئے اہل شام سے جنگ کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ سوائے صبر و توکل کے کچھ اور باقی نہیں ہے اس کے بعد پھر فوج کے اگلے حصہ میں اس طرح چلنارہ گیا ہے جس طرح اونٹ چشمہ کے حوض پر وارد ہوتے ہیں خدا جو چاہتا ہے حکم لگاتا ہے اور کرتا ہے۔

یہ اشعار پڑھتے ہوئے بڑھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ معاویہ

تک پہنچ گئے اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اس زمانہ میں عبد اللہ بن عامر بھی معاویہ کے ساتھ موجود تھا یہ کیفیت دیکھ کر معاویہ کے ساتھیوں نے عبد اللہ پر پتھر برسانا شروع کیا یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گئے اور وہیں شہید ہو گئے معاویہ عبد اللہ بن عامر کے ساتھ ان کی میت کے پاس آیا ان بن عامر نے اپنے عمامہ سے ان کا چہرہ چھپا دیا نزول رحمت کی دعا کی معاویہ نے کہا چہرہ کھولو تو ان عامر نے کہا جب تک میری جان میں جان بے عبد اللہ کے اعضاء نہیں کاٹے جاسکتے۔ معاویہ نے کہا اچھا ان کا چہرہ کھولو تو میں نے انھیں تم کو بخش دیا عبد اللہ بن عامر نے چہرہ سے اپنا عمامہ ہٹا لیا معاویہ نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ قوم کے سب سے بڑے سردار ہیں پالنے والے اسی طرح مجھے مالک اشتر اور اشعث بن قیس پر بھی کامیاب کر، اس کے بعد ان کی شجاعت و بہادری کے اعتراف میں بطور مثل چند شعر پڑھے اور کہنے لگا کہ مرد تو مرد اگر قبیلہ خزاعہ کی عورتیں بھی قدرت رکھتیں تو مجھ سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آجاتیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر ان کا ایک زبردست خطبہ بھی موجود ہے جس میں کہا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور معاویہ باغی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

اولیس قرنی

جناب اولیس قرنی بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار تھے حضرت امیر

المؤمنین کے سچے محب و پیرو تھے نصرت حضرت امیر میں درجہ شہادت پر

فائز ہوئے۔

جناب اولیس قرنی بڑے بڑے فضائل و محامد کے حامل تھے زہد و ورع و تقویٰ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

جناب اولیس صحابی تونہ تھے مگر ایسے تابعی تھے کہ پیغمبر اسلام ان کی زیارت کے مشتاق تھے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے مقام قرن کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی رہتی ہے۔ اے اولیس قرنی تیری ملاقات کا مجھے کتنا زیادہ شوق ہے۔ جس سے بھی اولیس سے ملاقات ہو اسے میرا سلام پہنچا دے۔ حضرت سے عرض کیا گیا اے خدا کے رسول اولیس قرنی کون بزرگ ہیں آپ نے فرمایا کہ اولیس وہ ہیں کہ اگر وہ غائب ہو جائیں تو تم ان کو تلاش نہ کرو گے اور اگر ظاہر ہوں تو تم ان کی طرف اعتنائہ نہ کرو گے لیکن اس کی شفاعت سے اتنے زیادہ لوگ داخل جنت ہوں گے جن کی تعداد قبیلہ ربیعہ و مضر کے افراد کے برابر ہوگی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور دیکھیں گے نہیں۔ میرے خلیفہ علی ابن ابی طالب کے سامنے جنگ صفین میں قتل کئے جائیں گے۔ ۱۰

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم کو میری امت کی ایک ایسے فرد کی بشارت ہو جس کا نام اولیس قرنی ہے۔ وہ قبیلہ ربیع و مضر کے مانند افراد کی شفاعت کرے گا۔ اس کے بعد عمر سے کہا عمر جب تم اس سے ملنا تو میرا سلام کہہ دینا۔ عمر کو اپنے زمانہ خلافت میں یہ

معلوم ہوا کہ وہ کوفہ میں مقیم ہیں چنانچہ وہ ان کو زمانہ حج میں تلاش کیا کرتے تھے اس خیال سے کہ ممکن ہے حج کے لئے آئے ہوں۔ ایک سال زمانہ حج میں ان سے ملاقات بھی ہو گئی۔ جو ہیئت کے اعتبار سے سب سے اچھے لیکن بہت خستہ حال تھے۔ جب عمر نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے کہا اویس ایسے (حقیر) شخص ہیں کہ آپ کے مانند شخص کو ان کے بارے میں دریافت نہ کرنا چاہیے عمر نے کہا کیوں؟ جواب دیا گیا کہ وہ ہم لوگوں کے نزدیک بہت کم عقل ہیں بسا اوقات بچے بھی ان کو ستاتے رہتے ہیں عمر نے کہا مجھے یہ زیادہ محبوب ہے۔ ایک دن ان سے ملاقات ہو گئی تو ان سے کہا کہ جناب رسول خدا نے میرے پاس تمہارے لئے ایک امانت رکھی ہے آپ نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا کہ تم ربیعہ و مضر کے مانند افراد کی شفاعت کرو گے اویس یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ وہ مر گئے۔ لوگوں نے پکارنا شروع کیا اویس اویس تو سر اٹھایا اور کہا کیا واقعہ اسیا ہی کرے گا عمر نے کہا ہاں ایسا ہی کرے گا اپنی شفاعت میں مجھے بھی داخل کر لینا۔

اس واقعہ کے بعد لوگوں نے ان کو طلب کرنا شروع کیا جس سے وہ کہا کرتے تھے کہ اے عمر تم نے ہم کو مشہور کر کے ہلاک کر دیا۔

علمائے اہل سنت نے بھی جناب اویس کی مدح و ثنا میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے ہیں جو شخص ان کے زہد و ورع کے حالات دیکھنا چاہتا ہو حسب زیل کتب کا مطالعہ کرے۔

۱۔ شجرۃ الاولیاء مصنفہ سید محمد نور بخش

۲۔ منبع الانوار مصنفہ حیدر بن علی آملی

۳۔ تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فرید الدین عطار

۴۔ کتاب خلاصۃ المناقب مصنفہ نور الدین جعفر بد خشی

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ ان کے لئے حضرت امیر المؤمنین علی اور عمر بن خطاب کے حکم سے لوگ خرقة جناب رسول خدا لائے۔ عمر نے دیکھا اولیس برہنہ ہیں اور ایک اونٹ کی چادر سے اپنے جسم کو چھپائے ہیں انھوں نے ان کی تعریف کی اور زہد کا اظہار کیا اور کہا کہ کون ہے جو مجھ سے اس خلافت کو ایک روٹی میں خریدے اولیس نے کہا اے عمر جو شخص عقل رکھتا ہے اس خرید و فروخت پر راضی نہیں ہوگا اگر تم سچے ہو تو خلافت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تاکہ جس کا جی چاہے اسے لے لے عمر نے کہا اولیس میرے لئے دعا کرو اولیس نے جواب دیا کہ میں ہر نماز کے بعد ہر مومن و مومنہ کے لئے دعا کرتا ہوں اگر تم مومن ہو میری دعا تم تک پہنچ جائے گی اور اگر مومن نہیں ہو تو میں اپنی دعا ضائع نہیں کروں گا۔ ۱۰ جب حضرت امیر نے لشکر جمع کیا اور شام جانے کا قصد کیا تو اس وقت اولیس بھی لشکر گاہ میں حاضر ہوئے حضرت کو سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے جناب اولیس حضرت کے ساتھ ساتھ جنگ صفین میں حاضر رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

اصبع بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مرنے کے لئے میری بیعت کرتا ہے ننانوے آدمیوں نے اس پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس وقت حضرات نے فرمایا کہ کون ہے جو اس عدد کو پورا کرے۔ اس وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اون کے پھٹے پرانے کپڑے پہنے آیا اور مرنے پر حضرت کی بیعت کی اور تلوار لے کر میدان جنگ میں آگیا لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتا جاتا تھا اور جنگ کرتا تھا یہاں تک ایک تیر اس کے قلب پر آکر لگا اور وہ وہیں شہید ہو گیا۔ یہ شخص اولیں قرنی تھے۔

یہاں تک ہم نے شہدائے جنگ صفین کے حالات تحریر کئے رہے دیگر شہداء و بہادروں ان اگر ان کے حالات یہاں تحریر کئے جاتے تو اس کتاب میں زیادہ طول ہو جاتا۔

عقیل بن مالک

عقیل بن مالک پاک طینت و صاف باطن تھا زہد و ورع و تقویٰ میں مشہور و معروف تھا مملکت شام کے بزرگوں اور بہادروں میں شمار کیا جاتا تھا ایک دن جب معاویہ کے لشکر کی صفین درست ہو رہی تھیں سردار ان فوج جنگ کی تیاری میں مشغول تھے معاویہ نے عقیل سے کہا تیر اشار تو سربر آوردہ افراد اور مشہور ترین بہادروں میں ہے مگر میں اس وقت تجھ میں جنگی حمیت و غیرت کو نہیں دیکھ رہا ہوں تمام فوج جنگ کی تیاری میں مشغول ہے مگر تجھے

اس کی بالکل فکر نہیں ہے آخر تو جنگ کی تیاری کیوں نہیں کر رہا ہے اور ہمارے دشمن کو کیوں نہیں دور کر رہا ہے۔ عقیل نے کہا کہ دل میں تو یہی ارادہ کر کے آیا تھا کہ تیری نصرت و مدد میں کوتاہی نہ کروں اور تیرے دشمن کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دوں لیکن جس دن عمرو بن عاص اور ابو نوح نے عمار یاسر کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی تھی اور ہر ایک نے اپنے اپنے احتجاج پیش کئے تھے اس دن مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ رسول خدا کے خلیفہ و وصی و ابن عم و امام ہیں اور وہ حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو یہ بات مجھ پر واجب کر دیتی ہے کہ میں خلیفہ برحق رسول خدا کے مقابلہ میں تلوار نہ کھینچوں اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کروں اس لئے زیب و زینت دنیا کو معارف و حقائق جنت پر قربان نہیں کیا جاسکتا ہے اور دنیا کی پانچ دن کی نعمتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کے برابر نہیں قرار دیا جاسکتا جناب محمد مصطفیٰؐ اور پروردگار عالم کو نعمت دنیا کے لئے ناراض نہیں کیا جاسکتا عقیل کے یہ کلمات معاویہ کے لئے نیزہ و شمشیر کے زخم سے زیادہ اذیت رساں ہوئے اور ایک دن صبح کے وقت اسے زہر دے کر شہید کر دیا۔ ۱۰

یہ واقعہ فرقہ شیعہ کے حق ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ یہ امر بھی ناظرین کے پیش نظر رہے کہ معاویہ کے دل میں دشمنی حضرت امیرؓ اتنی راسخ ہو چکی تھی کہ وہ اپنے مخلص ساتھیوں اور ہمدردوں میں بھی اگر محبت حضرت علیؓ کو دیکھ لیتا تھا تو انھیں بھی زندہ نہیں چھوڑتا تھا عقیل بن مالک

ایسے کتنے اس کے مخلص ساتھی ہوں گے جن کو اس نے جرم محبت علیؑ میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہوگا۔ لیکن یہ تاریخ کی خیانت ہے کہ اس نے ان کو گمنامی کے گرے غار میں ڈال کر آگے بڑھ گئی ہے۔

عبداللہ بن خباب بن ارت

جناب عبداللہ اور ان کے والد صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے۔ یہ پہلے وہ شخص ہیں جن کے ولادت زمانہ اسلام میں ہوئی۔

علامہ شیخ عباس قمی تھتہ الاحباب صفحہ ۱۸۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب خوارج نہروان کی طرف جارہے تھے تو ان کا گذر خرمہ کے باغ اور پانی کے ایک چشمہ کی طرف سے ہو ان لوگوں نے عبداللہ کو دیکھا کہ قرآن مجید گردن میں حائل کئے گدھے پر سوار جارہے ہیں ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی تھے ان کی زوجہ حاملہ تھیں خوارج نے عبداللہ سے کہا کہ تم واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ سب سے زیادہ خدا کی معرفت رکھتے ہیں اور دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ بصیرت میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ خوارج نے کہا جو قرآن تمہاری گردن میں حائل ہے ہم کو حکم دے رہا ہے کہ تم کو قتل کر دیں چنانچہ ان بیچارے مظلوم کو گرفتار کر کے نہر کے پاس لائے اور زمین پر لٹا کر بحرے کی طرح ذبح کر دیا ان کا خون بہہ کر نہر میں چلا گیا۔ ان کی زوجہ کا پیٹ چاک کر ڈالا ان کے علاوہ کچھ عورتوں کو بھی قتل کر دیا۔ ابو محمد عبداللہ بن

مسلم بن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاستہ ۱ میں تحریر کرتے ہیں ان خوارج نے تین اور عورتوں کو قتل کیا تھا جن میں ام سنان صحابیہ بھی تھیں۔

حارث بن مرہ

حضرت امیر معاویہ سے دوبارہ جنگ کے لئے صفین کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں جناب اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو آپ نے جناب حارث ابن مرہ کو تحقیق حالات کے لئے روانہ کیا جب وہ ان لوگوں کے پاس حالات دریافت کرنے کے لئے پہنچے تو ان کو بھی قتل کر دیا۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ ج ۱ ص ۱۲۳۔

جنگ نہروان

جب صفین کی لڑائی میں معاویہ ابن ابوسفیان کو اندازہ ہوا کہ شکست کھا جائے گا تو اس نے عمرو عاص کے مشورہ سے اپنی فوج والوں سے نیزوں پر قرآن مجید بلند کرادیئے۔ معاویہ اشعث بن قیس کو رشوت دے کر پہلے سے ہموار کر چکا تھا۔ قرآن مجید کے نیزوں پر بلند ہونے سے حضرت کے لشکر کا ایک حصہ کہنے لگا جنگ بند کی جائے اور قرآن ہمارے اور ان کے درمیان حکم ہے۔ حضرت نے سمجھانا چاہا مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی بالآخر جنگ بند ہوئی حضرت کی طرف سے حضرت کے منشا کے خلاف ابو موسیٰ اشعری اور معاویہ کی طرف سے عمرو عاص حکم معین ہوئے۔

بالآخر ابو موسیٰ کو دھوکا دے کر عمرو عاص نے معاویہ کی خلافت کا

اعلان کر دیا۔ حضرت امیرؓ کی فوج کے جن لوگوں نے آپ کو اس پر مجبور کیا تھا اب وہی مخالف ہو گئے اور خباب بن ارت ان کی زوجہ تین اور عورتوں کو قتل کر دیا۔ حضرت امیرؓ دوبارہ معاویہ سے لڑنے کے لئے صفین جا رہے تھے لیکن اس فتنہ کی خبر سن کر واپس آئے اور ان کی سرکوبی کی۔

جنگ نمروان میں امیر المؤمنینؑ کے مقابلہ کے لئے خوارج کا بارہ ہزار کا لشکر نکلا حضرت نے پہلے انھیں سمجھانا چاہا لیکن جب وہ اپنی سرکشی پر باقی رہے تو آپ نے امان کا علم ابو ایوب انصاری کے ہاتھ میں دیا۔ ابو ایوب انصاری نے آواز دی کہ جو اس علم کے نیچے آجائے گا وہ امان میں ہے۔ چنانچہ ان بارہ ہزار میں سے آٹھ ہزار اس علم کے نیچے آگئے اور باقی اپنی سرکشی پر باقی رہے بالآخر ان سے جنگ ہوئی اور حضرت کے ساتھیوں میں سے حسب ذیل حضرات شہید ہوئے رواہ ابن ویر مجلی رفاع ابن ویل ارہی، فیاض ابن خلیل ازوی اور قلیون ابن سلمہ ححنی اور حبیب ابن اعثم ازوی غرض کل نو آدمی حضرت کے لشکر سے شہید ہوئے اور خوارج کے لشکر سے صرف نو آدمی بچ کر بھاگ نکلے باقی قتل ہوئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۰۸۔)

مالک ابن حارث اشتر

جناب مالک ابن حارث ابن عبد یغوث ابن سلمہ ابن ربیعہ ابن خزیمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۴۱۶ میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب مالک شجاع و بہادر اور رئیس تھے

عظیم ترین شیعوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ امیر المؤمنینؑ کی محبت میں ثابت قدم اور پختہ تھے۔ حضرت کے زبردست ناصر و معین و مددگار تھے ان کی شہادت کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا خدا مالک پر رحم کرے وہ میرے لئے ویسے ہی تھے جس طرح میں جناب رسول خداؐ کے لئے تھا۔

زمانہ حکومت حضرت امیر المؤمنینؑ میں جب مصر کی حالت دگرگوں ہوئی اور محمد ابن ابو بکر کے خلاف لوگوں نے ہنگامہ شروع کر دیا تو حضرت نے آذربائیجان سے واپس بلا کر مصر روانہ کیا اس کی اطلاع معاویہ کے جاسوسوں نے معاویہ کو دی اس نے مقام قلزم کے اہل خراج میں سے ایک شخص کے ذریعہ سے شہد میں زہر ملا کر انھیں پلوادیا جس سے ان کی شہادت واقع ہوئی ہم نے ان کے تفصیلی حالات اصحاب امیر المؤمنینؑ کی قربانیاں حصہ دوم ص ۵ سے ص ۳۸ تک تحریر کیا ہے محترم ناظرین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ

جناب محمد جلیل القدر تابعی، بڑے عابد و زاہد، مشہور و معروف متقی و پرہیزگار انسان تھے حضرت امیرؑ کے سچے محبت اور پیرو تھے۔ ان کی ولادت حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوئی اور ۳۸ھ میں بیدردی سے مصر میں شہید کئے گئے۔

جناب محمد بن ابو بکر کو حضرت امیر المؤمنینؑ سے یہ اخلاص ان کی والدہ اسماء بنت عمیس نے گھٹی میں پلا دیا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ محمد کو

نجابت ماں کی طرف سے ملی ہے باپ سے نہیں ملی پھر اس پر اضافہ یہ ہوا کہ انتقال ابو بکر کے بعد اسماء امیر المؤمنینؑ کی زوجیت میں آگئیں اس لئے جذبہٴ اخلاص و محبت اتنا بڑھا کہ حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے تھے محمد میرے فرزند صلب ابو بکر سے ہیں۔ جناب محمد شعبان ۳۸ھ میں معاویہ بن ابی سفیان کی سازش سے مصر میں پیاسے شہید کر دئے گئے اور لاش کو گدھے کی کھال میں بھر کر جلادیا گیا۔ محمد کے تفصیلی حالات ہماری کتاب اصحاب امیر المؤمنینؑ کی قربانیاں ص ۳۸ حصہ دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

کنانہ بن بشر بن عتباب نجیبی

جناب کنانہ امیر المؤمنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کے محبت تھے جب مصر میں معاویہ کے حکم سے مسلمہ بن مخلد انصاری نے بغاوت کر دی اور محمد بن ابی بکر سے برسر پیکار ہوئے تو محمد نے اس کی اطلاع امیر المؤمنینؑ کو دی۔ حضرتؑ نے محمد کو تحریر فرمایا کہ دشمنوں سے جنگ کرو اپنی امداد کے لئے۔ کنانہ بن بشر کو بلاؤ جو خلوص نیت، شجاعت، بہادری میں شہرہ آفاق ہے۔ محمد بن ابی بکر نے ان کو اپنی امداد کے لئے بلایا جب تک کنانہ بن بشر زندہ رہے محمد کے ساتھی محمد کے گرد جمع رہے، لیکن ان کی شہادت کے بعد ان کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور محمد کی شہادت بھی واقع ہو گئی۔

اعین بن ضبیعہ مجاشعی

جناب محمد ابن ابی بکر کے مصر میں شہادت کے بعد معاویہ نے عبد

اللہ ابن عمر ابن حضرمی کو بصرہ روانہ کیا تا کہ فیصلہ چھین پر عمل کی ترغیب دلائے ابن حضرمی کی آمد سے بصرہ کی حالت خراب ہوئی۔ امیر المؤمنین نے امین بن ضبیعہ مجاشعی کو حاکم بصرہ کی امداد کے لئے روانہ کیا لیکن قبیلہ بنی تمیم نے ابن حضرمی کے اشارہ سے ان کو شہید کر دیا۔

محمد بن ابی حذیفہ قریشی عیشی

محمد کی ولادت حبشہ میں زمانہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والد ابو حذیفہ قتل ہو گئے تو ان کی پرورش عثمان نے کی، یہ صحابی پیغمبر اسلام تھے اور بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار تھے۔ محبت امیر المؤمنین میں مشہور تھے۔ علامہ عزالدین ابو حامد عبد الحمید بن ہبہ اللہ مدائنی معروف بابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ۔ امین ان کی موت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن ابی حذیفہ کو عمر و عاص نے (بعد قتل محمد بن ابی بکر) مصر پر قبضہ کرنے کے بعد گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جو اس زمانہ میں فلسطین میں موجود تھا۔ اس نے ان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ تک وہ مقید رہے اس کے بعد وہ قید خانہ سے پوشیدہ طور سے روانہ ہو گئے۔ محمد معاویہ کے مامول زاد بھائی تھے۔ معاویہ نے بظاہر اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور چاہتا تھا کہ محمد قید سے نجات پا جائیں (ابن ابی الحدید کا قول صحیح نہیں، معاویہ نے اہل شام سے کہا کہ محمد ابن ابی حذیفہ کو گرفتار کر کے کون لائے گا۔ قبیلہ خثعم کے ایک شخص نے جس کا نام عبید اللہ بن عمر بن ظلام

تھا، جو شجاع بھی تھا، عثمانی بھی تھا۔ جواب دیا کہ میں گرفتار کر کے لاؤں گا۔ چنانچہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا۔

محمد بن ابی حذیفہ قید خانہ سے نکل کر مقام خوارین میں پہنچے اور ایک غار میں چھپ گئے۔ کچھ گدھے اس غار میں داخل ہوئے اس کے اندر آدمی کو دیکھ کر بھڑک اٹھے۔ گدھے والے دہانہ کے قریب تھے۔ انہوں نے کہا ان کے بھڑکنے کی کوئی وجہ ہونا چاہیے۔ غار کے اندر آئے تو محمد بن ابی حذیفہ کو دیکھا وہ لوگ باہر آئے اسی وقت عبید اللہ بن عمر بن ظلام بھی آگیا اس نے ان سے محمد بن ابی حذیفہ کے بارے میں دریافت کیا اور ان کے صفات بیان کئے۔ گدھے والوں نے کہا کہ ایسا آدمی تو ہمارے یہاں موجود ہے۔ عرض محمد بن ابی حذیفہ کو عبید اللہ نے وہیں قتل کر دیا۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان کی شہادت بعد شہادت حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام واقع ہوئی۔

مظالم بصر بن ارطاة!

ایک قول ہے کہ صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور دشمن امیر المؤمنین علیہ السلام بھی تھا۔ بواظلم و جابر انسان تھا۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے واقعہ حکیم کے بعد اسے یمن و حجاز کی طرف روانہ کیا۔ یہ شام سے ایک لشکر لے کر روانہ ہوا اور مدینہ منورہ گیا۔ اس زمانہ میں حضرت علیؑ کی طرف سے عامل مدینہ ابو ایوب انصاری صحابی پیغمبر اسلام تھے۔ جب ان کو بصر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو مدینہ سے بھاگ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں

آگئے۔ بسر مدینہ میں داخل ہو اور منبر رسولؐ پر چڑھ گیا اور کہنے لگا کہ میرا وہ شیخ کہاں ہے جسے ہم نے کل یہاں دیکھا تھا۔ اس سے اس نے عثمان کو مراد لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ خدا کی قسم اگر معاویہ نے منع نہ کیا ہوتا، تو میں کسی بالغ انسان کو مدینہ میں زندہ نہ چھوڑتا۔ اس کے بعد اہل مدینہ کو معاویہ کی بیعت کا حکم دیا۔ بنو سلمہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس وقت تک تم لوگوں کو نہ امان دوں گا نہ بیعت لوں گا جب تک جابر بن عبد اللہ انصاری کو نہ لاؤ گے۔ اس کی خبر جابر کو دی گئی، وہ جناب ام المؤمنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ قتل کر دیا جاؤں گا اور یہ بیعت گمراہی و ضلالت کی بیعت ہے۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ نے کہا میری رائے ہے کہ تم معاویہ کی بیعت کر لو، میں نے اپنے بیٹے عمر ابن ابی سلمہ کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ وہ معاویہ کی بیعت کر لے۔ بسر نے مدینہ کے بہت سے گھر بھی منہدم کر دیئے تھے۔

جناب ام سلمہ نے اپنے بیٹے اور جابر کو جو حکم دیا اسی کو شیعہ تفسیر کہتے ہیں۔

جب معاویہ نے بسر کو قتل شیعیمان علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لئے روانہ کیا تو کچھ لوگوں نے قبیلہ قیس کے لئے امان لی۔ معاویہ نے بسر کو ہدایت کی کہ تجھ کو قیس پر ظلم کی اجازت نہیں ہے۔

بسر نے اسی سفر میں قبیلہ ہمدان میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا ان کی عورتوں کو گرفتار کیا۔ یہ پہلی مسلمان عورتیں تھیں جو گرفتار کی گئیں

اور قبیلہ کے بہت سے افراد کو بھی قتل کر دیا۔ (استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۱۵۷ ج ۱)

اس کے بعد مکہ آیا وہاں ابو موسیٰ اشعری موجود تھا وہ ڈرا کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے اس لئے مکہ سے بھاگ گیا یہ بات ہمر سے بیان کی گئی اس نے کہا کہ میں ایسے شخص کو قتل نہیں کروں گا جو حضرت علی علیہ السلام کے خلافت سے اتر جانے کا اعلان (واقعہ تحکیم میں) کر دے ہمر نے ابو موسیٰ اشعری کو (اسی سبب سے) تلاش بھی نہیں کیا۔

مکہ سے ہمر یمن آیا وہاں حضرت علیؑ کی طرف سے عبید اللہ بن عباس حاکم تھے وہ اس کے خوف سے عبید اللہ بن المدان حارثی کو قائم مقام بنا کر کوفہ چلے آئے۔ ہمر نے یمن پہنچ کر انہیں اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا۔ (استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۱۵۹ ج ۱)

اصابہ ج ۱ ص ۱۴۸، و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۱۱۳ پر مرقوم ہے کہ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ جس شخص کو حضرت علیؑ کا مطیع پانا قتل کر دینا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔

موصوف اسی کتاب کے ج ۱ ص ۱۱۷ پر لکھتے ہیں کہ معاویہ نے ہمر کے بھجنے کے وقت اس سے کہا کہ جب کسی ایسے شہر میں پہنچنا جس کے باشندے حضرت علیؑ علیہ السلام کے مطیع ہوں تو ان سے بہت سختی سے گفتگو کرنا تاکہ وہ دیکھ لیں کہ ان کے لئے نجات نہیں ہے اور تو ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے بعد چپ ہو جانا اور میری بیعت کے لئے بلانا اور

جو اس سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور علی علیہ السلام کے شیعہ جہاں بھی ملیں انہیں قتل کر دینا۔۔۔ موصوف اسی کتاب کے ج ۱ ص ۱۲۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ بسر نے اپنی اس مہم میں جن لوگوں کو (مدینہ، مکہ، یمن میں) قتل کیا تھا تیس ہزار افراد تھے۔ اس نے ایک گروہ کو آگ سے بھی جلا دیا۔۔۔ بسر ایسے دشمن امیر المؤمنین کو شیعیان علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا ہی چاہیے تھا، اس لئے کہ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۱۶۱ پر مرقوم ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں جنگ کے لئے آیا۔ حضرت نے اسے نیزہ مار کر گرا دیا۔ وہ جلدی سے عمر و عاص کی طرح ہر ہنہ ہو گیا اس کی یہ حرکت دیکھ کر حضرت نے منہ پھیر لیا اور یہ بھاگ کھڑا ہوا۔

معاویہ اپنے ہمنشینوں میں ان دونوں کی اس حرکت پر خوب مضحکہ اڑایا کرتا تھا۔

دو کمسن ہاشمی بچوں کی شہادت

بسر بن ارطاة جب مکہ و مدینہ کو تاراج کر کے یمن پہنچا تو عبید اللہ بن عباس جو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف سے یمن کے عامل تھے، اس کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے دو کمسن بچے عبد الرحمن اور قسم نامی وہیں چھوڑ گئے۔

بسر کو یمن میں پہنچ کر جب عبید اللہ نہیں ملے تو اس نے ان بچوں کو تلاش کیا اور ماں کے سامنے دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔ ۱۰

ابو مخنف کا بیان ہے کہ بسر بن ارطاة نے یمن کا قصد کیا اور اس کی خبر عبید اللہ بن عباس عامل حضرت علی علیہ السلام کو دی گئی تو وہ یمن سے بھاگ گئے۔ جب بسر یمن آیا تو اس کے سامنے عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے بچے لائے گئے۔ اس نے ان دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔ جس سے ان بچوں کی ماں عائشہ بنت عبد المدا ان پر مصیبت عظیم پھٹ پڑی اور انھوں نے اپنے ان کسن بچوں کے مرثیے میں چند شعر کہے۔ وہ کہتی ہیں کہ

”ہائے افسوس کس نے محسوس کر لیا میرے ان دو بچوں کو جو ایسے موتیوں

کی طرح تھے جن کی بزرگی کے سبب سے صد ف پارہ پارہ ہو جاتا تھا۔“

”ہائے افسوس کس نے محسوس کر لیا میرے ان بچوں کو جو میرے کان بھی تھے، عقل بھی تھے، پس آج میرا دل اچھٹ گیا ہے اور پریشان ہے۔“

مجھ سے بیان کیا گیا ہے لیکن لوگوں نے بسر کے جس گناہ کے بارے میں مجھ سے بیان کیا ہے اور جو گمان کیا گیا ہے، اس سے قبل میں نے اس کی تصدیق نہیں کی تھی اور وہ واقعہ یہ ہے کہ بسر میرے دونوں بچوں کی شررگ کاٹنے کے لئے تیز کی ہوئی تلوار لے کر متوجہ ہوا، کیا گناہ کرنے کے یہی طریقے ہوتے ہیں؟ جس کا ان لوگوں نے ارتکاب کیا ہے؟ اس واقعہ کے بعد یہ معظّمہ دیوانی ہو گئیں۔ چنانچہ زمانہ حج میں وہ ان اشعار کو پڑھا کرتی تھیں اور دیوانہ وار جدھر سر سامتا چلی جاتی تھیں۔ ۱۰۔

دشمنی امیر المؤمنین علیہ السلام میں غریب ماں کے سامنے بسر بن ارطاة کا ان کسن بچوں کا اس طرح ذبح کر دینا ایک ایسا دردناک المیہ ہے، جس کی مثالیں تاریخ میں شاید وہاں مل سکیں گی۔

خدا کا شکر ہے کہ آج ۸ رجب ۱۳۸۵ھ روز چہار شنبہ اس حصہ کو نظر ثانی کے بعد پھر ضروری اضافات کے ساتھ ارباب ذوق کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ قلہ

الحمد و الشکر۔

مصائب الشیعہ

جلد دوم

۱۲۰ھ سے ۶۰ھ تک کے

خونچکاں واقعات

مصنفہ

آیۃ اللہ الحاج افتخار العلماء

مولانا سعادت حسین خاں صاحب

طاب ثراہ اعلیٰ اللہ مقامہ

پیش کردہ

ادارہ ناصر العلوم

ناشر

شیعہ مشن، ۱۵۵/۳۹۰، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ۔ ۳

انتساب

میں اپنی اس ناچیز سعی کو ان لاکھوں ستم رسیدہ محسن اسلام شیعوں کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔

جن کے خون کے چھینٹوں نے نقوش اسلام کو تاریک دور حکومت معاویہ بن ابی سفیان کے سیاہ دھبوں سے پاک صاف کر کے منور کیا۔

اور جو حمایت ”حق“ کے جرم میں

بے وطن کئے گئے

جیل خانوں میں بند کئے گئے

طرح طرح سے زد و کوب کئے گئے

دار پر چڑھائے گئے

گدی سے زبانیں کھینچی گئیں

ہاتھ پیر کاٹے گئے

گرم لوہے کی سلاخوں سے داغے گئے

اور آج

جن کے کارنامے ”نصرت حق“ کے جذبات کی روح ہیں۔

سعادت حسین

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	خطبہ و تمہید	۷
۲	تنبیہ اہم	۱۰
۳	مظالم زمانہ معاویہ ابن ابی سفیان	۱۱
۴	پس منظر حکومت علویہ شیعوں کو تقویت تھی	۱۴
۵	حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے معاویہ کا عزم	۲۴
۶	حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے امت کا جاہل رکھنا	۲۵
۷	معاویہ ذکر رسول اسٹائم مٹانا چاہتا تھا	۲۶
۸	احکام سب و شتم حضرت امیرؑ کے سلسلہ مخلص میں شیعوں کا رویہ	۵۱
۹	معاویہ کا سب و شتم حضرت امیرؑ میں مبالغہ	۵۹
۱۰	سب و شتم و بغض و حسد حضرت علیؑ کی ممانعت حضرت رسول خداؐ کی زبان سے	۷۴
۱۱	متعلق بمفارقت	۷۵
۱۲	متعلق بعد اوت	۷۷
۱۳	متعلق بمنقصت	۷۷
۱۴	متعلق بحسد	۷۷
۱۵	متعلق بہ اطاعت	۷۸

۷۸	متعلق بہ اطاعت	۱۶
۷۹	متعلق بہ نصرت	۱۷
۸۲	متعلق بحرب	۱۸
۸۵	بغض حضرت علیؑ علامت نفاق ہونا	۱۸
۹۰	متعلق باذیت	۱۹
۹۳	متعلق بہ سب	۲۰
۱۰۶	بغض و عناد یا خطائے اجتماعی	۲۱
۱۲۶	حضرت علیؑ سے برأت پر بیعت	۲۲
۱۲۶	فضائل امیرؑ کت روایت کی ممانعت	۲۳
۱۲۷	شیعیان علیؑ کی گواہی قابل قبول نہیں	۲۴
۱۲۸	کارخانہ حدیث سازی	۲۵
۱۳۰	دفتر سے شیعوں کا نام کاٹ دیا جائے	۲۶
۱۳۱	شیعوں کے گھروں کا انہدام اور عذاب شدید	۲۷
۱۳۱	عراق و کوفہ میں شیعوں پر شہادت	۲۸
۱۳۲	معاویہ کے ان فرمانوں کے نتائج	۲۹
۱۳۳	مجان علیؑ کی آوارہ وطنی	۳۰
۱۳۵	بہتر ہزار منبروں پر سب و شتم حضرت امیرؑ	۳۱
۱۳۹	کیا سب و شتم حضرت امیرؑ مستحب سمجھا جاتا تھا	۳۲
۱۵۳	سب و شتم حضرت امیرؑ میں عمال معاویہ کی سعی و کوشش	۳۳

۱۶۱	شیعوں کا ایک عجیب و غریب کردار	۳۴
۱۶۷	بھرے دربار میں شیعوں کی شجاعت جائے حضرت امیرؓ کے ظالم پر لعنت	۳۵
۱۷۳	شیعوں پر جگر خراش مظالم	۳۶
۱۷۷	مقتولین بعد شہادت حضرت امیرؓ	۳۷
۱۷۸	سمرہ ابن جندب کے ہاتھوں بے شمار افراد کا قتل	۳۸
۱۸۰	مقتولین زیاد ابن ابیہ	۳۹
۱۸۴	ایک مجہ علیٰ خاتون کی شہادت	۴۰
۱۸۵	مقتول بن قیس ریاحی	۴۱
۱۹۳	عبداللہ بن ہاشم مرقال	۴۲
۱۹۷	جمیل ابن کعب ثعلبی	۴۳
۲۰۰	جاریہ بن قدامہ تمیمی سعدی	۴۴
۲۰۲	صہبہ بن صوحان عبدی	۴۵
۲۰۶	شہادت امام حسنؑ	۴۶
۲۱۰	جناب حجر بن عدی	۴۷
۲۱۲	جناب حجر کا زہد و ورع	۴۸
۲۱۴	محبت والفت امیر المؤمنین	۴۸
۲۱۷	شریک ابن شداد حضرمی	۵۰
۲۱۸	صیفی بن فسیل شیبانی	۵۱
۲۲۰	قبیصہ ابن ضبیعہ عسبی	۵۲

٢٢٢	کدام ابن حبان عنزی	٥٣
٢٢٣	محرز بن شهاب سعدی	٥٤
٢٢٣	عبدالرحمن بن حسان عنزی	٥٥
٢٢٥	عمرو بن حمق خزاعی	٥٦
٢٢٦	فضل و شرف	٥٧
٢٢٧	شباب قائم	٥٨
٢٢٧	امتحان محبت امیر المؤمنین	٥٩
٢٢٩	جویریہ ابن مسهر عبدی	٦٠
٢٣٢	مرزع	٦١

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى اختبر عباده بانواع من المصائب و
الافات حيث قال عز من قائل فى كتابه لنبلونكم بشيء من
الخوف و الجوع و نقص من الانفس و الثمرات و حثهم على
الصبر و الرضاء عند الابتلاء بالبليات فقال و بشر الصابرين
الذين اذا اصابتهم مصيبة قالو انا لله و انا اليه راجعون ، فى
جميع الحالات و ارسل رسوله الامى الذى ما ذاق طعم
الاطمينان و العافيه و الراحة فى طول الحيات حتى قال ما
اوذى نبي كما اوذيت مع ارائتهم البينات الواضحات و صلى
الله على النبي التهامى المكى المدنى المويد بانواع التائيدات
و المسدد باقسام من الايات و المعجزات و على آله الغر
الميامين الذين اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا فى
جميع الاوقات و الانات و استخلفهم فى الارض و ايدهم و
سددهم بالمعجزات و الايات و لعنة الله على اعدائهم و
مبغضيهم و معانديهم من يومنا هذا الى يوم الدين و الحشر و
التشر باسوء الويلات و اللعنات . اما بعد

”کتاب مصائب الشیعہ کے پہلے حصے کو ہم نے ان مصائب و
آلام کے بیان پر تمام کیا ہے جو ۱۱ھ سے ۲۱ رمضان ۴۰ھ تک
شیعوں پر ڈھائے گئے تھے۔ اب اس کتاب کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے
جس میں ۲۱ رمضان ۴۰ھ سے ۶۰ھ آخر دور معاویہ تک مجاہد
حیدر کرار پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کا تذکرہ ہے۔ شیعوں پر مظالم و
مصائب و آلام پر اگرچہ سابق حکومتوں کی بنیاد قائم تھی یہی ان کا عام مقصد
تھا لیکن نہ برسر اقتدار حاکم زبان پر یہ لایا کہ یہ شیعہ ہیں ان کو نیست و نابود کر
دو اور نہ یہ ان کے عمال اور فوجی افسران زبان پر لائے۔ اس وقت مجاہد
علیؑ کو یہ تیغ کرنے کے لیے ارتداد و فتنہ انگیزی و مانع زکوٰۃ کی اصطلاحیں
بنائی گئیں تھیں تاکہ عام مسلمان جو زبان وحی ترجمان سرکار دو جہاں محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیؑ اور شیععیان علیؑ کے فضائل و محامد
سن چکے تھے بھڑک نہ جائیں۔ صرف مدعیان نبوت سے جنگیں تو کفار
سے ہوئیں ورنہ باقی تمام لڑائیوں میں نشانہ آلام و مصائب شیعہ ہی تھے۔
وہی یہ تیغ کئے گئے انھیں کی آبادیاں اجاڑی گئیں انھیں کو خلیفہ
المسلمین کے حکم سے جلایا گیا غلام و کنیز بنا کر فروخت کیا گیا جیسا کہ ہماری
اس کتاب کے حصہ اول کے مطالعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن
معاویہ اور اس کے قائم مقام ۳۲ھ تک جن لوگوں پر ظلم و ستم ڈھاتے
رہے ان کو اس اعلان کے ساتھ تباہ و برباد و آوارہ وطن کرتے رہے کہ علیؑ
کے شیعہ محبت اور فدائی ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جس طرح سب و شتم امیر المؤمنین علیہ السلام کا بانی معاویہ ہے اسی طرح شیعوں پر شیعہ ہونے کے سبب سے اور یہ کہہ کر کہ تم چونکہ شیعہ ہو اس لئے ہمارے مشق ستم کا مرکز ہو معاویہ ہی ہے اس نے حیات حضرت امیر ہی سے شیعوں پر یہ لرزہ خیز ستم آریاں شروع کر دی تھیں۔

معاویہ کو جس نے اقتدار سونپا تھا۔ معاویہ کے ہاتھ جس نے مضبوط کئے تھے رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی جس نے بنو امیہ کو تقویت دی تھی حقیقت میں وہی بنو امیہ کے تمام مظالم کا ذمہ دار بھی ہے بانی بھی ہے جیسا کہ خود معاویہ نے عارف کامل زاہد بے بدل شہید راہ خدا مقتول راہ محبت علوی حضرت محمد بن ابی بکر کو تحریر کیا ہے۔

فقد كنا و ابوك معنا في هيوه نبينا تری حق علی بن ابی طالب لازما لنا و فضله مبرزا علینا فلما اختار الله لنبیه ما عنده و اتم له ما وعده و اظهر دعوته و افلح حجة قبضه الله اليه فكان ابوك و فاروقه اول من ابتزه و خالفه علی ذلك اتفقا و اتسقتا .

(از شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۲۸۴ ج ۱)

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں ہم اور ہمارے ساتھ تمہارا باپ حضرت علی بن ابی طالب کے حق کو اپنے اوپر لازم قرار دیتے تھے۔ ان کا فضل و شرف ہم پر واضح و روشن تھا لیکن جب خدا نے اپنے نبی کے لئے اپنے قرب کو پسند کیا اور آپ کے لئے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا آپ

کی دعوت ظاہر کر دی حجت و دلیل کو کامیاب کر دیا اور ان کی روح قبض کر کے اپنی بارگاہ میں بلا لیا تو اس وقت تمہارے باپ اور ان کے فاروق پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے علیؑ کے حق کو چھین لیا اور ان کی مخالفت کی اور اس پر وہ دونوں بالکل متفق و متحد ہو گئے۔

یہ حق بات ہے جسے خدا نے اس کے قلم سے لکھوا دیا یہی واقعہ ہے جس کا راز معاویہ نے فاش کیا۔ اس لئے مصائب اہلبیتؑ و الام شیعیان حیدر کرار کا سر اس کا روائی سے ملتا ہے جو ۲۸ صفر ۱۱ھ روز وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گئی تھی۔ اس میں نہ تاویل کی گنجائش ہے نہ شک و شبہ کا محل ہے۔

بس ہوا یہ کہ معاویہ اور اس کے قائم مقاموں نے ان تمام مضمرات کو بغیر تقیہ و توریہ کے علی الاعلان صاف صاف کہنا شروع کر دیا

تنبیہ اہم

ہم حصہ اول ص ۶ پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ ہم اتحاد بین المسلمین کے حامی ہیں افتراق و انشقاق سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم تودل سے چاہتے ہیں کہ شیعہ سنی بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کریں۔ جس طرح حنفی شافعی مالکی اشعری و معتزلی اختلاف مذہب کے بعد دست و کر بیان نہیں ہیں اسی طرح شیعہ سنی بھی میل جول کی زندگی گزاریں اور

دشمنان اسلام کے مقابلہ میں تسبیح کے دانوں کی طرح ایک رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور متحد کوشش سے دشمنان اسلام جو کمین گاہوں سے ہم پر حملہ آور ہیں ان کا منہ توڑ جواب دیں۔ خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ سے ہم پر حملہ کریں۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم تاریخی حقائق کو نظر انداز کر دیں اسی لئے ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں یا آئندہ لکھیں گے حوالہ کتب کے ساتھ تحریر کریں گے اور نتائج کا اخذ کرنا ناظرین کے صواب دید پر چھوڑ دیں گے۔

مظالم زمانہ معاویہ ابن ابی سفیان

ہم دور بنو امیہ میں شیعوں پر جو ستم ڈھائے گئے ہیں ، انھیں ان بادشاہوں کے دور حکومت میں علیحدہ علیحدہ تحریر کریں گے۔ چونکہ اموی سلطنت کی ابتداء معاویہ ابن ابی سفیان سے ہوئی ہے اس لئے سب سے پہلے شیعوں پر اسی کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہیں دور بنو امیہ کی ابتداء اگرچہ امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کی مصالحت سے ہوتی ہے لیکن معاویہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات ہی سے طرح طرح سے حضرت کے حلقہ بگوش افراد اور شیعوں کو ستانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن حضرت کی شہادت کے بعد تو اس کی جڑیں اور بوڑھ گئیں تھیں۔ اس کو رشوت، ریشہ دوانی اور نکر و فریب کے لئے وسیع میدان مل گیا تھا۔ پھر

کوفہ و بصرہ جو شیعیمان علی بن ابی طالبؑ کے مرکز تھے ان کی آبادی خالص شیعوں اور حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں سے ملی جلی تھی۔ خوارج کا ایک طبقہ بھی چھپا ہوا کوفہ و بصرہ اور ان کے اطراف میں موجود تھا آخر کے دونوں طبقے حضرت امیر علیہ السلام کے ارادوں میں بھی روڑے اٹکاتے رہتے تھے اور بسا اوقات آپ کے احکام کی مخالفت بھی کر گذرتے تھے اور اب تو معاویہ حضرت امیر علیہ السلام کو اپنی ریشہ دوانی سے اپنی ایک عزیز دار عورت کے ذریعہ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی کے ہاتھوں سے جام شہادت پلاچکا تھا اس لئے اس کے باطل حوصلے اور بھی بلند ہو چکے تھے۔ اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنے وہ افعال ناشائستہ جن کو حیات امیر المؤمنینؑ میں شروع کر دیا تھا۔ امام حسنؑ کے سر پر آرائے سلطنت ہوتے ہی اور تیز کر دیا اور اس کے طمع خلافت و حرص تخت و تاج حکومت اسلامیہ میں اور اضافہ ہو گیا اور اس کی عادت خون آشامی و جذبہ انتقام جنگ بدر و احد و خندق و کینہ زمانہ جاہلیت نے اسے مجبور کیا کہ شیعیمان علی بن ابی طالبؑ ایک دقیقہ بھی چین سے نہ بیٹھنے پائیں۔

جب حضرت امیر کی شہادت ہو گئی اور حضرت امام حسنؑ سے مصالحت بھی تمام ہو گئی اور وہ حاکم علی الاطلاق بن بیٹھا تو اس نے شیعیت کے مٹانے اور بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے کی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ۲۰ھ کے بعد کا زمانہ وہ ہے جس میں جماعتی اعتبار سے بھی شیعوں کے وجود کا کوئی منکر نہیں ہے۔ اس لئے کہ بیخ سالانہ دور حکومت حضرت امیر علیہ

السلام نے شیعیت کی دہلی ہوئی جو چنگاری مومنین کے دلوں کے گہرائیوں میں موجود تھی وہ اب علوی دور حکومت میں اپنی پوری چمک دمک دکھانے لگی اور گذشتہ پچیس برس کے دورہائے حکومت میں شیعوں کی جو جماعت کثیر گذشتہ حکومتوں کے ظلم و استبداد و بے اعتنائی کے بھاری بھاری پتھروں کے نیچے دہلی ہوئی سسک رہی تھی اب اسے علوی دور حکومت میں جس کی ابتداء ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۳۵ھ سے ہوئی آزاد فضا مناسب ماحول اپنے آقا و مولا کے دور حکومت میں پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ اب انھیں زبان کھولنے کی آزادی بھی نصیب ہوئی علوی عدل و داد کے پرچم کے نیچے اطمینان کی سانس لینے کا وقت بھی مل گیا۔ عطیہ بیت المال سے محرومی کا خوف بھی جاتا رہا۔ جان و مال و آبرو کے لئے کاڈر بھی کافور ہو گیا آوارہ وطنی و غربت نصیبی کا ہراس بھی ختم ہو گیا۔ اب دل میں یہ تصور بھی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ ہماری پیٹھ پر درے برسائے جائیں گے۔ پیروں سے کچلا جائے گا۔ فتنہ پردازی و ہنگامہ آرائی کا الزام لگا کر شب خون مارا جائے گا اور مردوں کو قتل عورتوں بچوں کو غلام و کنیر بنا لیا جائے گا۔ شیعوں کی اس پسماندہ و کچلی ہوئی جماعت میں سربر آوردہ صحابہ کرام بھی داخل تھے جیسا کہ علامہ کرد علی مقرریری خطط الشام میں تحریر کرتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت عمد رسول اکرم میں علی کی ولایت سے پہچانی جاتی تھی مثلاً سلمان فارسی جو کہتے تھے کہ ہم نے آنحضرت کی بیعت اس شرط سے کی تھی کہ ہم مسلمانوں کو نیکی کی نصیحت کریں گے علی کو امام مانیں گے اور ان

کی دوستی کا دم بھریں گے یا مثلاً ابو سعید خدری جو کہتے تھے کہ آنحضرت نے لوگوں کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے چار پر عمل ہوا یعنی نماز و زکوٰۃ و صوم رمضان و حج مگر ولایت علی بن ابی طالبؑ متروک ہو گئی۔ پوچھا گیا کیا یہ بھی فرض تھی تو کہا کہ ہاں اور یہ بھی اور فراخ کے ساتھ فرض ہے یا مثلاً ابو ذر اور عمار یا سر و حدیفہ یمانی اور ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت و ابو ایوب انصاری (ارشاد کراچی) یکم اکتوبر ۱۹۶۲ء)

پس منظر حکومت علویہ شیعوں کی تقویت تھی

حضرت علی بن ابی طالبؑ ایسے مدبر و مالک سیاست البیہ سے کچھ بعید معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیں جس میں اب دہشت نبوت فنا ہو چکی ہو عظمت و تقدس رسالت کا نام و نشان باقی نہ ہو۔ افراد بشر کی نیتیں فاسد ہو گئیں ہوں حرص و طمع دنیا غالب آگئی ہو۔ اب نہ وہ زہد و ورع و تقویٰ تھا جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نہ وہ محاسن و محامد و اوصاف تھے جو آپ کے عہد کے خصوصیات تھے ایک محل پر اپنے اپنے دور حکومت میں اس عہد کی تصویر کشی حسب ذیل الفاظ میں کی ہے جس سے آپ کے زمانے اور عہد نبوی کا فرق بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ

لقد رأت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فماری

احدا منکم بشبههم لقد كانوا یصبحون شعنا غیرا یاتوا سجدا

قیاما یرا و حون بین جباهم و اقدامهم یقفون علی مثل الجمر
من ذکر معادهم کان بین اعینهم رکبا من طول سجودهم اذ
ذکر الله هملت اعینهم حتی تیل جباهم و ما دوا کما یمید
الشجر فی الیوم العاصف خوفاً من العقاب و رجاء للشواب.

یقیناً میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے میں تم
میں سے کسی کو ان کا مشابہ نہیں پاتا ہوں وہ تو صبح اس طرح کرتے تھے کہ
ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے غبار آلود ہوتے تھے۔ شب وہ
سجدے اور قیام کی حالت میں بسر کرتے تھے اور اسی سے اپنی پیشانی کو
راحت پہنچاتے تھے قیامت کی یاد میں ان کے قدم آگ کی چگاری کے
مانند چیز پر ٹھہرے رہتے تھے۔ سجدوں کے طول سے ان کی پیشانی پر گٹھے
پڑے تھے جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو ان کی آنکھیں
آنسوؤں سے چھلک اٹھتی تھیں اور ان کی پیشانی اس سے تر ہو جاتی تھی
خوف عقاب اور امید ثواب میں اس طرح ان کے جسم تھرانے لگتے تھے
جس طرح جھکڑ کی ہوا میں درخت جھونکے کھاتا ہے۔

پھر حضرت نے کیوں خلافت قبول فرمائی۔

اس کا جواب خود حضرت امیرؑ نے اپنے مشہور و معروف خطبہ

شقیہ میں دیا ہے حضرت فرماتے ہیں کہ

اما و الذی فلق الحبة و بر السمة لولا حضور الحاضر و

قیام الحجة بوجود الناصر و ما اخذ الله علی العلماء ان لا

یقاروا علی کظة ظالم و لا سغب مظلوم لا لقیتم حبلها علی
 غاربها و لسقیتم اخرها بکاس او لها و لا لقیتم دنیا کم هذه
 عندی من عطفة عنز. (نهج البلاغہ ج ۱ ص ۴۱)

آگاہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور شکوفہ کو آگایا
 اگر حاضر ہونے والے حاضر نہ ہوتے ناصر و مددگار افراد کے موجودگی سے
 حجت نہ تمام ہو جاتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ خدا نے علماء سے عہد کر لیا ہے
 کہ ظالم کے حقوق غضب کرنے اور مظلوم کے بھوک پر خاموش نہ رہیں
 تو میں مہار شتر خلافت کو اس کے کوہان پر ڈال دیتا (اور خلافت ترک کر
 دیتا) اور خلافت کے آخری دور کو وہی جام پلا تا جو پہلے دور میں پلایا تھا (اور
 اسے اختیار نہ کرتا۔) تم اپنی اس دنیا کو میرے نزدیک بھیرہ کی ناک سے بہنے
 والی رطوبت سے حقیر و ذلیل پاؤ گے (دنیاوی حکومت) میری نظر میں
 ویسی ہی حقیر و ذلیل و کم قیمت ہے جیسے بھیرہ کی بہنے والی ناک حقیر و کم قیمت
 ہے۔

قبول خلافت ظاہری کی یہ غرض و غایت ہونے کے ساتھ
 ساتھ ممکن ہے حضرت کے پیش نظر یہ امر بھی رہا ہو کہ میرے ظاہری
 حکومت و خلافت قبول کرنے کے سبب سے میرے محبوبوں میں تنظیم اور
 بے پناہ قوت و طاقت پیدا ہو جائے جس سے وہ قہار و جبار سلطنتوں کا مقابلہ
 کر سکیں اور اپنے صبر و استقلال سے ظلم و جور کے پڑنے اڑادیں بات یہ
 تھی کہ رحلت سرور انبیاء کے بعد سے اب تک شیعہ جو ناموافق حکومتوں

کے اندر تشدد کے وزنی اور بھاری پتھروں کے نیچے دبے ہوئے تھے ممانعت روایت حدیث و عدم اجازت تاویلا آیات قرآن سے دل تنگ ہو رہے تھے اس لئے کہ اس کے پس منظر میں اخفائے فضائل امیر المؤمنینؑ و محمد اہل بیت طاہرینؑ کا جذبہ کار فرما تھا صرف تلاوت قرآن مجید سے تشنگی جذبہٴ محبت و ولا نہیں بجھتی تھی لیکن آپ کے عہد حکومت میں وہ کھل کر میدان میں آگئے۔ حالانکہ اس سے قبل تو شیعوں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ کھل کر امامت امیر المؤمنینؑ کا اعلان کرتے تو ان کا حشر بھی وہی ہوتا جو قبائل کندہ و حضر موت اور مالک بن نویرہ اور ان کے قبیلہ کا ہو اس لئے تمام شیعہ محبت اہل بیتؑ و امیر المؤمنینؑ کو دل سے لگائے ہوئے حدود مملکت اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے اور زبان پر ایک حرف نہیں لاسکتے تھے۔

ان کے پیش نظر قبائل کندہ و حضر موت کی تباہی مالک اور ان کے قبیلہ کی تاراجی بھی تھی وہ آنکھوں سے سلمان کی ٹیڑھی گردن۔ ابوذر کی تباہ حالی و آوارہ وطنی و ان پر بے پناہ مظالم کو بھی دیکھ رہے تھے۔ اب تک ان کے کانوں میں عمار کے کراہنے کی آواز ام المؤمنین ام سلمہ کے گھر سے آرہی تھی۔ یہی نہیں اس سے بالاتر گلوئے امیر المؤمنینؑ کے رسی کے پھندے کے تصور سے ان کا دم گھٹ رہا تھا خانہ سیدہ نساء عالمینؑ کے بھڑکتے ہوئے شعلے نے ان کے قلب و جگر میں آگ لگا رکھی تھی۔ مرثیہ جناب سیدہؑ میں صبت علی مصائب اب تک ان کو خون کے آنسوؤں لارہا

تھا۔

لیکن جب ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت امیر کی بیعت اس شان سے ہوئی جیسی بیعت آج تک کسی بھی حکمران کی نہیں ہوئی تھی تو اب شیعوں کے دے جذبات محبت ابھرنا شروع ہوئے انھوں نے آزادی کی سانس لی اور دل کھول کر حضرت امیرؑ کے فضائل و محامد بیان کرنے لگے اطراف و جوانب مملکت اسلامیہ کے شیعوں میں روابط پیدا ہو گئے اب وہ ظاہری پسماندگی و ذلت کی زندگی کے بعد عزت و سر بلندی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

غرض حضرت امیرؑ کے پنجسالہ حکومت نے شیعوں میں ایسی بے پناہ قوت پیدا کر دی کہ ان میں یہ دم خم پیدا ہو گیا کہ وہ جبار و قہار سلطنتوں کا مقابلہ صبر و استقلال و پامردی سے کر سکیں۔

ادھر حضرت امیرؑ نے بھی اپنے مخلص دوستوں پر ہونے والے مصائب اور اس کے تفصیلات بیان کرنا شروع کر دیے جس سے ان میں ایک نئی امنگ نیا جوش پیدا ہو گیا اور وہ اس دن کا انتظار کرنے لگے جس میں وہ مولاً کی محبت میں ہدف مصائب بنیں گے۔ جن کے تقاصیل اس کتاب کا عنوان اور موضوع ہے۔

۲۱ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شہادت واقع ہو گئی لیکن فاتح خیبر و قاتل عمرو و مرحب و عنتر نے اپنے پنجسالہ دور حکومت میں شیعوں کو جو بے پناہ قوت عطا کر دی تھی وہ اسی طرح باقی رہی

جس کا مظاہرہ شیعیمان علی ابن ابی طالبؑ حضرت کے عہد حکومت سے اب تک کر رہے ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان جس کے بھائی کور شوت میں شام کی صوبہ داری عطا کی گئی تھی اور اپنے بھائی یزید کے مرنے کے بعد خود بھی اسی حصہ مملکت کا والی معین کر دیا گیا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ علیؑ کے شیعہ اب کھل کر میدان میں آگئے ہیں جو ہمیشہ میری حکومت کا روڑا بنے رہیں گے اور حدود مملکت اسلامیہ میں ہر جگہ علیؑ کے فضائل و محامدیان کئے جائیں گے۔

یہ امر سابقہ حکومتوں کی پالیسی کے بھی خلاف تھا اور جس بنیاد پر خلافت کی عمارت تعمیر کی گئی تھی اس کے بھی منافی تھا۔

سب سے بڑی بات یہ کہ معاویہ کے باپ ابو سفیان کو شام کی حکومت اس وقت پیش کی گئی جب وہ رحلت پیغمبر اسلامؐ کے بعد مدینہ آیا اور ابو بکر بن ابی قحافہ کو منبر رسولؐ پر دیکھا تو وہ حضرت امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو اور عرض کرنے لگا خلافت آپ کا حق ہے میں آپ کی مدد کے لئے حاضر ہوں اگر آپ کہیں تو مدینہ کو پیدل اور سوار فوج سے بھر دوں حضرت امیرؑ نے ارشاد فرمایا تو ہمیشہ دشمن اسلام رہا ہے میرے پاس سے چلا جا۔

اس کی اطلاع ابو بکر و عمر کو ہوئی انھوں نے ابو سفیان کو بلایا اور کہا کہ ہم تیرے بیٹے یزید کو شام کا صوبہ دار بناتے ہیں ابو سفیان یہ سن کر خوش ہو گیا مخالفت کا سارا جوش اس عظیم رشوت کے سیلاب میں بہہ گیا۔ یزید

کے ساتھ معاویہ کو بھی اس مہم پر بھیجا گیا کچھ دنوں حکومت کرنے کے بعد ۱۸ھ میں یزید مر گیا تو ابو سفیان روتا ہوا عمر بن خطاب کے پاس آیا انھوں نے معاویہ کو شام کا حاکم بنا دیا یہ بھی عجیب غریب بات ہے کہ ۱۷ھ سے ۳۵ھ تک تمام ممالک اسلامیہ کے والیوں میں رد و بدل ہوتی رہی مگر معاویہ کے فسق و فجور کو تا ہیوں اور طرح طرح کی شکایتوں کے بعد بھی شام کی حکومت میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ بلکہ تقریباً ۲۵ برس ولایت شام پر ایک ہی خاندان حکومت کرتا رہا۔

تاریخ کا طالب علم اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ بنیاد خلافت سقیفہ تو دشمنی علی بن ابی طالب پر رکھی ہی گئی تھی لیکن ولایت شام کی اینٹ پر اینٹ جب بھی رکھی گئی دشمنی حضرت علی ہی پر رکھی گئی۔

خود معاویہ طلیق ابن طلیق تھا مولفۃ القلوب میں داخل تھا۔ جنگ بدر میں حضرت کے ہاتھوں سے جو گھرے گھرے گھاوا اس کے دل پر لگے تھے وہ اب تک رس رہے تھے۔ اس کا حقیقی بھائی نانا ماموں اور نانا کا بھائی اس جنگ میں قتل ہوئے تھے یہ زخم ناصور ہو چکے تھے۔ نیز ماں باپ دادا پر دادا سے دشمنی بنو ہاشم میراث میں پائی تھی۔

اس لئے اس نے حیات حضرت امیر ہی سے شیعوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا جیسا کہ ہم جلد اول میں بعض واقعات لکھ چکے ہیں جیسے قتل محمد بن ابی بکر و مالک اشتر و محمد بن ابی حذیفہ معاویہ نے اپنے حسب ذیل انہروں کو حدود مملکت حضرت امیر میں جا کر لوٹ مار قتل و غارت کے

لئے روانہ کیا۔

۱۔ بسر بن ارطاة جس نے تیس ہزار مجبان علیٰ کو شہید کیا اور عبید اللہ بن عباس کے دو کمن چوں کو ماں کی گود میں ذبح کر دیا جیسا کہ ہم جلد اول میں ذکر کر چکے ہیں۔

۲۔ سفیان بن عوف کو چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا تاکہ مقام ہیت انبار اور مدائن جا کر لوٹ مار اور غارت گری کرے چنانچہ اس نے ہیت میں داروغہ اسلمہ خانہ اشرس بن حسان کو ان کے تیس ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا انبار کا خزانہ لوٹ لیا اور اہل انبار کا کل مال چھین کر معاویہ کے پاس لے گیا۔

۳۔ عبد اللہ بن سعدہ فرازی کو ایک ہزار سات سو کی فوج کے ساتھ تیماء کی طرف روانہ کیا اور اسے لوٹ مار و قتل غارت کا حکم دیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ مکہ و مدینہ و حجاز میں بھی یہی کام کرے مگر حضرت امیرؓ کو اس کی خبر معلوم ہوئی اور مسیب بن نجبه فرازی کے ذریعہ سے اس کی روک تھام کی۔

۴۔ ضحاک بن قیس کو تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ اسقل واقصہ کی طرف روانہ کیا اور ہدایت کی کہ حضرت امیرؓ کا جو مطیع ملے اس کو لوٹ لے چنانچہ اس نے یہی کیا اور اسے جو عرب بھی ملتا تھا اسے قتل کر دیتا تھا۔ وہاں سے ثعلبہ آیا اور تمام لوگوں کو لوٹ لیا۔ یہاں سے قطعاً پانچا۔

۵۔ نعمان بن بشیر کو دو ہزار کی فوج کے ساتھ عین التمر لوٹ مار کے

لئے بھیجا۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ کو حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں سے کس قدر دشمنی و بغض و عناد تھا اسی سبب وہ حضرتؑ کے حدود مملکت میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لئے بار بار لشکر روانہ کرتا رہتا تھا۔

جو حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کا ایسا دشمن جانی ہو کیا تم اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ مطلق العنان حاکم ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔

صفحات تاریخ شاہد ہیں کہ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں شیعوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالنے کے لئے حسب ذیل عنوان اختیار کئے تھے۔

۱۔ تمام حدود مملکت میں جس کا ایک سر مغرب میں اسپین اور روم تک پھیلا ہوا تھا اور دوسرا ہندوستان میں سندھ و پنجاب تک پہنچ چکا تھا صرف شیعوں کو ختم کرنے کے لئے بہتر ہزار منبروں پر حضرت امیرؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ و جناب سیدہؑ پر سب و شتم کراتا تھا۔

۲۔ صرف حضرت کے شیعوں کو مٹانے کے لئے سابق خلفاء و قریش کے فضائل میں جھوٹی حدیثیں گڑھوانا شروع کر دیں۔

۳۔ شیعوں کے گھر کھدوانا شروع کر دئے۔

۴۔ بیت المال سے ان کے عطایا ایک قلم بند کر دئے۔

- ۵۔ شیعوں کو آوارہ وطن کرنے لگا۔
 - ۶۔ شیعوں کی شہادت قبول کرنے کی ممانعت کر دی۔
 - ۷۔ اس نے اور اس کے عمال نے شیعوں پر سختیاں کرنا شروع کر دیں۔
 - ۸۔ شیعوں کا خون پانی کی طرح بھانے لگا۔
 - ۹۔ کسن بچوں کو دشمنی حضرت امیر علیہ السلام کے لئے تربیت دینے لگا۔
 - ۱۰۔ حضرت کے فضائل و محامد کی روایتوں کے نقل و بیان کی سارے مملکت اسلامیہ میں ممانعت کر دی اور اسی طرح کی حدیثیں دوسروں کے لئے گڑھوانے لگا۔
 - ۱۱۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ملحدین و مشرکین کی جن آیات میں مذمت کی ہے رقم کثیر دے کر انھیں حضرت امیر کے لئے زر خرید محدثین سے نقل کرانے لگا۔
 - ۱۲۔ آپ کے فضائل کی آیات کو دوسروں کے لئے نقل کرانے لگا۔
 - ۱۳۔ حضرت امیر المؤمنین کے کارناموں پر پردے ڈالنا شروع کر دیا۔
 - ۱۴۔ لوگوں کو یہ یقین دلانا شروع کیا کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قرابت دار صرف ہم ہی ہیں۔
- اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ سب تدابیر صرف اس لئے تھیں کہ زیر چرخ نیلی و بالائے فرش خاکی شیعوں کا وجود ہی باقی نہ

رہے۔

یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس کے ان حرکات ناشائستہ کا کوئی اثر حضرتؑ کی ذات پر نہیں پڑ سکتا تھا اس لئے کہ آپ انتقال کر چکے تھے۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے ان تمام تیروں کا نشانہ سوائے شیعوں کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

بات یہ ہے کہ محبت اہل بیتؑ کی جو چنگاری شیعوں کے دلوں میں چمک رہی تھی اس کے بجھانے کی یہی تدبیریں ہو سکتی تھیں۔

ظاہر ہے کہ جب کسی پر سب و شتم کیا جائے گا ذکر مٹایا جائے گا۔ فضائل و محامد پر پھرے بٹھائے جائیں گے اغیار و مخالفین کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے گا۔ سختیاں کی جائیں گی عطیہ بیت المال بند کر کے فقر و فاقہ کے گہرے غار میں ڈال دیا جائے گا تو دنیا میں کاہے کو کوئی نام لیوا باقی رہے گا۔

حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے معاویہ کا عزم

ایسا نہیں کہ معاویہ اس کا علی الاعلان اظہار نہ کرتا ہو اور اراق تاریخ گواہ ہیں کہ اگر کوئی اسے اس پر ٹوک دیتا تھا تو وہ چپیں جھپیں ہو جاتا تھا چنانچہ امامیہ کی رد میں جا حظ نے جو کتاب لکھی ہے اس میں تحریر ہے کہ

ان قوما من بنی امیہ قالوا لمعاویہ یا امیر المؤمنین انک

قد بلغت ما املت فلو کففت عن هذا الرجل (علی بن ابی

(طالب) فقال لا والله حتى ير بوا عليه الصغير و يهرم عليه
الكبير و لا يذكر له ذاکر فضلا. (شرح نهج البلاغہ، النصائح
الکافیہ ص ۷۰، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۴)

بنو امیہ کے ایک گروہ نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین
آپ (سلطنت کی) جو آرزو رکھتے تھے وہ پوری ہو گئی اب کاش آپ اس
شخص (حضرت علی) کی برائی سے باز رہتے تو اچھا تھا معاویہ نے کہا خدا کی
قسم یہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک بچے اسی پر بوڑھے نہ ہو جائیں اور
بوڑھے پھونس نہ ہو جائیں اور کوئی شخص علی کے کسی فضیلت کا تذکرہ
کرنے والا باقی نہ رہے۔

حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے

امت کا جاہل رکھنا

معاویہ اپنی دیرینہ دشمنی کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ امت
اسلامیہ کے لوگ اتنے جاہل رہیں کہ سورہ حمد کی تلاوت بھی نہ کر سکیں تا
کہ ان کو حضرت علیؑ کی عظمت اور اسلام کی حقیقت ہی معلوم نہ ہو اس
لئے کہ جب وہ ایسی جمالت کی زندگی بسر کریں گے تو انھیں خبر ہی نہ ہو
گی کہ دین اسلام کی حقیقت کیا ہے اور اس کی اشاعت میں کس نے
کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور جب دین اور اس کے مخلص رہبروں کی
انھیں معرفت نہیں ہوگی تو وہ انھیں سب و شتم بھی کر سکتے ہیں ان کے

مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں بھی آسکتے ہیں۔

ابو بکر بن ابی قحافہ نے ﷺ میں جب یزید بن ابی سفیان اور معاویہ کو شام روانہ کیا تھا اس وقت سے وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتا تھا۔ حصول سلطنت کے بعد بالآخر ایک دن اپنے دست راست اور وزیر پر تزویر سے یہ ظاہر بھی کر دیا۔

محاضرات راغب اصفہانی میں مرقوم ہے کہ

قال معاویہ لعمر و واللہ لا ضربن علیا بخمسین الفاً لا

یقرؤن بفاتحة الكتاب. (تاریخ معاویہ ص ۶۶)

معاویہ نے عمرو سے کہا خدا کی قسم میں حضرت علیؑ کے مقابلہ میں ایسے پچاس ہزار افراد کو لا کر کھڑا کر دوں گا جو سورہ حمد بھی نہ پڑھتے ہوں گے۔

معاویہ ذکر رسول اسلام مٹانا چاہتا تھا

حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے لوگوں کو جاہل رکھنا یا حضرت پر سب و شتم کر کے حضرت کے فضائل و محامد پر پردہ ڈالنا یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں اصل میں تو وہ نام و نشان و ذکر پیغمبر اسلام مٹانا چاہتا تھا مگر حضرت کا ذکر اس وقت تک مٹ نہیں سکتا جب تک حضرت علیؑ کا ذکر نہ مٹ جائے اور حضرت علیؑ کا ذکر اس وقت فنا نہیں ہو سکتا تھا جب تک ان کے شیعوں کو نہ مٹا دیا جائے۔

دنیا نے جس نظر سے پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے تعلیمات کو دیکھا تھا اور اس سے جو فوائد حاصل کئے تھے اور آپ کی ذات بابرکات سے اہل عالم کو جو عقیدت و ارادت تھی اس کے دیکھتے ہوئے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص آپ کی مخالفت کر کے آپ کا نام و نشان و ذکر کو مٹا کر آپ کی تعلیمات کو نیست و نابود کر کے عام افراد بشر کا حسن ظن حاصل کر سکے اور ان پر حکومت و سلطنت بھی کر سکے۔

چالاک کفار و منافقین نے یہی تو دیکھا تھا جس کے سبب سے انہوں نے اپنے چہروں پر اسلام کی نقاب ڈال لی تھی زبان سے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے مگر دل میں کفر و شرک کو چھپائے ہوئے تھے۔ جب اس کے اظہار کا موقع ملتا تھا اسے ظاہر کر دیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ فوج در فوج لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ اسلام و بانی اسلام کے خلاف ایک کلمہ بھی زبان پر لاسکے۔

ابو سفیان اور اس کی ذریت مشرکین مکہ اور ان کی اولاد مقابلہ سرور عالم میں پیہم شکستوں اور فتح مکہ کے بعد اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ اب رسول اسلامؐ اور اسلام کے خلاف لب کشائی نہیں کی جاسکتی۔ اب مقاصد کفر و شرک کے تحفظ کی واحد صورت یہی ہے کہ کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ اور دل میں کفر و شرک کو چھپائے رکھو۔ جب اس کے اظہار کا موقع ملے ظاہر کر دیا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جس قدر ممکن ہو اہل اسلام کو حقیقی اسلام و اسلامی تعلیمات سے دور رکھنے کی

کوشش کی جائے۔ چنانچہ معاویہ و ابو سفیان اور دیگر مشرکین مکہ نے فتح مکہ کے بعد یہی کیا اسی سبب سے حضرت نے ان کا نااطلیق (آزاد کردہ) رکھا۔

مکہ کی یہ جماعت ظاہری اسلام اختیار کرنے کے بعد منافقین مدینہ سے کھل مل گئی۔

یہ منافقین اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر بانی اسلام کی مخالفت میں ایک کلمہ بھی زبان پر لائیں گے تو سروتن میں جدائی ہو جائے گی۔ اس لیے انھوں نے رحلت پیغمبر اسلام کے بعد اس کو مٹانا چاہا جس کے خدمات سب سے زیادہ تھے اور جو شریعت محمدیہ اور اس کے جملہ تعلیمات وار شادات کا حامل تھا قرآن مجید اور اس کے جملہ علوم و فنون سے باخبر تھا۔ مذہب اسلام کا درد جس کے رگ رگ میں موجود تھا اور باب علوم رسالت تھا۔ نیز اس کے محبوں ماننے والوں کو فنا کرنا شروع کر دیا تاکہ حقیقی اسلام کے ماننے والے دنیا میں باقی نہ رہیں اور جب وہ نہ رہیں گے تو علی کے فضائل مٹ جائیں گے اور جب علی کے فضائل اور شیعہ مٹ جائیں گے تو اسلام حقیقی بھی فنا ہو جائے گا اور جب اسلام مٹے گا تو تذکرہ و نام و نشان رسول بھی ختم ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ اس گروہ کا اصل مقصد رسول اسلام اور ان کے دین کا مٹانا تھا۔

ہمارے اس قول کی تائید امام مالک کے اس قول سے ہوتی ہے

جسے علامہ ابن تیمیہ نے الصارم الرسول صفحہ ۵۰۵ پر ذکر کیا ہے وہ اصحاب

پیغمبر اسلام صلی اللہ والہ وسلم کو برا بھلا کہنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اصل میں وہ نبی کی برائی اور قدح کرنا چاہتے ہیں لیکن انھوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی برائی کرنا ممکن نہیں ہے تو حضرت کے اصحاب کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ جب اصحاب ایسے برے تھے تو آپ بھی ایسے ہی ہوں گے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت علی جو تمام صحابہ سے افضل و بہتر تھے جن کی مدح و ثنا میں صدہا آیات قرآنی نازل ہوئے ہزاروں احادیث پیغمبر اسلام میں جن کی تعریف و توصیف موجود ہے۔ جن کو نبی کریم سے وہ منزلت حاصل تھی جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی جن کو حضرت نے اپنا وصی خلیفہ وزیر بنایا تھا جنھوں نے اسلام و بانی اسلام کے بچانے کے لئے عرب و قریش کے بڑے بڑے بہادروں کا نام و نشان باقی نہیں رکھا جب (معاذ اللہ) وہ لائق سب و شتم ہوں گے تو خاک بدہن خود رسول اسلام کیسے ہوں گے۔

دشمنان حضرت علیؑ کو اپنے اس مقصد میں اس سے اور زیادہ کامیابی ہوئی کہ جنگ بدر واحد و خندق و خیبر اور دیگر لڑائیوں میں آپ نے قریش و دیگر قبائل عرب کو جس طرح تباہ کر دیا تھا ان کے اعزاء و اقرباء و اولاد ان کے ہمنوا بن گئے اور معاویہ کے گرد دشمنان حضرت علیؑ جمع ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ جب حضرت علیؑ اور ان کے محبت و شیعہ نہ رہ جائیں گے تو حقیقی اسلام بھی مٹ جائے گا اور جب اسلام حقیقی مٹے گا تو نام و نشان و ذکر رسولؐ بھی مٹ جائے گا دل کے پردوں میں جو چیز چھپی ہوتی ہے کبھی نہ کبھی زبان پر آہی جاتی ہے چنانچہ معاویہ کے دل کا یہ راز بالآخر اس کے زبان پر آہی گیا اور اس راز کا پردہ اس کے عامل اور حضرت علیؑ کے پکے دشمن مغیرہ بن شعبہ نے چاک کیا چنانچہ زبیر بن بکار نے موفقیات میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے پاس آیا میرا باپ معاویہ کے پاس جا کر باتیں کیا کرتا تھا پھر جب پلٹ کر آتا تھا تو معاویہ اور اس کے عقل کا تذکرہ کیا کرتا تھا اور اس سے جو باتیں دیکھتا تھا اس سے تعجب کرتا تھا لیکن ایک دن جو آیا تو شب کا کھانا نہیں کھایا اس نے اسے بہت رنجیدہ دیکھا ایک گھنٹہ تک تو میں انتظار کرتا رہا اور یہ گمان کیا کہ ہم لوگوں کے لئے کوئی بات پیش آئی ہے (آخر مجھ سے نہ رہا گیا) اور کہا کہ کیا بات ہے آج میں آپ کو رنجیدہ دیکھ رہا ہوں تو اس نے کہا کہ اے بیٹا میں بہت بڑے کافر اور بہت بڑے خبیث آدمی کے پاس سے آ رہا ہوں میں نے کہا کیا بات ہے تو انھوں نے کہا کہ آج میں معاویہ سے تنہائی میں باتیں کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ امیر المؤمنین اب آپ کا سن زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اب اگر آپ لوگوں سے عدالت کا برتاؤ کرتے اور کثرت سے کار خیر کرتے تو مناسب تھا اور اپنے ہاشمی بھائیوں پر نظر کرتے اور ان سے صلہ رحم کرتے تو مناسب تھا اس لئے کہ اب ان کے پاس کوئی

ایسی چیز نہیں رہ گئی ہے جس سے آپ کوئی خوف کریں اس سے آپ کا ذکر بھی باقی رہے گا اور ثواب بھی ملے گا تو معاویہ نے کہا کہ افسوس میں کس ذکر کے بقا کی امید کروں اس لئے کہ قبیلہ تیم والے آدمی (ابو بکر بن ابی قحافہ) نے سلطنت کی عدل و انصاف کیا اور جو جو کام کرنا تھے کیے لیکن جب وہ مر گئے تو ان کا ذکر بھی مر گیا بس اب کہنے والا کہتا ہے ابو بکر (اسی طرح) ان کے بعد قبیلہ عدی کی فرد (عمر بن خطاب) بادشاہ ہوئے اور ترقی مملکت میں بڑی کوشش کی دس برس تک حکومت کرتے رہے لیکن جب وہ مر گئے تو ان کا ذکر بھی مردہ ہو گیا بس کہنے والا اتنا کہتا ہے عمر، لیکن ابن ابی کبشہ (جناب محمد مصطفیٰ) کا نام ہر روز پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے اشھد ان محمد رسول اللہ اس کے بعد کون ذکر باقی رہے گا اور کونسا نام ہمیشہ رہے گا۔ تیر لبا پ نہ رہے خدا کی قسم یہ اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک ذکر رسول کریم اچھی طرح دفن نہ ہو جائے۔ النصاب الکافیہ ۹۳۔ اس کی تائید عروہ بن مغیرہ ابن شعبہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے علامہ محمد بن محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۵ھ نے کتاب مثالب النواصب ۱۔ ورق ۵۷۲ پر تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

عروہ بن مغیرہ بن شعبہ عن ابیہ انہ وعظ معاویہ فی بنی

مثالب النواصب ہمارے فریقے کے مشہور و معروف عالم علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ آپ کے مصنفات اہل علم میں بڑی قدر کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں آپ ہی کتاب مناقب آل ابی طالب کے مصنف ہیں ۵۸۵ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی۔ مثالب النواصب کا ایک نادر الوجود نسخہ کتب خانہ بامصریہ لکھنؤ میں موجود ہے اور دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا جو نہیں ہے۔

ہاشم فقال یرفقنی کنا و ہم ہکذا فی الجاہلیة و فرق بین اصبیة المناکب مع المناکب و الراكب مع الراكب فلم یا ثموا ان قالوا امنا من ثم جاھداونا حتی غلبونا و استولوا علی الامر ثم لم یرضوا حتی انه ینادی کل یوم خمس مرات علی هذا المنابر حیا و میتا و فی روایة ان محمدا لم یدع من المجد شیئا الا حازه لاهله فما بقى لاحد شیئا لا و الله الا دفنا و خمودا و همودا و اطفاء و اخفاء رواه ابو الحسن الجرجانی فی صفوة التاریخ عن ابن ذاب فی کتابه و المدائنی فی المثالب .

عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے ایک دن معاویہ کو بنو ہاشم کے بارے میں نصیحت کی تو معاویہ نے جواب میں کہا کہ اے مغیرہ ذرا میرے ساتھ نرمی کا ہر تاؤ کر اپنی دونوں انگلیوں کو جدا کر کے اس نے کہا کہ ہم اور بنو ہاشم اس طرح زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے سے جدا تھے نہ شانے شانے کے ساتھ تھے اور نہ سوار سوار کے ساتھ چلتے تھے پھر انھوں نے بغیر گناہ کا خیال کئے ہوئے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کے بعد انھوں نے ہم سے جہاد کیا اور ہم پر غالب آگئے اور حکومت پر قبضہ کر لیا۔ پھر بنو ہاشم اسی پر راضی نہیں ہوئے بلکہ روزانہ پانچ مرتبہ ان منبروں پر مردوں اور زندوں کو ندا دی جاتی ہے دوسری روایت میں ہے کہ بنو ہاشم نے ہر قسم کے مجد کو اپنے اہل کے لئے حاصل کر لیا اور کوئی بزرگی انھوں نے کسی کے لئے چھوڑا ہی نہیں خدا کی

شتم اب تو سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ بنو ہاشم کے مجد کو اچھی طرح دفن کر دیا جائے مجھا دیا جائے پلٹ دیا جائے گل کر دیا جائے چھپا دیا جائے۔ اس کو ابو الحسن جرجانی نے صفو التاریخ میں ابو ذاب سے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے اور مدائنی نے مثالب میں لکھا ہے۔

معاویہ کے یہ دلی جذبات ہیں جسے اس نے مغیرہ ابن شعبہ کو اپنا ہمینو اور بنو ہاشم کا مخالف سمجھ کر ظاہر کر دیا لیکن یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ اسلام کے سچے تعلیمات اور حقانیت نے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا اثر جمایا تھا کہ وہ یہ ہمت تو نہ کر سکا کہ براہ راست نام نامی پیغمبر اسلام کو مٹا سکے لیکن اس نے حضرت کو مٹانے کے لئے نام و نشان حضرت امیرؓ کو مٹانے کے لئے اپنی سلطنت کا پورا پورا زور صرف کر دیا۔

ناظرین سرسری نظر سے ان دونوں روایات کو پڑھیں تو اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مغیرہ چاہتا تھا کہ حضرت علیؓ پر جو سب و شتم ہو رہا ہے اس کا سلسلہ بند کر دیا جائے لیکن معاویہ نے اس کے جواب میں پوری قوت و شدت سے ذکر رسول اکرمؐ مٹانے کے لئے کہا لیکن عملی حیثیت سے وہ اپنی پوری قوت سے حضرت علیؓ اور ان کے شیعوں کو مٹاتا رہا اس لئے کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ علیؓ اور ان کے محبوں کے مٹنے ہی سے ذکر رسولؐ مٹے گا۔

یہ گفتگو دلیل واضح ہے کہ اس نے حضرت علیؓ اور ان کے شیعوں کے مٹانے کو رسول اکرمؐ کا نام و نشان مٹانے کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ اس لئے

پوری سلطنت کی قوت و طاقت اس کے مٹانے کے لئے لگا دی تھی۔

ایسا نہیں ہے کہ وہ اہانت رسول کریمؐ نہیں کرتا تھا یا شریعت اس کے دست و برد سے محفوظ رہی ہے بلکہ جب اسے اس کا موقع مل جاتا تھا تو وہ یہ بھی کر گذرتا تھا۔

ہم اس کے ثبوت میں علامہ جلیل محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن عمر بن سحی علوی حسینی کے افادات کو النصائح الکافیہ سے پیش کرتے ہیں موصوف نے اس مسئلہ کو کتاب مذکور کے ص ۹۰ سے ص ۹۷ تک تحریر فرمایا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ

وبالحمله فیدع معاویہ و محدثاته و مخالفاته کثیرة لا
سبیل الی استقصائها و قد ذکر اهل السیرة و التاريخ منها شیئا
کثیرا. (النصائح الکافیہ ص ۹۷)

خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ کی بدعتیں اور نئی نئی باتیں اور شریعت کی مخالفتیں بہت ہیں کوئی راستہ ان سب کے تمام و کمال نقل کا نہیں ہے ان باتوں کو اہل سیرت و تاریخ نے کثرت سے نقل کیا ہے۔
علامہ ابن عقیل تحریر فرماتے ہیں کہ

معاویہ کو جو عظیم ترین چیزیں ہلاک کریں گی اس میں یہ بھی ہے
وہ نبی کریمؐ کی منزلت کو گھٹاتا تھا اور آپ کے احکام کو سبک کرتا تھا و
اہل بیتؑ و انصار کے بارے میں حضرتؐ کی وصیتوں کو حقیر و ذلیل و سبک
کیا کرتا تھا ہم یہاں پر اس کی چند بدعتوں کو نقل کرتے ہیں جو اس پر بھی

میں کوئی حرج نہیں ہے جناب ابو درداء نے کہا مجھے معاویہ سے کون معذور رکھے میں تو حدیث رسولؐ بیان کر رہا ہوں اور وہ اس کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کر رہا ہے۔ اے معاویہ اب تو جس سر زمین پر ریہے گا میں اس پر قیام نہیں کروں گا۔ اس واقعہ کے بعد ابو درداء عمر بن خطاب کے پاس آئے اور اس کا تذکرہ کیا انھوں نے معاویہ کو تحریر کیا کہا اب سونے چاندی کو برابر برابر وزن پر پچا جائے۔

حدیثین نے ایسا ہی ایک واقعہ عبادہ ابن مسعود کا بھی بیان کیا ہے (ہم اختصار کے سبب سے اسے ترک کرتے ہیں صاحب النصاب الکافیہ نے تحریر کیا ہے کہ قرآن بتاتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ واقعے تھے۔)

۳۔ معاویہ نے حدیث رسولؐ کی مخالفت میں اپنی رائے زکوٰۃ فطرہ کے بارے میں پیش کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ شام کا دو مد گیہوں ایک صاع خرمہ کے برابر ہوتا ہے۔ ابو سعید خدری نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ معاویہ کی معین کی ہوئی قیمت ہے میں قبول نہیں کروں گا اس روایت کو صحاح ستہ ۱۰ میں ابو سعید خدری سے نقل کیا گیا ہے۔ (ہم نے یہاں بقدر ضرورت نقل کیا ہے)

۴۔ معاویہ صرف رکن یمانی کا بوسہ (طواف کے وقت) لیتا تھا۔ جس سے ابن عباس نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خلاف سنت ہے۔

۵۔ معاویہ نے لوگوں کو زبردستی متعہ الحج سے روک دیا حالانکہ

روشنی ڈالیں گی کہ وہ احکام خدا و شریعت محمد مصطفیٰ کی بالکل پرواہ نہیں کرتا تھا اگرچہ اس کی پوری زندگی اسی بات کو اجاگر کرتی رہتی تھی اگر (اس کے زمانہ میں) ان باتوں کو ناپسند کرنے والے اشخاص نہ موجود ہوتے تو وہ علی الاعلان مذہب کی مخالفت کرتا اور اسلام سے بالکل آزاد ہو جاتا ہمارے اس قول کی دلیل حسب ذیل واقعات ہیں۔

۱۔ شیخ ابن تیمیہ نے کتاب الصارم المسلول فی کفر شاتم الرسول میں (اپنے اسناد سے) نقل کرتے ہیں کہ عباہہ نقل کرتا ہے کہ معاویہ کے دربار میں ابن الاشراف کے قتل کا تذکرہ کیا گیا تو بنیامین نضری نے کہا کہ ابن الاشراف کا قتل غداری تھا محمد ابن مسلمہ انصاری نے (جو وہاں موجود تھے) کہا کہ اے معاویہ تیرے سامنے جناب رسول خدا کو (خاکم بدھن) غدار کہا جا رہا ہے اور تو اسے رد نہیں کرتا ہے خدا کی قسم اب میں اس چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گا جس کے نیچے تو بیٹھا ہوگا۔ اب مجھے جب بھی موقع مل جائے گا بنیامین کو قتل کر دوں گا۔

۲۔ مالک نے ۲۰۰ موطائین (چند واسطوں سے) عطاء بن بسار سے نقل کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سونے یا چاندی کے کچھ پیالے ان کے وزن سے زیادہ وزن کے سونے یا چاندی سے فروخت کیا یہ دیکھ کر ابو وراء نے کہا کہ جناب رسول خدا اس سے منع کرتے تھے اور (فرماتے تھے کہ) اسے برابر برابر وزن سے بچا جائے۔

معاویہ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اس کو کم و بیش کر کے بچنے

متعۃ الحج کا مجالنا حضرت رسولؐ اور بڑے بڑے صحابہ کا مذہب تھا۔ چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث ابن عباس کو نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ و ابو بکر و عمر و عثمان نے حج تمتع کیا ہے اور اسے سب سے پہلے معاویہ نے منع کیا ہے۔

۶۔ شہادت امام حسن پر مسرت و شادمانی۔

۷۔ ابو داؤد، احمد نسائی اور ابن عساکر نے خالد بن معدان سے نقل کیا

ہے کہ ایک مرتبہ مقدم ابن معدیکرب و عمر بن اسود اور بنو اسد کا ایک شخص مقام فسرین سے معاویہ کے پاس آئے۔ تو معاویہ نے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ حسن بن علی نے انتقال کیا ہے مقدم نے یہ سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون کہا مقدم سے فلاں (راوی نے نام ذکر نہیں کیا) نے کہا کہ تم حسن کی وفات کو مصیبت شمار کرتے ہو۔ مقدم نے کہا میں اس حادثہ کو کیوں نہ مصیبت سمجھوں اس لئے کہ جناب رسول خداؐ (ایک مرتبہ حسن کو گود میں بٹھائے تھے) ارشاد فرمایا کہ یہ مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہیں (یہ سن کر) اسدی نے کہا کہ امام حسنؑ آگ کی چنگاری تھے جسے خدا نے بجھا دیا۔ یہ سن کر مقدم نے معاویہ سے کہا کہ آج جب تک تجھے غضبناک نہ کروں گا یہاں سے نہ ہٹوں گا اور ایسی بات کہوں گا جسے تو ناپسند کرتا ہے۔

مقدم نے اس کے بعد کہا اے معاویہ اگر میں سچ بات کہوں تو تو میری تصدیق کرنا اور اگر جھوٹ کہوں تو مجھے جھٹلا دینا معاویہ نے وعدہ

کیا۔ مقدم۔ میں تجھے قسم دے کر پونچھتا ہوں کیا تو نے رسول خدا کو ریشم پہننے کی ممانعت کرتے ہوئے سنا ہے۔

معاویہ۔ ہاں۔

مقدم۔ میں تجھے قسم دے کر پونچھتا ہوں کیا تو نے رسول خدا کو درندوں کی جلد کو پہنے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت کرتے سنا ہے۔

معاویہ۔ ہاں سنا ہے۔

مقدم۔ اے معاویہ خدا کی قسم میں نے سب تیرے گھر میں دیکھا ہے۔

معاویہ۔ اے مقدم میں جانتا ہوں کہ تم سے نجات نہ پاؤں گا۔

۷۔ ابن عساکر نے محمد بن کعب قرطی سے نقل کیا ہے کہ عبد الرحمن بن اسمعیل انصاری نے زمانہ عثمان میں جب معاویہ شام کا حاکم تھا ایک جنگ میں شرکت کی ان کی طرف سے شراب کی کچھ مشکلیں اونٹ پر لدی ہوئی گذریں۔

عبد الرحمن۔ یہ شراب کی مشکلیں کس کے لئے لے جانی جا رہی ہیں۔
کسی نے کہا۔ معاویہ کے لئے۔

عبد الرحمن یہ سن کر اٹھے اور ان مشکلوں کو اپنے نیزہ سے چھید دیا اور سب شراب یہہ گئی۔

معاویہ کے غلام ان سے لڑنے لگے اس کی اطلاع معاویہ کو ہوئی۔

معاویہ نے کہا کہ چھوڑو بھی یہ بڑھا ہے اس کی عقل جاتی رہی ہے۔

جناب عبد الرحمن نے کہا خدا کی قسم معاویہ جھوٹ کہتا ہے میری

عقل نہیں جاتی رہی بلکہ جناب رسول خدا نے ہم کو منع کیا ہے کہ اپنے پانی کے برتنوں اور پیٹ میں حرام چیز داخل کریں۔

عبدالرحمن نے اس کے بعد اللہ کی قسم کھائی کہ اگر میں باقی رہا اور معاویہ میں وہ بات دیکھی (شراب پیتے دیکھا) جس کی ممانعت پیغمبر اسلام نے کی ہے تو اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گا اور اسی کے سامنے مر جاؤں گا۔

۸۔ معاویہ کے استخفاف رسول کا عظیم ترین واقعہ وہ ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے کہ معاویہ کھانا کھا رہا تھا رسول نے ایک دفعہ بلایا دوسری دفعہ بلایا اس نے جواب نہیں دیا تو حضرت نے اس پر یہ بددعا کی لا اشبع اللہ بطنہ خدا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرے۔

۹۔ مطرف ابن مغیرہ ابن شعبہ کا واقعہ یہ وہ واقعہ ہے (جسے ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں جس میں اس نے کہا کہ میں اس وقت تک بنو ہاشم کی برائی کرتا ہوں گا جب تک ذکر رسول دفن نہ ہو جائے)

۱۰۔ عظمت رسول کم کرنے پر وہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے جسے ابو جعفر طبری نے اپنے اسناد سے فلج سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ عمرو ابن عاص اپنے ساتھ اہل مصر کو لے کر معاویہ کے پاس آیا عمرو نے اہل مصر سے کہا کہ جب تم لوگ ہند کے فرزند کے سامنے پہنچنا تو اسے خلیفہ کہہ کے سلام نہ کرنا یہ تمہاری عظمت کو اس کی نظروں میں بڑھا دے گا جہاں تک ہو سکے تم لوگ اس کو جھوٹا کر کے دکھانا جب یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے دربانوں سے کہا مجھے یہ نظر آتا ہے

کہ نابغہ کے بیٹے نے مجھے لوگوں کی نظروں میں حقیر کر رکھا ہے اس لئے یہ خیال رکھنا کہ جب یہ لوگ میرے سامنے آئیں تو تم سے جس قدر سختی ممکن ہو کرنا یہاں تک وہ لوگ یہ خیال کریں کہ اب ان کا چننا دشوار ہے۔ چنانچہ جب پہلا شخص معاویہ کے پاس آیا تو دربانوں سے جتنی سختی ممکن تھی اس پر کی اس کا نام ابن خیاط تھا (یہ شخص دربانوں کی سختی سے پریشان ہو کر) جب معاویہ کے سامنے آیا تو کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ اور باقی لوگ بھی اسی طرح لائے گئے اور اسی طرح یا رسول اللہ کہہ کر سلام کرتے رہے۔ جب یہ لوگ معاویہ کے پاس سے واپس ہوئے تو عمر و نے کہا کہ میں نے تم کو روک دیا تھا کہ معاویہ پر خلیفہ کہہ کر سلام نہ کرنا (تم نے اس کے برخلاف) یا رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔ (یہ نقل کرنے کے بعد صاحب نصاب کا فیہ کہتے ہیں کہ) ذرا دیکھو تو معاویہ نے ان لوگوں کے یا رسول اللہ کہہ کر سلام کرنے کو ناپسند نہیں کیا اور سب کو اس بدترین بات پر باقی رکھا صرف اس خواہش کے سبب سے کہ ان کی نظروں میں اس کا رعب و دبدبہ و عظمت باقی رہے خواہ پیغمبر اسلام کی توہین ہو جائے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ معاویہ دین دار تھا نہ عمر و جیسا کہ حضرت علیؑ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں غدار ہیں اور جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے خبر دی ہے طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے

شد ابن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ معاویہ اور عمرو کو ایک جگہ دیکھنا تو متفرق کر دینا اس لئے کہ یہ دونوں ایک جگہ پر صرف غداری ہی کے لئے جمع ہوں گے۔

امام احمد نے اپنے مسند میں اور ابو یعلیٰ نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہم نبیؐ کے ساتھ تھے حضرت نے گانے کی آواز سنی تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے چنانچہ میں اوپر چڑھا تو دیکھا کہ معاویہ اور عمرو گارہے ہیں میں نے واپس آکر حضرت کو خبر دی تو حضرت نے فرمایا کہ پالنے والے ان دونوں کو اچھی طرح فتنہ میں ڈال دے پالنے والے ان دونوں کو اچھی طرح جنم میں ڈال دے اسی طرح کی ایک روایت کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

۱۱۔ ابن عبد البر نے روایت کی ہے کہ جب معاویہ مدینہ آیا تو اس سے ابو قتادہ انصاری نے ملاقات کی معاویہ نے کہا کہ مجھ سے سب لوگ ملنے آئے صرف انصار نہیں آئے (انصار یوں میں لالچ بھی کم ہے) آخر تم لوگوں کو میرے پاس آنے سے کس چیز نے روک دیا ابو قتادہ نے کہا کہ انصار کے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ معاویہ نے یہ تعریض کرتے ہوئے کہ وہ کرایہ پر اونٹوں کو چلاتے ہیں اس لئے وہ حقیر و ذلیل ہیں کہا کہ آخر آب کش اونٹ کیا ہو گئے۔

ابو قتادہ نے کہا کہ ہم نے تو ان اونٹوں کو جنگ بدر ہی میں ذبح کر

معاویہ۔ ہاں اے ابو قتادہ۔

ابو قتادہ نے کہا کہ رسول اللہ نے ہم سے فرمایا ہے کہ میرے بعد۔۔۔

معاویہ۔ رسول اسلام نے ایسے وقت کے لئے تم کو کیا حکم دیا ہے۔

ابو قتادہ۔ ہم کو صبر کا حکم دیا ہے۔

معاویہ۔ اچھا حضرت سے ملاقات تک صبر کرو۔

اگر عظمت اسلام و پیغمبر اسلام معاویہ کے دل میں ہوتی تو نہ انصار

پر طعن و تشنیع کرتا اور نہ اس طرح کی باتیں کرتا۔

۱۲۔ ابو حاتم سجستانی نے کتاب المعمرین میں ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے امد

بن ابد حضرتی سے کہا کہ کیا تم نے ہاشم کو دیکھا ہے۔

امد بن ابد۔ ہاں دیکھا ہے خدا کی قسم وہ لائے قد اور خوبصورت

چہرے کے مالک تھے کہا جاتا ہے کہ ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان

برکت (کی نشانی) تھی۔

معاویہ۔ تو نے امیہ کو بھی دیکھا ہے۔

امد بن ابد۔ ہاں دیکھا ہے وہ ٹھنکنا اور اندھا آدمی تھا کہا گیا ہے کہ اس

کے چہرے پر برائی اور کمینگی کی علامت تھی۔

معاویہ۔ کیا تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا ہے یہ سن کر امد کو

غصہ آگیا اور دریافت کیا کہ

امد۔ محمد کون۔

معاویہ۔ وہی اللہ کے رسول

۱۰۔ تو نے حضرت مگانام اس عظمت و جلالت سے کیوں نہیں لیا جو عظمت و جلالت خدا نے ان کو عطا کی ہے۔

۱۳۔ معاویہ حالت احرام میں خوشبو لگاتا تھا اور خدا اور رسول کی ممانعت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا جیسا کہ ابن مبارک نے سند قوی سے ایک حدیث طولانی میں نقل کیا ہے کہ معاویہ نے ایک جماعت کے ساتھ عمر بن خطاب کے پاس آیا اور انھیں کے ساتھ حج کرنے کے لیے روانہ ہوا جب مقام ذی طویٰ میں پہنچا تو معاویہ نے ایک خوشبودار حلہ نکالا جس پر عمر نے ان کی سرزنش کی اور کہا کہ تم میں سے ایک شخص حج کے لیے آتا ہے اور بہ اعتبار حرمت عظیم ترین شہر میں پہنچتا ہے، تو اپنے دونوں کپڑے نکالتا ہے جو گویا خوشبو میں رکھے ہوئے تھے اور پھر انھیں پہن بھی لیتا ہے معاویہ نے کہا کہ میں نے یہ لباس اس لئے پہنے ہیں تاکہ اپنے قوم و قبیلہ کے لوگوں کے پاس جاؤں۔ فائق میں ہے کہ عمر مکہ میں تھے کہ انھیں اچھی خوشبو محسوس ہوئی کہنے لگے یہ ہمیں کس کی بونے تکلیف دی معاویہ نے کہا کہ ام حبیبہ کے پاس گیا تھا انھوں نے خوشبو لگادی اور یہ حلہ پہنا دیا عمر نے کہا کہ حاجی غبار آلود میلا کچیلابال پریشان کئے ہوتا ہے۔

عمر نے معاویہ کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی تھی اسے ناپسند کیا تھا اس لئے کہ حالت احرام میں خوشبو لگانا حرام ہے۔

۱۴۔ معاویہ نے بہت سی بدعتیں جاری کی ہیں جن کا وجود اس سے پہلے دین و شریعت میں نہیں تھا۔ معاویہ کے اولیات اور بدعتیں اس کے بعد

قابل مطابعت و سنت بن گئیں۔ (وہ حسب ذیل ہیں)

ا۔ معاویہ ہی نے سب سے پہلے اپنی زندگی میں یزید ایسے بیٹے کو خلیفہ بنایا۔

ب۔ مسجد جامع میں اپنے لئے مقصود (حجرہ) بنایا۔

ج۔ یہی پہلا شخص تھا جس نے مسلمانوں کو بظلم و ستم قتل کیا۔

د۔ معاویہ ہی پہلا شخص ہے جس کے پس پشت حفاظت کے لئے سپاہی کھڑے ہوئے۔

ہ۔ معاویہ ہی سب سے پہلا شریباد شاہ ہے۔

و۔ شریترین افراد میں معاویہ ہی پہلا شخص ہے۔

ز۔ یہی پہلا شخص ہے جس نے خواجہ سراؤں کو اپنی خدمت کے لئے معین کیا۔

ح۔ معاویہ پہلا شخص ہے جس کی سواری کے ساتھ کو تل سواریاں رکھی گئیں۔

ط۔ مستحق حد شرعی سے معاویہ ہی نے سب سے پہلے حد کو ساقط کیا۔

ی۔ شعبی کہتا ہے کہ جب معاویہ کے جسم پر چرنی چڑھ گئی اور پیٹ بہت بڑا ہو گیا تو سب سے پہلے اسی نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔

ک۔ معاویہ ہی نے بقول زہری سب سے پہلے قبل نماز عید خطبہ پڑھا۔

ل۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ سب سے پہلے معاویہ ہی نے نماز عید میں اذان کی ایجاد کی۔

۴۔ معاویہ ہی نے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا مدینہ میں ترک کیا جسے مہاجرین و انصار نے ناپسند کیا اور کہا کہ اے معاویہ تو نے بسم اللہ چرائی۔

۱۵۔ معاویہ کے ناپسندیدہ افعال میں حضرت ابوذر غفاری کی توہین و تذلیل بھی ہے اس نے ان کو گالیاں دیں سختی سے پیش آیا اور ایک سو کھے ساکھے اونٹ پر بغیر کسی کجاوہ و عماری کے پانچ جاہل سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا جو اونٹ کو تیز دوڑاتے ہوئے مدینہ لائے ابوذر جس سے بہت تھک چکے تھے اور ان کے رانوں کے اندر کا گوشت اڑ گیا تھا (جیسا کہ ہم ان کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں) کسی نے کہا ابوذر تم تو مر جاؤ گے ابوذر نے کہا میں جب تک مدینہ سے نکالانہ جاؤں گا نہ مروں گا۔

۱۶۔ معاویہ کے جرم و گناہ میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ خالص ریشم پہنتا تھا سونے چاندی کے برتن استعمال کرتا تھا اور جب کسی نے ممانعت کی حدیث سنائی تو جواب دیتا تھا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی نے ایسے شخص مسلم پر حد جاری کرائی جو مستحق حد نہیں تھا۔ احکام دینی اور رعیت کے بارے میں خود رانی سے احکام جاری کرتا تھا۔

معاویہ ہی نے بنو امیہ کے لئے راستہ صاف کر دیا کہ وہ منبر رسول پر چڑھ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کریں یہاں تک کہ خلافت ایک فاجر کے بعد دوسرے فاجر تک پہنچی جیسے یزید بن عبد الملک صاحب سلامہ

و حبابہ (کنیزوں کے نام ہیں) اور ولید بن یزید ایسے کافرو زندقہ تک پہنچی جس نے قرآن مجید پر تیر بر سائے۔ اور اپنے شعر میں کہا کہ اللہ سے کہہ دو کہ مجھ سے میری شراب روک دے اور اللہ سے کہہ دو کہ میرا کھانا بند کر دے اس کے علاوہ اور بھی اس کے کفر و الحاد کے کلمات صفحات تاریخ پر موجود ہیں۔

۷۔ اسلامی احکام کے مٹانے کی جو پیہم سعی معاویہ کیا کرتا تھا اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اس نے اعمال حج سے تلبیہ کو حذف کر دیا تھا اور حجاج کو تلبیہ سے روک دیا تھا چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہے کہ

عن ابن عباس قال لعن الله فلاناً انه كان ينهى عن التلبیة

فی هذا یوم یعنی یوم عرفہ لان علیا کان یلبی فیہ ابن جریر.

ایضاً فی کنز الاعمال عن سعید بن جبیر قال اتیت ابن

عباس یعرفه فقال لعن الله فلاناً عمداً و الی اعظم ایام الحج

فمحو ازینتہ و انما زینة الحج التلبیة .

ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ خدا افلاں پر لعنت کرے

اس لئے کہ وہ آج کے دن یعنی روز عرفہ تلبیہ سے اس وجہ سے روکتا تھا کہ

اس دن حضرت علی علیہ السلام تلبیہ کہا کرتے تھے اس روایت میں ابن

جریر بھی ہے۔

کنز العمال ہی میں سعید ابن جریر سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ

میں مقام عرفہ میں ابن عباس کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ خدا افلاں پر

لعنت کرے اس لئے کہ اس نے یام حج کے عظیم ترین فریضہ کو بھی نہ چھوڑا اور اس کی زینت کو مٹا دیا۔ حج کی زینت تلبیہ ہے۔

سفن علامہ بیہقی میں مذکور ہے کہ

سعید بن جبیر کہتا ہے کہ ابن عباس عرفہ میں تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ آخر میں آج لبیک کی آواز کیوں نہیں سن رہا ہوں میں نے کہا کہ لوگ معاویہ کے ڈر سے تلبیہ نہیں کہتے ہیں یہ سنتے ہی ابن عباس لبیک اللهم لبیک کہتے ہوئے اپنے خیمہ سے نکلے اور کہنے لگے (میں تلبیہ کہتا ہوں) اگر چہ کسی کی ناک ہی کیوں رگڑ دی جائے۔ پالنے والے ان لوگوں پر لعنت کر جنھوں نے حضرت علیؑ کی دشمنی میں سنت تلبیہ کو ترک کر دیا ہے

روز عرفہ لبیک کہنا ہی نہیں بلکہ اور بہت سے شریعت کے محقق اور ثابت شدہ احکام کو معاویہ نے صرف اس لئے ممنوع کر دیا تھا اور خود بھی اس پر عامل تھا کہ یہ حضرت علیؑ مجالاتے تھے جیسے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ کہنا۔

معاویہ نے بسم اللہ کو بھی اس لئے ترک کیا تھا کہ حضرت علیؑ نماز میں ہر سورہ سے قبل بسم اللہ کہتے تھے جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں۔

ارباب فکر و نظر بتائیں کہ جب دین اسلامی حیات رسولؐ میں آئیہ اکمال کے ذریعہ سے کامل ہو چکا تھا تو کسی کو کیا حق تھا کہ اس میں کمی و پیشی

کرے حقیقت یہ ہے کہ معاویہ شریعت کو تباہ و برباد کرنا چاہتا تھا ظاہر ہے کہ دین و مذہب کا تباہ کرنے والا کبھی مطیع و فرمانبردار سرکار دو جہاں نہیں ہو سکتا نہ فرمانبردار پروردگار عالم ہی ہو سکتا ہے۔

جب ہم ان واقعات کی کڑی سے کڑی ملاتے ہیں تو مثل مہر منیر واضح ہو جاتا ہے کہ دشمنان حضرت علیؑ درحقیقت اسلام کے دشمن تھے رسولؐ کے دشمن تھے خدا کے دشمن تھے۔ انھوں نے رسول اسلامؐ کے مٹانے کے لئے دشمنی علی بن ابی طالب کی نقاب اپنے چہرے پر ڈال لی تھی۔

حکومت ہند جو ایک فرقہ وارانہ حکومت ہے آئیے ہم اس کے سائے میں معاویہ کے ماننے والوں کے تحریر کردہ کتب تاریخ کی امداد سے اس نقاب کو نوج کر پھینک دیں تاکہ دشمنان حضرت علیؑ اپنے اصلی خدو خال میں دنیا کے سامنے آجائیں۔

بات یہ ہے کہ معاویہ جب دین و مذہب کو اس طرح مٹا رہا تھا جس نے خود اس کے اعزاء کو قتل نہیں کیا تھا نہ مٹایا تھا تو تم اب یہ غور کرو کہ وہ اس بزرگوار کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا جو اس کے جواب خط میں یہ تحریر کرے کہ

فانا ابو الحسن قاتل جدك و خالك و اخيك شدخا يوم
بدر و ذلك السيف معي و بذلك القلب القمي عدوى ما استبدلت
دنیا ولا استحدثت بنیاد انی لعلی المنہاج الذی ترکمنون

طائعين و دخلتم فيه مكرهين.

میں ابو الحسن ہوں تیرے ناناماموں اور بھائی کو سر توڑ جنگ بدر میں قتل کرنے والا اب بھی وہی تلوار میرے ساتھ ہے اور اسی دل سے اپنے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں نہ دین بدلا ہے نہ نیا نبی پیدا کیا ہے میں اب بھی اسی راستہ پر ہوں جس کو تم نے خوشی خوشی ترک کر دیا اور بادلِ نخواستہ جس میں داخل ہوئے تھے۔

علاوہ بریں جس نے حیاتِ پیغمبر اسلامؐ میں حضرتؑ کی ایسی نصرت کی ہو کہ معاویہ کے باپ کے چھکے چھوٹ گئے ہوں۔ ڈھونڈھے راستہ نہ ملتا ہو۔ اسلام و بانی اسلام کی نصرت میں جنگ بدر واحد و خندق میں حضرت امیرؑ نے معاویہ اور اس کے افراد پر ایسی ضرب کاری لگائی تھی جس نے اس کے دل میں ایک ناسور پیدا کر دیا تھا اسی لئے اس نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد نام نامی سرکار دو جہاں مٹانے کے لئے نام و نشان حضرت علیؑ اور مجبان علیؑ مٹانے پر پوری سلطنت کی قوت لگادی تھی۔ کچھ ہو جائے دنیا میں نہ علیؑ کا ذکر رہے نہ ان کا نام لیو باقی رہے۔ ظاہر ہے جب ایک ظالم و جاہل کے نام نامی حضرت علیؑ مٹانے کے لئے یہ عزائم ہوں اور اس کے لئے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو تو اپنے عزائم کو کس طرح بروئے کار لاسکتا ہے، ظاہر ہے۔ چنانچہ معاویہ کے حکم سے جملہ ممالک اسلامیہ میں بہتر ہزار سے زائد خبر تھے جن پر حضرت علیؑ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو برا بھلا کہا جاتا تھا۔ آئندہ سطور میں اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ

سلسلہ ۱۹۲۰ھ سے شروع ہو کر ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ تک باقی رہا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ جس عصر میں معاویہ نے یہ نازیبا حرکت شروع کی ہے صحابہ کی ایک بڑی تعداد مدینہ و مکہ و اطراف و جوانب مملکت اسلامیہ میں موجود تھی اور اکثر عمال معاویہ بھی صحابی تھے جو ان احکام کی تعمیل میں ایڑی چوٹی کا زور ختم کر دیتے تھے اور عوام پر جبر و تشدد کے ذریعہ سے معاویہ کے احکام کو لا دیتے تھے اس محل پر صحابی ہونے کی حیثیت سے صحابی نے کیا کردار دکھایا تاہمی نے تابعی ہونے کی حیثیت سے کیا احتجاج کیا تبع تابعی نے کیا کیا سوائے انگلیوں پر گئے ہوئے چند افراد کے اور کوئی نظر نہیں آتا ہے جس نے سب و شتم حضرت امیرؓ کے خلاف سختی سے احتجاج کیا ہو خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی یا تبع تابعی اور جس نے بھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اسے بڑی بے دردی سے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر کے قتل کیا گیا جیسا کہ آئندہ آپ اسے تفصیل سے پڑھیں گے۔ ۱۰

۱۰۔ ۱۹۳ تک صفحات ارض پر صحابہ کا وجود ملتا ہے آخری صحابی جنھوں نے جام موت پیا ہے جناب جابر بن عبد اللہ انصاری یا سل بن سعد انصاری تھے صاحب استیجاب اور اصابہ کے نزدیک سہل آخری صحابی تھے اور تابعین کی تعداد تو حدیث سے زیادہ تھی ظاہر ہے کہ ان کی موجودگی میں بہتر ہزار منبروں پر سب و شتم ہونا اور ان کا ساکت رہنا بتاتا ہے کہ جملہ صحابہ و تابعین یہ ڈرتے تھے کہ اگر ہم معاویہ ایسے صحابی کے فشاء کے خلاف سب و شتم حضرت امیرؓ پر اظہار ناراضگی کریں گے تو ہماری جان ہمارا مال ہماری آئندہ و خطرہ میں پڑ جائے گی اور جو حشر صحابی جلیل حجر بن عدی اور ان کے رفقاء کا ہوا وہی ہمارا بھی ہو گا اس لئے یا تو ساکت رہے یا معاویہ کے حکم کے مطابق حفظ جان و مال و آئندہ کے لئے سب و شتم حضرت امیرؓ کرتے رہے لیکن دل سے اس کے موید نہیں رہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

احکام سب و شتم حضرت امیرؑ کے سلسلہ میں مخلص شیعوں کا رویہ

قبل اس کے کہ ہم شیعوں کو فنا کرنے کے لئے معاویہ کے احکام و عمل پر سب و شتم حضرت امیرؑ کو تحریر کریں اور یہ لکھیں کہ اس پر اس کے عمال نے عمل در آمد کیوں کر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اس محل پر شیعوں نے جو کردار دکھایا ہے اسے پیش کر دیں تاکہ ان پر

لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ.

اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

کا الزام بھی نہ باقی رہے اور یہ بھی واضح و روشن ہو جائے کہ شیعوں نے ایسے سخت حالات۔ جان جو کھم کے محل پر تقیہ کیوں نہیں کیا۔ آسمان تھا کہ وہ ظالموں کی خوشنودی کے لئے عمار یا سر کی طرح زبان سے حضرت کی شان میں ناسزا کلمات جاری کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بھی بچا لیتے اور اموال کو تباہی سے محفوظ کر لیتے۔

لیکن تم اس پر تو غور کرو کہ جب عمار یا سر نے تقیہ کیا تھا اس زمانہ میں اور دور بنو امیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت میں کچھ کمزور

(پچھلے صفحہ کا تقیہ) شیعہ اسی کو تقیہ کہتے ہیں یہ امر بتاتا ہے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے مسلسل ساٹھ برس تک تقیہ کیا ہے اور اگر تقیہ نہ کرتے تو وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دئے جاتے۔

اگر اصحابی کا نجوم حدیث معتبر ہے (حالانکہ معتبر نہیں جملی ہے) تو یہ کیوں نہ فرض کیا جائے کہ

شیعہ ان صحابہ کی متابعت میں تقیہ کرتے ہیں۔ س۔ ح۔ خاں

اور ناتوں اور بے ناصر و مددگار اشخاص پر ایسی سختیاں ہونا شروع ہوئیں تو پیغمبر اسلام نے مکہ چھوڑ دینے کا حکم دے دیا اور جناب جعفر طیار کی سر کر دگی میں مسلمانوں کو حبشہ بھیج دیا جہاں ان کو پناہ مل گئی اور محفوظ ہو گئے۔

لیکن دور بنو امیہ میں ربع مسکون کے اکثر و بیشتر حصہ پر معاویہ کی حکومت تھی اور ہر جگہ اس کے ظالم عمال کے سبب سے یہی خطرات در پیش تھے۔

ایسے پر آشوب و خطرناک دور میں شیعوں کو دنیا میں کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں رہ گئی تھی اور جنگ صفین میں کھل کر محبان حیدر کراڑ معاویہ سے نبرد آزما بھی ہو چکے تھے اس لئے وہ بہر حال ان کے خون کا پیاسا تھا۔

ہمیں تسلیم ہے کہ

کسی محب دوستدار اور فدائی کے لئے بڑا سخت وہ وقت تھا جب وہ موجود ہو اور اس کے سامنے اس کے آقاؑ مولا اور محبوب کو برا بھلا کہا جائے یقیناً جب منبروں پر امیر المؤمنینؑ کو سب و شتم کیا جاتا ہوگا تو شیعہ دل مسوس کر رہ جاتے ہوں گے۔ جب خطیب منبر پر جا کر حضرتؑ کو کلمات ناسزا کہتا ہوگا تو موئین تمللا اٹھتے ہوں گے۔ آنکھوں میں خون اتر آتا ہوگا۔ سر جسم پر بار معلوم ہوتا ہوگا۔ آنکھوں میں دنیا تار یک ہو جاتی ہوگی اور یہ خواہش پیدا ہوتی ہوگی اے کاش ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو خطیب کی زبان گدی سے کھینچ لیتے اس کے بد زبانی کی ابھی سزا دیتے کچھ ہو جاتا مگر

اس بد زبان کی بد زبانی روک دیتے۔

ہاں شیعوں کے قبضہ میں اسلحہ و فوج تو نہیں تھی۔ مال و دولت کا فقدان تھا۔ اعوان و انصار معدوم تھے لیکن سینے میں علیؑ کی محبت سے لبریز دھڑکتا ہوا دل بے پناہ جرأت و ہمت۔ زبان میں گویائی جسم میں طرح طرح کے ظلم و ستم سہنے کی طاقت تو تھی۔ اس لئے وہ اس کے ذریعہ سے اس قہار و جبار سلطنت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قہار سلطنتوں اور جبار سلاطین سے اپنے مالی افلاس اور محبت علیؑ سے لبریز اور مستغنی دل کے ساتھ ٹکری اور مظالم سہہ کر اور مصائب جھیل کر ان کے جاہ و جلال و عظمت و شوکت کے ایسے پڑخچے اڑائے کہ آج بھی ان کا اور ان کے کارناموں کے تذکرے بڑے بڑے فخر سے بیان کئے جاتے ہیں لیکن ان سلاطین اور سلطنتوں کا بھلائی سے نام لینے والا کوئی باقی نہیں ہے۔ موضوع سخن تو ان جانناز سورا افراد کے کارناموں کا بیان ہے مگر ان کے کارناموں پر اسی وقت روشنی پڑے گی جب ہم تاریخ کا سینہ چاک کر کے ان حقائق کو سامنے رکھ دیں جو اس کا موجب ہوئے کہ شیعہ جباروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علیؑ علیؑ کہتے ہوئے تیر و نیزہ و شمشیر و تبر کا نشانہ بنے سولی پر لٹکائے گئے آگ میں جلانے گئے زندہ دفن کر دئے گئے۔ مگر پھر تقیہ کیوں نہیں کیا یقیناً غور طلب بات ہے۔

اصل یہ ہے کہ حضرت امیرؑ کے یہ اصحاب اور شیعہ ایک ایسے پر آشوب دور میں زندگی بسر کر رہے تھے جب دین و مذہب خطرہ میں تھا۔

اہلبیتؑ طاہرین کا نام و نشان مٹایا جا رہا تھا۔ فساق و فجار کی قدر و منزلت کی جا رہی تھی شریعت کے احکام برباد کئے جا رہے تھے اس لئے ان امور کے تحفظ کا بہترین ذریعہ یہ تھا کہ کچھ جاں فروش و جانبازیسے ہوں جو آوارہ وطن ہو جائیں، اعضاء کٹوالیں، دار پر چڑھ جائیں، آگ میں جلادئے جائیں زندہ دفن کردئے جائیں لیکن اہلبیتؑ طاہرین اور حضرت امیرؑ کو بربھلانہ کہیں نہ تقیہ کر کے اپنی جان بچائیں۔

در حقیقت ان کے پیش نظر جناب لقمان کی یہ وصیت تھی جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

یا بنی اقم الصلوٰۃ و امر بالمعروف و انہی عن المنکر و اصبر علی ما عزم الامور (سورۃ لقمان آیت ۱۱) اے فرزند نماز پڑھو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو تکلیف تم کو پہنچے اس پر صبر کرو کیوں کہ یہ بہت بڑے امور میں داخل ہے۔

قرآن کی یہ آیت صریح الفاظ میں بتا رہی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جو اذیت و تکلیف بھی پہنچے اس پر صبر کرنا زبردست امور میں داخل ہے۔

شیعیان و اصحاب امیر المؤمنینؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کی جماعت میں داخل تھے اس لئے کہ حضرت امیرؑ کے بارے میں ہزاروں منبروں پر علی الاعلان یہ کہا جا رہا تھا کہ (معاذ اللہ) یا لے والے علیؑ نے الحاد و بے دینی اختیار کی ہے اور تیرے راستے سے لوگوں

کو روکا ہے اس لئے ان پر۔۔۔۔۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۶)
 معاویہ کے خطبے کے یہ آخری فقرات ہو کرتے تھے اسی طرح
 اس کے تمام عمال حکومت بھی خطبوں میں یہی کلمات کہا کرتے تھے۔

ظاہر ہے اس پر کوئی دیندار صبر نہیں کر سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ
 مخلص اصحاب امیر المؤمنینؑ نے اس کے خلاف آواز احتجاج بلند کی، خطیبوں
 کو ٹوکنا شروع کیا جس کی پاداش میں ان کو بری طرح موت کے گھاٹ اتار
 دیا گیا۔ سولی پر چڑھا دیا گیا آگ سے جلایا گیا۔ زندہ دفن کیا گیا۔ اعضاء
 کاٹے گئے اور وہ صبر کر کے عظیم امر میں مطابق حکم قرآن داخل ہوتے
 رہے۔

دور معاویہ ابن ابی سفیان میں دین کے خلاف تند و تیز ہوائیں چل
 رہی تھیں حق مٹ رہا تھا باطل فروغ پا رہا تھا، فضائل امیر المؤمنینؑ و
 اہلبیتؑ ظاہرین کے نقل و روایت پر تشدد کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے
 جھوٹی حدیثیں تیار کر کے عورتوں اور بچوں کو یاد کرائی جا رہی تھیں، بہتر
 ہزار منبروں سے زیادہ پر تمام مملکت اسلامیہ میں حضرت علیؑ پر تبراء کیا جا
 رہا تھا۔ غیروں کی مدح میں جعلی حدیثیں ڈھل رہی تھیں اس لئے ایسے
 موقع پر کچھ حق پرست و دیندار افراد ترک تقیہ کر کے محبت علیؑ ابن ابی
 طالبؑ کا دم نہ بھرتے ہوتے تو بے دین بادشاہ اور اس کے عمال حکومت کا
 کردار نکھر کر دنیا کے سامنے نہ آسکتا ان کے اسلام دشمن حرکات اور مملکت
 دین و مذہب افعال دین کا جز بن جاتے اور مفاد آیر مودت فوت ہو جاتا۔

امیر المؤمنین کے فضائل و محامد دنیا سے یکسر مٹ جاتے اور یہ تباہی دین و شریعت اور بربادی ذکر سرور کائنات کا موجب ہو جاتا لیکن ان مٹھی بھر شہید ہونے والوں نے جو اپنے عصر میں زہد و تقویٰ و پرہیزگاری میں یکتائے روزگار تھے موت کا چھلکتا جام پی کر، سولی پر حضرت کے فضائل و محامد بیان کر کے قبروں میں زندہ دفن ہو کر ہر کہہ و مہمہ پر عظمت امیر المؤمنین و اہلبیت رسول کو واضح کر گئے ظاہر ہے کہ جس کی دوستی ایمان دشمنی کفر ہو جو حق کے ساتھ ہو اور حق اس کے ساتھ ہو جو رسول خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہو حضرت کا نفس ہو تاجدار انما ہو، تفسیر بل آتی ہو، مصداق آئیہ تطہیر ہو، ممدوح قرآن ہو، محسن اسلام ہو، اہل اسلام کا پشت پناہ ہو، اپنی جاں بازی و جاں فروشی سے اسلام و رسول اسلام کو چلایا ہو جب کوئی اس کا دشمن ہو اس کے ہاتھوں یقیناً دین تباہی کے غار میں پہنچ جائے گا۔

ایک امر اور قابل نظر ہے کہ ان شہداء محبت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو خود امیر المؤمنین نے ان کی شہادت اور کیفیت شہادت کی خبر دے دی تھی آپ ان کے حالات میں پڑھیں گے کہ انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اس کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اگر یہ مورد تقیہ ہوتا تو حضرت ہدایت فرمادیتے کہ تم آئیہ تقیہ پر عمل کر کے جان بچالینا۔ لیکن یہ حکم بتاتا ہے کہ حضرت کو ان کا یہ فعل بہت پسند تھا۔

جناب حجر بن عدی کو اظہار برائت سے روک ہی دیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم قتل کو منظور کر لینا۔ اس سلسلہ میں خود حضرت امیرؓ کا ایک فرمان بھی علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۷۳ میں یحییٰ بن ہانی مرادی سے نقل کیا ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں ہماری قوم میں زیاد ابن فلاں ایک شخص تھے وہ کہتے ہیں کہ میں شیعوں اور حضرتؓ کے اصحاب کی ایک مخصوص جماعت کے ساتھ حضرتؓ کے بیت الشرف میں موجود تھا حضرتؓ نے ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ہم میں سے کسی کو ناپسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ قوم (یعنی بنی امیہ) عنقریب تم پر غالب آجائے گی تم لوگوں کے ہاتھ کاٹے گی آنکھوں میں سلائی بھونکے گی ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے آقا کیا آپ کی حیات میں ایسا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خدا چاہے اس سے کہ میری زندگی میں اس طرح کے واقعات پیش آئیں۔ اس کے بعد پھر حضرت ہماری طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص رو رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا، اے احمقوں کے بیٹے کیا تو دنیا کی لذتوں اور آخرت کے درجوں کو چاہتا ہے آخرت کے درجوں کا وعدہ تو خدا نے صابروں سے کیا ہے۔

حضرتؓ کے اس ارشاد سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جو شخص مصائب برداشت کرے گا۔ وہ درجات آخرت کا مستحق ہوگا۔
حضرتؓ کا قطع اعضاء اور آنکھوں میں سلائی پھرائے جانے کی

خبر دینے کے بعد ایک شخص کے رونے کی صدا سن کر یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ ظلم و ستم شہید ہونے والوں کو ترغیب دلا رہے تھے کہ درجاتِ آخرت کو چاہتے ہو تو ان شدائد اور ان کے مانند مصائب پر صبر کرو حضرتؑ کا یہ ارشاد گرامی سورہ لقمان کی اس آیت کے بالکل مطابق ہے جس کو ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں اس لئے ان اصحاب کے لئے تقیہ کا محل ہی نہیں تھا۔

اصل یہ ہے کہ ثباتِ محبتِ اہل بیتؑ اور بقائے فضل و شرف و عظمتِ عترتِ طاہرہ کے لئے عظیم قربانیوں کی ضرورت تھی اس بار کو شیعوں اور اصحابِ امیر المؤمنینؑ نے اپنے کاندھوں پر اٹھالیا اور نئے نئے قسم کے مظالم سہ کر اطمینان سے موت کا جام پی لیا۔ اور آنے والے دوستوں کے لئے ایک منارہٴ ہدایت روشن کر گئے اور فضل و شرف و عظمتِ اہل بیتؑ کو باقی رکھنے کے لئے ہدفِ مصائب و مظالم بن کر دشمنانِ اہل بیتؑ کے کل حربوں کو کند اور بیکار کر دیا ان کی دردناک شہادت کی شہرت فضائلِ اہل بیتؑ و حضرتِ امیرؑ کی شہرت کا سبب بن گئی اس لئے کہ جو بھی ظالموں کی داستانِ ظلم سنتا ہے وہ یہ ضرور دریافت کرتا ہے آخر ان کے ہاتھ پیر کیوں کاٹے گئے۔ زبان گدی سے کیوں کھینچی گئی، انھیں سولی پر کیوں چڑھایا گیا وغیرہ وغیرہ۔ تو اس سے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اوتراپی ہے ان کے فضل و شرف کا قائل ہے ان کا جائزہ و فدائی ہے دنیا پر اس کا جو اثر ہو گا اربابِ دانش سے لوشدہ نہیں، اے بوی سب سے کہ بعد

رحلت رسول اعظمؐ جس جس نے عترت اطہراؑ کے فضائل و محامد پر پردے ڈالے خواہ وہ بنی امیہ ہوں یا کوئی اور ان بہادروں نے اپنی قربانیوں سے اس کا ایک ایک دھاگانوچ کر پھینک دیا۔

جب تم کو شیعوں کا یہ کردار معلوم ہو گیا تو آؤ اب دیکھو کہ حضرت کے سب و شتم کے لئے کیا کیا تدبیریں کی گئیں اور جانناز شیعوں نے اس کا کس پامردی و جانفروشی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔

معاویہ کا سب و شتم حضرت امیر علیہ السلام میں مبالغہ معاویہ ابن ابی سفیان کے دل میں دشمنی حضرت امیر کی جو آگ لگی تھی اس میں روز بروز شدت ہی ہوتی جاتی تھی اسی سبب سے اس نے اپنی زندگی کا حاصل یہ قرار دے رکھا تھا کہ جس طرح ممکن ہو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا نام و نشان مٹ جائے ان کے شیعہ و محب روئے زمین پر باقی نہ رہیں اسی لئے اس نے اپنی حکومت کے ہر قلم رو میں یہ جاری کر دیا کہ منبروں پر حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا جائے اور خود بھی اس رسم قبیح پر سختی سے عامل رہا۔ اس کے عمال بھی بڑی تندی سے اس کے اس حکم کی تعمیل کرتے رہے۔

دور بنی امیہ میں معاویہ اور صرف معاویہ کے سبب سے کل مملکت اسلامیہ میں یہ رسم قبیح جاری ہو گئی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے قائم مقام اپنے لئے سب و شتم حضرت امیرؑ کو واجب و لازم سمجھتے

تھے چنانچہ ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ معاویہ کے عہد سے یہ رسم قبیح عہد حکومت عمر بن عبدالعزیز تک قائم رہی جب وہ مملکت اسلامیہ کا سربراہ ہوا تو اس نے اس رسم و رواج کو ختم کر دیا۔

معاویہ کا اس رسم قبیح کا جاری کرنا اور اس کا اور اس کے عمال کا اس پر عمل کرنا کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے نہ اس سے کسی کو انکار کی مجال ہے لیکن ہمارا عصر ایسا تاریک ہے جس میں اہل علم کی قلت ہے نا صبیبت و خارجیت پورے شباب پر ہے معاویہ تو معاویہ یزید ایسے فاسق و فاجر و شرابی و زنا کار کے مداح عالم وجود میں آگئے ہیں اس لئے وہ سب و شتم حضرت امیرؓ کے بارے میں معاویہ و بنو امیہ کے افعال پر برابر پردے ڈالتے رہتے ہیں اس لئے ہم مشتے نمونہ از خروارے اس کے چند شواہد پیش کرتے ہیں چنانچہ علامہ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بنی قرظی معروف بسطائن جوزی متوفی ۶۵۴ھ کتاب تذکرہ خواص الامہ ص ۱۱۳ پر شرائط مصالحت امام حسنؓ میں تحریر کرتے ہیں کہ

”شعبی کہتا ہے کہ شرائط مصالحت امام حسنؓ میں یہ بھی تھا کہ آپ بیت المال کوفہ سے پانچ لاکھ درہم لے لیں اور یہ کہ حضرت علیؓ پر سب و شتم نہ کیا جائے اس کے علاوہ بھی کچھ شرطیں اور تھیں جو حضرتؓ نے معاویہ سے کی تھیں۔“

علامہ عبدالحمید عزالدین ابو حامد بن ہبہ اللہ بن محمد بن حسین بن ابی

الحدید معزلی متوفی ۶۵۵ھ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۹۴ پر فرماتے ہیں کہ

کہ معاویہ نے شام عراق اور ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کو سب و شتم کریں اور آپ سے اظہار برأت و بیزاری کریں اور اس کے بارے میں اس نے اسلامی منبروں پر خطبہ پڑھا چنانچہ یہ امر زمانہ حکومت بنی امیہ میں سنت قرار پا گیا اور یہ سلسلہ اس وقت سے عہد حکومت عمر بن عبد العزیز تک جاری رہا اور اس نے اسے بند کیا۔ ہمارے شیخ ابو عثمان جاحظ لکھتے ہیں کہ معاویہ خطبہ جمعہ میں کہا کرتا تھا کہ پالنے والے یقیناً ابو تراب نے تیرے دین میں الحاد و بے دینی (معاذ اللہ) اختیار کی اور لوگوں کو تیرے راستہ سے روک دیا اس لئے تو ان پر (معاذ اللہ) سخت لعنت کر اور دردناک عذاب میں مبتلا کر تمام حدود مملکت میں ان کلمات کے زبان پر جاری کرنے کے احکام جاری کر دے۔ چنانچہ ان کلمات کو خطیب منبر پر جا کر زبان پر جاری کرتے تھے۔

علامہ اسمعیل بن ابی الفداء متوفی ۳۲۷ھ اپنی کتاب المختصر فی

تاریخ البشر ج ۱ ص ۱۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

معاویہ اور اس کے عمال خطبہ جمعہ میں عثمان کے لئے دعا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ کی برائیاں بیان کرتے تھے معاویہ کی اطاعت میں حاکم کوفہ مغیرہ بھی ایسا کیا کرتا تھا جب مغیرہ حضرت پر سب و شتم کرتا تھا تو جناب حجر بن عدی اور ایک جماعت حضرت علیؑ کے سب و شتم کی رد کرتی تھی لیکن مغیرہ ان سے مواخذہ نہیں کرتا تھا بلکہ درگزر کرتا رہتا تھا جب زیاد حاکم کوفہ ہوا تو اس نے بھی عثمان کے لئے

دعا کی اور حضرتؑ پر سب و شتم کیا یہ لوگ حضرت علیؑ کا ذکر آپ کے نام نام نامی سے نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو ابو تراب کہا کرتے تھے حضرت علیؑ کو اپنی یہ کنیت بہت محبوب تھی اس لئے کہ آپ کو یہ کنیت جناب رسول خداؐ نے عطا کی تھی۔ جب زیاد نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا تو حجر اٹھ کھڑے ہوئے اور جس طرح مغیرہ کے زمانہ میں کیا کرتے تھے اسی طرح انہوں نے حضرت علیؑ کی مدح و ثنا شروع کر دی جس پر زیاد برہم ہوا اور ان کو تیرہ آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا ان میں چھ آدمیوں کی ان کے قبیلہ والوں نے سفارش کی معاویہ نے ان کو چھوڑ دیا اور جناب حجر کے ساتھ سات آدمی باقی رہے جن کو قریہ عذراء میں جو پشت دمشق پر واقع ہے قتل کر دیا خداوند عالم ان پر اپنے رضوان کو نازل کر کے جناب حجر دین داری و نماز گزاری میں عظیم ترین انسان تھے۔ عائشہ نے ان کی سفارش میں ایک شخص کو بھیجا تھا جو ان کے قتل کے بعد دمشق پہنچا۔

موصوف اسی کتاب کے ج ۱ ص ۲۱۲ پر فرماتے ہیں کہ
 خلفاء بنو امیہ حضرت علیؑ کو سب و شتم ۴۱ھ سے کرتے تھے۔ یہ وہی سن ہے جس میں امام حسنؑ نے خلافت ترک کر دی یہ سلسلہ ابتدا ۹۹ھ تک باقی رہا جو سلیمان بن عبد الملک کے حکومت کا آخری زمانہ تھا لیکن جب عمر بن عبد العزیز بادشاہ ہوا تو اس نے اس رسم کو ختم کر دیا اور اپنے تمام تابعوں کو اس کے ترک کرنے کی تحریری ہدایت بھیج دی اور

جب جمعہ کا خطبہ پڑھا تو حضرتؑ پر گالیوں کے کلمات کے بدلے خداوند عالم کا یہ قول تحریر کیا کہ اللہ عدل و احسان و صاحبانِ قرابت کو عطیہ دینے کا حکم دیتا ہے اور بری بات اور ناپسندیدہ چیزوں سے منع کرتا ہے اور خدا سب کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم خدا کا ذکر کرنے لگو اس کے بعد سے پھر حضرت علیؑ کو سب و شتم نہیں کیا گیا اور برابر خطباءِ خطبہ جمعہ میں یہی آیت پڑھتے رہے عمر ابن عبد العزیز کے اس فعل کی مدح میں کثیر ابن عبد الرحمن خزاعی نے کہا ہے۔ اے عمر جب تم بادشاہ ہوئے تو حضرت علیؑ پر سب و شتم نہیں کیا گیا نہ کسی بے خطا کو قتل نہ خوف زدہ کیا گیا۔ تو نے مجرم (معاویہ) کے خصلت (شتم حضرت علیؑ) کی پیروی نہیں کی تو نے جو کچھ کہا اس کی تصدیق اپنے فعل سے کر دی جس سے ہر مسلمان تجھ سے راضی ہو گیا۔

علامہ حافظ و مفسر و مورخ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن عمر بن کثیر قرشی دمشقی متوفی ۷۴۷ھ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۴۲ پر خلافت امام حسنؑ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

معاویہ نے امام حسنؑ کی خدمت میں عبد اللہ بن عامر اور عبد الرحمن بن سمرہ کو بھیجا یہ دونوں حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں کوفہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ جتنا مال چاہیں اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں امام حسنؑ نے شرط کی کہ میں کوفہ کے بیعت المال سے پانچ لاکھ درہم لے لوں گا اور دار الجبر کا خراج میرا ہوگا اور یہ کہ جب آپ سن رہے ہوں تو

حضرت علیؑ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔

علامہ شیخ کمال الدین دمیری متوفی ۸۰۸ھ کتاب حیوة

الحيوان ج ۱ ص ۵۸ پر حالات عمر بن عبدالعزیز میں فرماتے ہیں کہ

بنو امیہ جو حضرت علیؑ کا ذکر برائی سے کرتے تھے اسے عمر بن

عبدالعزیز ہی نے بند کیا اس کی جگہ خداوند عالم کا یہ قول نقل کر دیا کہ خدا
عدل و احسان کا حکم کرتا ہے (آخر آیت تک) اسی کے بارے میں مشہور

شاعر کثیر عزة عمر بن عبدالعزیز کی مدح میں کہتا ہے جب تو سلطان ہو اتونہ

حضرت علیؑ کو سب و شتم کیا گیا نہ شک و شبہ پر کسی کو خوف زدہ کیا گیا تو ہی

نے مجرم کے قول کو قبول نہیں کیا تو نے جو کچھ کہا اسے بجالا کر اپنے قول

کی تصدیق کر دی جس سے تجھ سے ہر مسلمان راضی و خوش ہو گیا زمین

کے مشرق و مغرب میں ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ پکار کر کہے کہ

اے امیر المؤمنین! آپ نے ہم پر ظلم کیا خواہ وہ عرب ہو یا عجم اس لئے اے

خریدنے والے تو بھر پور نفع حاصل کر اور تو نے تو بہتر سے بہتر بیع و شرا

کا معاملہ کیا ہے۔

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بصری سلونی سے تاریخ خمیس

ج ۲ ص ۳۱۷ پر فرماتے ہیں کہ

شافعی نے کہا ہے کہ خلفاء پانچ ہیں ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن

عبدالعزیز جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اس نے سب و شتم حضرت

علیؑ کو ترک کر دیا اور اس کی جگہ یہ آیت کر دی کہ خدا عدل و احسان کا حکم

دیتا ہے آخر آیت تک لعن کا یہ طریقہ چھتیر برس سے جاری تھا اس سے بھی زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ ترسی برس چار مہینہ سے یہ رواج تھا اور یہی ہزار مہینے ہیں (جس کا ذکر سورہ انازلناہ میں ہے) روایت کی گئی ہے کہ عمر نے تخلیہ میں ایک فقیر سے گفتگو کی اور اسے حکم دیا کہ جب میں کل دربار میں بیٹھوں تو تو آئے اور اپنے لئے اس کی لڑکی کا پیغام نکال دے اسے بتایا کہ میں یہ اور یہ جواب میں کہوں گا اور تم یہ میرے جواب میں کہنا اور خبر دار پیغام دینے میں ڈرنا نہیں اس لئے کہ اس میں ایک مصلحت ہے چنانچہ دوسرے دن وہ فقیر اسی وقت آیا جو عمر بن عبدالعزیز نے بتایا تھا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین میری آپ سے ایک حاجت ہے اس نے کہا میں ایک مرد فقیر اور بن بیابا ہوں۔ آپ خلیفہ عادل ہیں لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں خلق اللہ کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی صاحبزادی سے شادی کا پیغام دیتا ہوں یہ سنتے ہی لوگوں نے اس کو زبردستی اور اذیت دینے کا قصد کیا لیکن عمر نے ان لوگوں کو اس سے منع کیا اور اس شخص سے کہا کہ میں خلیفہ ہوں اور تو فقیر ہے اس لئے ہمارے اور تیرے درمیان ہمسری نہیں پائی جاتی ہے فقیر نے کہا اگرچہ تو خلیفہ ہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا نہیں ہے میں اگرچہ فقیر ہوں بری حالت میں ہوں لیکن میں علی بن ابی طالب سے زیادہ برا نہیں جن پر تم لوگ منبر پر لعنت کرتے ہو حالانکہ وہ نبی کے داماد ہیں یہ سنتے ہی عمر نے چیخ کے کہا کہ اے لوگو اس شخص نے مجھے لاجواب اور خاموش کر دیا ہے اور

میں اس کے جواب پر قادر نہیں ہوں۔ اس لئے اس کو جواب دو۔ جب لوگ جواب نہ دے سکے تو اس نے حکم دیا کہ سب و شتم حضرت علیؑ کو بند کر دو۔

تاریخوں نے ترک لعن پر حضرت علیؑ کا ایک اور واقعہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ عمر نے ایک یہودی کو حکم دیا کہ وہ ان کی لڑکی سے شادی کا پیغام دے چنانچہ یہودی نے عمر کی لڑکی سے اپنی شادی کا پیغام دیا تو عمر نے کہا کہ تم تو یہودی ہو میری لڑکی سے شادی کا پیغام کیوں کر دیتے ہو یہودی نے کہا کہ آخر تمہارے نبیؐ نے علیؑ بن ابی طالبؑ سے اپنی بیٹی کیوں بیاہ دی عمر نے کہا اے یہودی تیرا برا ہو علیؑ تو دین کے با عظمت لوگوں میں داخل ہیں بزرگ ترین مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں یہودی نے کہا کہ اگر حضرت علیؑ ایسے تھے تو تم لوگ منبروں پر ان پر لعنت کیوں کرتے ہو۔ یہ سنتے ہی عمر نے لوگوں سے کہا کہ اس یہودی کو جواب دو لیکن جب وہ لوگ جواب سے عاجز ہوئے تو اس نے حکم دیا کہ حضرت علیؑ پر لعنت کو ترک کرو اور کلمات لعنت کی جگہ یہ آیت قرار دی پالنے والے ہم کو اور ہم سے پہلے جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی ہے ان کو بخش دے آخر آیت تک۔

علامہ محمد بن عقیل النصبیح الکافیہ ص ۶۶ پر فرماتے ہیں کہ معاویہ کے بدترین اور منکب ترین عیبوں میں سے یہ عیب ہے کہ وہ اس شخص سے عداوت و دشمنی رکھتا تھا اور گالیاں دیتا تھا جو حضرت محمد

مصطفیٰ کا بھائی چچا کا پٹا وصی اور باب مدینۃ العلم تھا اور وہ شخص تھا جو صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لایا سب سے پہلے حوض کوثر پر پیغمبر اسلام پر وارد ہوگا۔ سب سے بڑا بہادر سب سے زیادہ صاحب علم سب سے بڑا زاہد تھا اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہیں خدا ہمیں ان کی محبت اور پیروی کی توفیق عطا کرے۔

ہمارے سچے پیغمبر حضرت محمدؐ نے حضرت علیؑ کے بغض و دشمنی اور گالی دینے کی جو ممانعت کی تھی یہ سرکش و گمراہ اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا تھا۔

معاویہ سے اس طرح کی مملکت چیزیں تو اترا (اتنے آدمیوں کے روایت سے نقل ہیں جن کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے) سے ثابت ہیں جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں ان برائیوں کا معاویہ میں ثابت و لازم ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح کولے کے لئے سیاہی۔ معاویہ ان برائیوں کو تنہا ہی نہیں کرتا تھا بلکہ دشمنی علیؑ جس کی جڑیں اس کے قلب میں پوسٹ ہو گئیں تھیں نقطہ قلب میں ان کا کینہ بیٹھا ہوا تھا انہوں نے اسے مجبور کیا تھا وہ دوسرے لوگوں کو ان مملکت چیزوں کی طرف دعوت دے۔

معاویہ نے لوگوں کو حضرت علیؑ کو گالیاں دینے پر تلوار سے ڈرا کر اور مال کثیر صرف کر کے آمادہ کیا تھا تاکہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ان کے گناہوں کا بوجھ لے کر پیش پروردگار حاضر ہو۔ معاویہ خود بھی

زندگی بھر سب و شتم حضرت امیرؑ کی عظیم تین برائی کا مرتکب ہوتا رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور اپنے بعد والے خلفاء اور ان کے تابعین کو بھی اس کی وصیت کر گیا۔ (معاویہ سب و شتم حضرت امیرؑ میں جو شدت رکھتا تھا اس کے بارے میں یہ ایک سنی عالم کے خیالات ہیں جس کو ہم نے نقل کیا۔)

موصوف ہی النصائح الکافیہ ص ۷۰ پر فرماتے ہیں کہ ابو عثمان جاحظ نے امامیہ کی رد میں جو کتاب لکھی ہے اس میں تحریر کرتا ہے کہ معاویہ اپنے خطبہ کے آخر میں کہا کرتا تھا کہ پالنے والے ابو تراب نے تیرے دین میں (معاذ اللہ) الحاد کیا ہے اور تیرے راستے سے لوگوں کو روک دیا ہے اس لئے تو ان پر سخت لعنت۔۔۔۔۔ کر اور دردناک عذاب سے معذب کر۔ اطراف و جوانب مملکت میں اس کے لئے احکام جاری کر دئے تھے چنانچہ خطیب منبر پر جاتے تھے اور ان کلمات کو زبان پر جاری کرتے تھے یہ سلسلہ زمانہ حکومت عمر بن عبدالعزیز تک جاری رہا۔

موصوف ہی تحریر کرتے ہیں کہ

جب معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کا حاکم بنایا تو اسے بلا کر کہا کہ مرد حلیم آج سے پہلے بھی کارہائے نمایاں کرتا رہا ہے ایک حلیم بغیر سکھائے تجھ کو نہیں چھوڑ سکتا ہے اے مغیرہ میں تجھے بہت سی وصیتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن تیری صواب دید پر بھروسہ کر کے ان کو چھوڑتا ہوں۔

لیکن میں تجھ سے ایک وصیت ضرور کروں گا وہ یہ کہ حضرت علیؑ کو گالیاں دینے اور مذمت کرنے کو ہر گز نہ چھوڑنا اور عثمانؓ پر رحمت کی دعا اور استغفار کرتے رہنا اور حضرت علیؑ کے ساتھیوں کی برائیاں بیان کرتے رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا عثمانی گروہ کے لوگوں کی تعریف کرتے رہنا اور اپنے سے قریب رکھنا مغیرہ نے جواب دیا کہ تو میرا تجربہ کر چکا ہے اور میرا تجربہ پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ میں تجھ سے پہلے بھی امراء وقت کی خدمت کر چکا ہوں لیکن کسی نے میری مذمت نہیں کی اور عنقریب تو میرا امتحان کر کے یا مدح کرے گا یا مذمت معاویہ نے کہا انشاء اللہ ہم تیری مدح کریں گے۔

موصوف ہی اسی کتاب کے ص ۶۹ پر فرماتے ہیں

لنن اشیر نے نقل کیا ہے کہ معاویہ جب نماز میں قنوت پڑھتا تھا تو حضرت علیؑ ابن عباسؓ امام حسنؓ و حسینؓ اور مالک اشترؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ سبط ابن جوزی اور ابن ابی الحدید معتزلی اور دیگر مورخین و محدثین کے ان واضح بیانات کو پڑھنے کے بعد ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی اور تاریخ کی دیگر کتابیں صحاح ستہ میں داخل نہیں ہیں اس لئے ہم ان کے بیان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ہاں اگر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں مذکور ہو تا کہ معاویہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا تھا تو ہم مان لیتے کہ وہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا تھا۔

اول تو یہ ایک لغو اور مہمل مطالبہ ہے اس لئے کہ دنیا کا کوئی سنی

اپنے مذہب کی تمام باتوں کو صحاح ستہ سے ثابت نہیں کر سکتا ہے لیکن ہم پھر بھی ایسے افراد کی دل جوئی کے لئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کو یہی ضد ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ معاویہ کے سب و شتم حضرت امیرؓ کے حکم کو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب سے ثابت کیا جائے تو ارشاد فرمائے سنن ماجہ صحاح ستہ میں داخل ہے یا نہیں کوئی شخص اس کے صحاح ستہ میں داخل ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ

ثنا علی بن محمد حدثنا ابو معاویہ حدثنا موسی بن اسلم عن ابن سابط و هو عبد الرحمن عن سعد بن ابی وقاص قال قدم معاویہ فی بعض حجاته فدخل علیہ سعد فذکر سعد و قال تقول هذا الرجل سمعت رسول الله يقول من كنت مولاه فعلى مولاه و سمعت يقول انت منى بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبى بعدى و سمعت يقول لا عطين الراية اليوم رجلا يحب الله ورسوله .

علی بن محمد نے اس سے ابو معاویہ نے اس سے موسی بن اسلم نے اس سے ابن سابط نے جس کا نام عبد الرحمن ہے وہ سعد بن ابی وقاص سے حدیث نقل کرتا ہے کہ اپنے بعض تجوں میں سے ایک حج کرنے کے لئے معاویہ آیا تو سعد اس کے پاس آئے معاویہ نے حضرت علیؓ کا ذکر کیا اور آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس سے سعد غضبناک ہوئے اور کہا تو اس شخص

کے لئے کہہ رہا ہے حالانکہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں جس کا مولا ہوں یہ بھی اس کے مولا ہیں اور حضرت کو فرماتے سنا ہے کہ تم کو (اے علیؑ) مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی بس (فرق یہ ہے) کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور حضرت کو فرماتے سنا ہے ضرور میں آج ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔

ابن ماجہ کی روایت یہ بتاتی ہے کہ معاویہ حضرت علیؑ کو برا بھلا کہا کرتا تھا جس پر سعد اس سے غضبناک ہو کر حضرت علیؑ کے فضائل میں سے یہ تین روایتیں نقل کیں جن کو انھوں نے خود حضرت رسولؐ کی زبان سے سنا تھا۔

صحاح ستہ کی دوسری کتاب صحیح مسلم ہے جو صحیح ترین کتابوں میں داخل ہے اس کتاب صحیح میں بھی تحریر ہے کہ

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص قال امر معاویہ بن ابی سفیان سعد ا فقال ما یمنعک ان تسب ابا تراب فقال اما ذکرت
ثلثا قال لهن رسول الله فلن اسبه لان یكون لی واحده منهن
احب علی من حمر النعم الخ.

عامر بن سعد بن ابی وقاص بیان کرتا ہے کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا اور کہا کہ ابو تراب کے سب و شتم سے تم کو کیا چیز روکتی ہے تو سعد نے جواب دیا کہ جب میں تین چیزوں کو یاد کرتا ہوں جسے

رسول خدا نے حضرت علی کے لئے فرمایا ہے اس لئے میں ان کو ہر گز ہر گز سب و شتم نہیں کروں گا اگر ان میں سے کوئی بات حضرت نے میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے بہتر ہوتی۔

اس روایت سے صاف و صریح الفاظ میں ظاہر ہے کہ معاویہ حضرت امیر کے سب و شتم کا لوگوں کو حکم کرتا تھا اور جب اس نے سعد بن ابی وقاص کو اس کا حکم دیا تو انھوں نے حضرت کے سب و شتم سے اس لئے انکار کر دیا کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی کے بارے میں ایسی ایسی حدیثیں فرمائی ہیں جن میں کی ایک حدیث بھی اگر سعد کے لئے حضرت نے ارشاد فرمائی ہوتی تو وہ ان کے نزدیک سرخ رنگ کے اونٹوں سے کہیں بہتر ہوتی۔

جب صحیح مسلم ایسی جلیل القدر کتاب میں یہ مذکور ہے، تو اب کس کی مجال ہے کہ انکار کر سکے کہ معاویہ حضرت امیر کو سب و شتم کا حکم دیتا تھا۔

علامہ مولانا سید ظہور حسین صاحب مرحوم اپنی مشہور کتاب تاریخ معاویہ ص ۲۱۷ پر صحیح مسلم کی روایت نقل کرنے کے بعد نقل کرتے ہیں کہ

ابو یعلیٰ نے بطریق دیگر سعد سے یہ اور بڑھایا ہے اگر میرے سر پر آرا بھی رکھ دیا جائے کہ میں حضرت علی پر سب و شتم کروں تب بھی ایسا نہ کروں گا۔

اور ابن اثیر نے نقل کیا ہے کہ معاویہ جب قنوت پڑھتا تھا تو حضرت علیؑ اور ابن عباس اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور مالک اشتر کی سب (بدگوئی) کرتا۔

اور ابن عبد ربہ نے کتاب العقد ۲۷ میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ بن علیؑ وفات پا گئے تو معاویہ حج کر کے مدینہ آیا اور ارادہ کیا کہ بالائے منبر رسولؐ حضرت علیؑ پر لعنت کرے اس سے کہا گیا کہ یہاں سعد بن ابی وقاص موجود ہیں ہمارا خیال نہیں کہ وہ اس پر راضی ہوں لہذا ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان کی رائے لے لیجئے چنانچہ اس نے ان کو پیغام بھیجا اور اس کا تذکرہ کیا انھوں نے جواب دیا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں البتہ مسجد سے چلا جاؤں گا اور پھر کبھی عود نہ کروں گا۔ پس معاویہ نے ان کی (حضرت علیؑ) لعنت سے سکوت کیا تا اینکه سعد کا انتقال ہو گیا پس جب مر گئے تو منبر رسولؐ پر حضرت علیؑ پر لعنت کی اور اپنے تمام عمال کو لکھ دیا کہ منبروں پر جا کر ان کو لعنت کیا کریں انھوں نے ایسا ہی کیا تب ام المومنین ام سلمہ زوجہ نبیؐ نے معاویہ کو لکھا

انکم تلعنون اللہ و رسولہ علی منابرکم و ذلك انکم تلعنون علی بن ابی طالب و من احبه و انا اشهد ان اللہ احبه و رسولہ .

۱۷ دیکھو کامل ابن اثیر ص ۱۳۳ ج ۳۔

۲۷ دیکھو ص ۱۱۱ ج ۲ عقد الفرید مصنفہ ابن عبد ربہ۔

تم اپنے منبروں پر خدا اور رسول پر لعنت کرتے ہو اور یہ اس لئے کہ تم علی ابن ابی طالب اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا اور اس کا رسول ان کو دوست رکھتا ہے۔ پس ان کے کلام کی طرف کسی نے بھی توجہ نہ کی باوجودیکہ انھیں ان کی صحت روایت اور شرف مقام کا خوب علم تھا۔

سب و شتم و بغض و حسد حضرت علیؑ کی ممانعت

حضرت رسول خداؐ کی زبان مبارک سے

معاویہ کو سب و شتم حضرت علیؑ میں یہ مبالغہ تھا حالانکہ حضرت امیرؑ کی ذات گرامی وہ ہے جس کا ذکر خدا کا ذکر جس کی دشمنی رسول اور خدا کی دشمنی جس کا سب و شتم رسول اکرم اور خدا کا سب و شتم ہے جس کی محبت کل امت پر واجب و لازم ہے جس پر سب و شتم کی سرور عالم نے ممانعت کی ہے جس کے فضائل میں ہزاروں صحیح حدیثیں وارد ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں بجائے خود کتب اہلسنت سے احادیث منتخب کر کے تحریر کرنے کے اس صدی کے ایک محقق سنی عالم کے افادات کو پیش کرتے ہیں وہ فاضل جلیل مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر صاحب قلندر علوی کا کوروی ہیں موصوف مناقب المر تفضی من مواہب المصطفیٰ کے ص ۳۵۵ سے ص ۳۷۱ تک ”وعید متعلق بہ مبغضین“ کے عنوان سے ایک مضبوط و مستحکم بحث قلم بند کی ہے اور حضرت کے سب و شتم و دشمنی

وغیرہ کی ممانعت کے متعلق احادیث پیغمبر اسلامؐ کو حوالہ کتب کے ساتھ تحریر کیا ہے موصوف فرماتے ہیں۔

متعلق بہ مفارقت

جس نے علی کو چھوڑا اس نے آنحضرتؐ کو چھوڑا شیخ علی متقی

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من فاروق علیا فارقی و من فارقی فقد فارق الله

(طبرانی عن ابن عمر)

من فارقك يا علي فقد فارقی و من فارقی فقد فارق الله

(طبرانی عن ابن عمر و الحاکم عن ابی ذر)

جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھ کو چھوڑا اور جس نے مجھ کو

چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا (طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا)

اے علی جس نے تجھ کو چھوڑا اس نے مجھ کو چھوڑا اور جس نے

مجھ کو چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا (طبرانی نے ابن عمر سے اور حاکم نے ابو ذر

سے روایت کیا ہے۔ ۱۰

۱۰ حضرت علیؑ سے مفارقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ہے اس مضمون کی حدیث تین محلہ سے مروی ہے جناب ابو ذر عبد اللہ بن عمرو ابو ہریرہ۔

جناب ابو ذر کی روایت حسب ذیل علماء نے نقل کی ہے :

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک ج ۳ ص

۱۲۲ اور ص ۱۲۶ میں۔

۲۔ علامہ محبت الدین احمد بن عبد اللہ شافعی طبری متوفی ۲۹۳ھ نے ذخائر العقبیٰ ص ۶۵ میں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

یہ دونوں حدیثیں بروایت مناقب امام احمد و نقاش و ریاض
النصرہ جلد ۲ ص ۱۶۷ میں بھی ہیں اور بروایت بزاز حوالہ جمع الفوائد
ینابیع المودۃ ص ۵۱ میں بھی ہے۔

- (چھٹے صفحہ کا باقی) ۳۔ موصوف ہی نے ریاض النصرہ ص ۱۶۷ پر بھی نقل کیا ہے۔
- ۴۔ علامہ شیخ ابراہیم بن محمد بن ابی بکر بن حمویہ جوینی متوفی ۴۱۲ھ نے فرائد السمطين مخطوط میں۔
- ۵۔ علامہ حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد ذہبی متوفی ۴۸۸ھ نے تلخیص مستدرک بر حاشیہ مستدرک
ج ۳ ص ۱۲۳ میں۔
- ۶۔ موصوف ہی نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۳ پر بھی نقل کیا ہے۔
- ۷۔ علامہ نور الدین علی بن ابی بکر قیمی متوفی ۷۰۰ھ نے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۵ میں۔
- ۸۔ علامہ شیخ علی بن حسام الدین متقی ہندی متوفی ۷۷۵ھ نے منتخب کنز العمال بر حاشیہ مستدرک ص
۳۲ ج ۶ ص ۱۵۶ میں۔
- ۹۔ علامہ شیخ زین الدین مناوی شافعی متوفی ۷۵۰ھ نے شرح جامع الصغیر ص ۳۸۴ میں۔
- ۱۰۔ علامہ موصوف ہی نے کتاب کنوز الحقائق کے حرف میم میں بھی تحریر کیا ہے۔
- ۱۱۔ علامہ شیخ سلیمان بن ابراہیم معروف بہ خواجہ کلانی حسینی ملکی قندوزی متوفی ۷۷۰ھ نے ینابیع
المودۃ ص ۹۱ ص ۲۰۵ و ص ۱۸۱ میں۔
- ۱۲۔ علامہ عبید اللہ امرتسری نے اراج المطالب ص ۵۱۱ میں۔
- ۱۔ علامہ حافظ ابو المود موفقی بن احمد اخطب خوارزم متوفی ۶۶۵ھ نے اپنی کتاب مناقب ص ۶۲ میں۔
- ۲۔ علامہ حموی نے مذکورے فرائد السمطين مخطوط میں۔
- ۳۔ علامہ مناوی نے کنوز الحقائق ص ۱۵۶ میں۔
- ۴۔ علامہ شیخ حسام الدین علی متقی نے مذکورے کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶ میں۔
- ۵۔ علامہ مرزا محمد معتمد خاں بدخشی متوفی ۱۰۷۰ھ نے مفتاح البجا مخطوط ص ۶۷ میں۔
- ۶۔ الروض الاذہر ص ۱۰۱ میں۔
- ۷۔ عبید اللہ امرتسری نے اراج المطالب ص ۵۱۱ میں۔
- ۸۔ ابو ہریرہ کی روایت حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔
- ۱۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۳۸ میں۔
- ۲۔ علامہ حافظ شباب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لسان المیزان ج ۲ ص ۳۶۰ میں۔

متعلق بہ عداوت

حضرت علیؑ سے دشمنی کرنے والے سے اللہ دشمنی کرتا ہے
چنانچہ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں ہے کہ

عادی اللہ من عاد علیا (ابن مندہ عن رافع مولى عائشہ)
خدا اس شخص سے دشمنی کرتا ہے جو علیؑ سے دشمنی کرتا ہے (ابن
مندہ نے رافع مولا حضرت عائشہ سے روایت کی)

متعلق بہ منقصدت

جس نے حضرت علیؑ کی شان گھٹائی اس نے آنحضرتؐ کی شان
گھٹائی۔

اخرج الديلمی فی فردوس الاخبار من بریدہ الاسلامی
قال قال رسول اللہ من ينقص علیا فقد ينقصنی .

دیلمی فردوس الاخبار بروایت بریدہ سلمی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ
نے فرمایا جس نے علیؑ کی شان گھٹائی اس نے میری شان گھٹائی۔

متعلق بہ حسد

جس نے علیؑ سے حسد کیا اس نے آنحضرتؐ سے حسد کیا۔

اخرج ابن مردویہ عن انس قال قال رسول اللہ من حسد
علیا فقد حسد نبی و من حسد نبی فقد کفر .

ابن مردویہ بروایت حضرت انس لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

جس نے علی سے حسد کیا مجھ سے حسد کیا جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

یہ روایت کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹ میں بھی ہے۔

متعلق بہ اطاعت

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من اطاعنی فقد اطاع اللہ عز و جل و من عصانی فقد عصی اللہ و من اطاع علیا فقد اطاعنی و من عصی علیا فقد عصانی (الحاکم عن ابی ذر)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی (حاکم نے ابو ذر سے اسے روایت کیا)

ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۶۷ میں یہ حدیث حوالہ منجم ابو بکر اسمعیلی و نجدی مرقوم ہے اور مستدرک الصحیحین للحاکم جلد ۳ ص ۱۲۱ میں اس کے روایت یہ ہیں ابو احمد محمد بن محمد شیبانی علی بن سعید بن بشیر رازی حسن بن حماد حضرمی یحییٰ بن یعلیٰ بسام صیرنی۔ حسن بن عمرو قسیمی معاویہ بن ثعلبہ۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم۔

بعد ختم حدیث حافظ کبیر امام الحدیث ابنی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ
معروف بہ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں۔

هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه.

یہ حدیث سندوں کی وجہ سے صحیح ہے (بخاری و مسلم نے) اس
کی تخریج نہیں کی۔

حافظ شمس الدین ابنی عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی تلخیص المستدرک
میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں ”صحیح“ یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔

متعلق بہ نصرت

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ او ص ۱۵۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے

فرمایا کہ

اللهم و ال من ولاه و عاد من عاداه و انصر من نصره و

اعن من اعانه (طبرانی عن حبشی ابن جنادہ)

اے اللہ جو اسے (حضرت علیؑ کو) دوست رکھے اس کو دوست رکھ

اور جو اسے دشمن رکھے اس کو دشمن رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد

کر (طبرانی نے حبشی بن جنادہ سے روایت کیا ہے۔)

و انصر من نصره و اخذل من خذله و اعن من اعانه

(طبرانی عن زید بن مرہ و زید بن ارقم معا.)

جو اس کی (حضرت علیؑ) مدد کرے اس کی مدد کر جو اس کو رسوا

کرے اس کو رسوا کر جو اس کی اعانت کرے اس کی اعانت کر (طبرانی نے زید بن مرہ وزید بن ارقم دونوں سے روایت کیا ہے۔)

اللهم اعنه و اعن به و وارحمه و ارحم به و النصره و

انصره به یعنی علیا (طبرانی عن ابن عباس)

اے اللہ اس کی (علیٰ کی) مدد کر اور اس کے مدد کرنے والوں کی مدد

کر اور اس پر رحم کر اور اس پر رحم کرنے والوں پر رحم کر اور اس کی نصرت

کرنے والوں کی نصرت کر (طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا۔)

اور حوالہ دیلمی یوں مرقوم ہے کہ

عن عمر و بن شراحیل قال قال رسول الله اللهم انصر

من نصر علیا اللهم اکرم من اکرم علیا اللهم اخذل من خذل

علیا .

عمر و بن شراحیل لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا خداوند اجداد علیؑ

کی مدد کرے اس کی مدد کر جو اس کی بزرگی کرے اس کو بزرگ رکھ جو اس

کو رسوا کرے اسے رسوا کر۔

اخطب الخطباء ابو المویذ موفق بن احمد اخطب خوارزمی مکی بھی

مناقب خوارزمی فصل رابع عشر (۱۴) ص ۸۰ بیان حدیث غدیر میں لکھتے

ہیں کہ مجھ کو خبر دی سید الحافظ ابو منصور شہر دار بن شیرویہ شہر دار دیلمی نے

ان کو ابو الفتح عیدوس بن عبد اللہ بن عیدوس ہمدانی نے ان کو عبد اللہ بن

اسحاق بغوی نے ان کو حسن بن علی بن غنوی نے ان کو محمد بن عبد الرحمن نے

ان کو قیس بن حفص نے ان کو علی بن الحسینؑ نے ان کو ابو الحسن عبدی نے
ان کو ابو ہریرہ نے ان کو ابو سعید ہذری نے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے
بعد ختم حدیث غدیر فرمایا۔

وانصرہ من نصرہ و اخذل من خذله .

جو اس کی (علیؑ کی) مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے رسوا کرے

اسے رسوا کرے۔

۱۰۰ حدیث غدیرہ حدیث ہے جسے ایک سو پانچ صحابہ نے جن کے اسماء معلوم ہیں نقل کیا ہے اور ابن
عقده نے تو اس کے بعد اور اٹھائیس صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کے اسماء کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور محدثین میں
سے تیسری صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک ۱۶۱ محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے جس میں
صحابہ میں سے امام نسائی امام ابن ماجہ امام احمد بن حنبل بھی داخل ہیں اور حدیث غدیر میں اختلاف الفاظ کے
ساتھ یہ کلمات موجود ہیں۔ جو شخص اس حدیث کی تحقیق بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ عبققات الانوار مصنفہ علامہ
السید حامد حسین علی اللہ مقامہ مجلدات غدیر کا مطالعہ کرے۔

علامہ مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نزل الابرار ص ۱۲ میں بعد ذکر حدیث غدیر لکھتے ہیں کہ
یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کی صحت میں متعصب مکر کے سوا کسی نے کلام نہیں کیا اور
ایسے شخص کی بات قابل اعتبار نہیں اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں۔

شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب حسن حصین اسنی المطالب میں نقل ذکر حدیث غدیر لکھتے
ہیں کہ اس حدیث کی تصنیف کرنے والے کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے
علم حدیث پر ذرا بھی اطلاع نہیں۔

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمن شیرازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث
آنحضرتؐ سے متواتر روایت ہوئی ہے ایک جماعت کثیر و جم غفیر صحابہ نے روایت کیا ہے۔

علامہ علی قاری مرآۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۵ ص ۵۶۸ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث
صحیح ہے جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اس کو متواترات میں شمار کیا ہے
اس لئے کہ امام احمد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ سے اس کو تیس صحابیوں نے سنا ہے۔ علامہ عبدالرزاق
منادای تیسیر فی شرح جامع صغیر جلد ۲ ص ۴۴۲ میں لکھتے ہیں حدیث غدیر کو امام احمد و نسائی نے براہ ابن عازب
سے اور امام احمد نے یہ روایت کیا ہے امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ مولف (بانی اگلے صفحہ پر)

متعلق بہ حرب

جس نے حضرت علی مرتضیٰ سے جنگ کی اس نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی۔

علامہ محبت الدین طبری ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۹ میں

لکھتے ہیں کہ

عن زید بن ارقم ان رسول الله قال لعلي و فاطمه و
الحسن و الحسين انا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم
اخرجه الترمذی و عن ابی بکر الصديق قال رايت رسول الله
خيم خمة و هو متكى على قوس عربية و فى الخيمة على و
فاطمه و الحسن و الحسين فقال معاشر المسلمين لمن سالم
اهل الخيمة و حرب حاربهم ولى لمن و الهم لا يحبهم الا
سعيد الجد طيب المولد و لا يبغضهم الا شقى الجد ردى
الولادة .

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی و
حضرت فاطمہ و حضرت حسن و حسین کے بارے میں فرمایا جو ان سے لڑے
میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح کرے اس سے میں صلح

(پچھلے صفحہ کا باقی) کا قول ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

شیخ علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی سراج المیر شرح جامع صغیر جلد ۳ ص ۷۳

میں لکھتے ہیں کہ حدیث متواتر ہے (ہم نے یہ صرف نمونہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔)

کرنے والا ہوں ترمذی نے اسے روایت کیا ہے حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو ایک خیمہ میں دیکھا جو آپ کے لئے قائم کیا گیا تھا اور آپ عربی کمان کی ٹیک لگائے ہوئے تھے اور خیمہ میں حضرات علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ تھے آنحضرتؐ نے فرمایا اے گروہ اہل اسلام میں اس سے صلح کرنے والا ہوں جو اس خیمہ والوں سے صلح کرے اور اس سے لڑنے والا ہوں جو ان سے لڑے جو ان کو دوست رکھے میں اس کا دوست ہوں اور ان کو بجز حلالی نیک نخت کے اور کوئی دوست نہ رکھے گا اور ان سوالے حرامی بد نخت کے اور کوئی بغض نہ رکھے گا۔ ۱۰

۱۰ حضرت علیؑ کی جنگ پیغمبر اسلامؐ کی جنگ ہے اس سلسلہ میں پانچ قسم کی حدیثیں وارد ہیں۔ پہلی قسم وہ حدیث ہے جس میں حضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا اللہ میرا ولی ہے اور میں تمہارا ولی ہوں جو تم کو دشمن رکھے میں اسے دشمن رکھتا ہوں جو تم سے صلح کرے اس سے صلح کرنا ہوں اس کو علامہ ذہبیؒ نے کورنہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۵۰ پر حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان ج ۲ ص ۸۳ پر عبد اللہ سے نقل کیا ہے اور بحیثیہ یہی الفاظ عبد اللہ مسعود سے علامہ محمد معتد خاں بدخشی نے مناقب النجاشی میں نقل کیا ہے۔ دوسری قسم وہ حدیث ہے جو ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تمہاری صلح میری صلح اور تمہاری جنگ میری جنگ ہے اس کو علامہ فقہ ابو الحسن علی بن محمد شافعی معروف بلکن مغازی متوفی ۳۸۳ھ نے کتاب مناقب امیر المؤمنین میں نقل کیا ہے کہ اور علامہ شیخ عز الدین ابو حامد عبد الحمید بن ہبہ اللہ مدنی معروف بلکن اہل الحدید معتزلی متوفی ۴۰۰ھ نے شرح صحیح البلاغ ج ۳ ص ۲۲۱ و ص ۵۲۰ پر نقل کیا ہے "یہ چیز ثابت ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہاری جنگ میری جنگ تمہاری صلح میری صلح ہے نیز اسی کتاب کے ج ۳ ص ۲۲۱ پر ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے ہزار مقامات پر فرمایا کہ میں اس سے جنگ جو ہوں جس سے تم نے جنگ کی اور اس سے صلح کئے ہوں جس سے تم نے صلح کی۔ اور علامہ شیخ علی ابن عبد الصالی محقق کرکی متوفی ۹۳۰ھ نے کلمات اللغات ص ۷ پر تحریر کیا ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔

تیسری چوتھی پانچویں قسم وہ طولانی حدیث ہے جس کو علامہ اخطب خوارزمیؒ نے کورنہ مناقب کے ص ۶ اور علامہ محدث جمال الدین محمد بن احمد حنفی موصلی معروف بلکن حسنویہ (باقی اگلے صفحہ پر)

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں کہ

انا حرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم (ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و الحاکم عن ابن ارقم)

میں اس سے لڑنے والا ہوں جس سے تم لڑو اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جس سے تم صلح کرو (ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔)

انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن سالمکم قالہ لعلی و فاطمہ و الحسن و الحسین (امام احمد و الطبرانی و الحاکم عن ابی ہریرہ)

میں اس سے لڑنے والا ہوں جس سے تم لڑو اور ان سے صلح کرنے والا ہوں جن سے تم صلح کرو یہ آنحضرتؐ نے حضرات علیؑ و فاطمہؑ و

(پچھلے صفحہ کا باقی) متوفی ۶۸۰ھ نے بحر المناقب اور علامہ میر حسین بن معین الدین بیہدی یزدی متوفی ۹۰۳ھ یا ۹۰۹ھ یا ۹۱۱ھ نے شرح دیوان امیر المؤمنین ص ۱۹ مخطوط اور شیخ حسین مقرئ کاشی متوفی ۸۵۳ھ نے کتاب مناقب مخطوط اور شیخ سلیمان فندوزی مذکور نے ینابیع المودہ ص ۳۰ اور علامہ ابو محمد حسینی بصری متوفی اوائل چودھویں صدی ہجری نے نقل کیا جس میں بالفاظ مختلف یہ مضمون وارد ہے کہ اے علیؑ تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔

ارباب نظر غور کریں حضرت علیؑ سے مفارقت حضرت رسول اللہؐ سے مفارقت ہے۔ حضرت علیؑ سے عداوت جناب رسول خداؐ سے عداوت ہے جس نے حضرت علیؑ کی شان گھنٹائی اس نے آنحضرتؐ سے حسد کیا جس نے حضرت علیؑ کی بیروی کی اس نے آنحضرتؐ کی بیروی کی جس نے حضرت علیؑ کی مدد کی اس نے آنحضرتؐ کی مدد کی جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی آنحضرتؐ سے جنگ کی تو پھر معاویہ اور اس کے پیرو حضرت رسول خداؐ سے مفارقت کرنے والے دشمنی کرنے والے، شان گھنٹانے والے حسد کرنے والے اور جنگ کرنے والے قرار پائے۔ اس لئے اس کے ان افعال کو کیوں کر خطا و اجتہادی قرار دیا جاسکتا ہے۔ س۔ ح۔ خ۔

حسن و حسینؑ کے لئے فرمایا (امام احمد و طبرانی و حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

بغض حضرت علیؑ علامت نفاق ہونا

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ

لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق قال لعلی

(ترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن علی)

نہ دوست رکھے گا مگر تم کو مومن اور نہ بغض رکھے گا تم سے مگر

منافق اس کو حضرت علیؑ کے لئے فرمایا (ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴ میں یہ روایت حوالہ مسند امام احمد

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے اور خصائص نسائی ص ۸۵ ذکر فرق بین المومن و المنافق میں ہے کہ

ابانہ احمد بن شعیب قال اخبرنا ابو کریب محمد بن

العلاء الکوفی قال حدثنا معاویہ عن الاعمش عن عدی بن

ثابت عن ذر بن جیش عن علی قال و الذی فلق الحبة و براء

النسمہ انه لعهد النبی الامی صلی اللہ علیہ و سلم لا یحبنی الا

مومن و لا یبغضنی الا منافق .

خبر دی ہم کو احمد بن شعیب نے انھوں نے کہا خبر دی ابو کریب محمد

بن علاء کوئی نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی معاویہ نے ان سے اعمش نے ان سے عدی لکن ثابت نے ان سے ذر بن جیش نے ان سے حضرت علیؑ نے آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جو دانہ پھاڑ کر درخت کو ظاہر کرتا ہے اور آدمی کو پیدا کرتا ہے مجھ سے آنحضرتؐ نے عہد کیا ہے کہ مجھے سوائے مومن کے اور کوئی دوست نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے اور کوئی مجھ سے بغض نہیں رکھے گا۔

اسی مضمون کی دو حدیثیں اور بہ تغیر اسناد و الفاظ خصائص نسائی میں موجود ہیں ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴ میں حوالہ صحیح مسلم، سنن ابو حاتم و سنن ترمذی میں موجود ہیں اور اس میں ترمذی کا یہ قول بھی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے موجود ہے اور حوالہ ابن فارس حادث ہمدانی بھی حضرت علیؑ سے یہی روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے خطبہ میں برسر منبر بعد حمد و صلوٰۃ یہ فرمایا تھا۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۸ بروایت ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ بھی موجود ہے اور ص ۳۹۳ میں بروایت حمیدی و ابن ابی شیبہ و امام احمد و عدنی و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حلیہ الاولیاء لابی نعیم و ابن عاصم بھی موجود ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴ میں ہے کہ

و عن جابر ابن عبد الله قال ما كنا نعرف المنافقين الا
ببغضهم عليا اخرجهم احمد في المناقب و اخرجهم الترمذی عن
ابی سعيد و لفظه قال انا كنا نعرف المنافقين نحن معشر

الانصار بیغضہم علی بن ابی طالب و عن ابی ذر قال المنافقین
 علی عهد رسول اللہ الا بثلاث بتکذیبہم اللہ و رسوله و التخلف
 عن الصلوٰۃ و بغضہم علی بن ابی طالب اخرجہ ابن شاذان .
 حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ منافقین کو ہم محض
 حضرت علی کے بغض سے پہچانتے تھے اسے امام احمد نے مناقب میں
 روایت کیا ہے اور ترمذی نے ابو سعید سے ان الفاظ کے ساتھ کہ ہم گروہ
 انصار منافقین کو حضرت علی سے بغض کی وجہ سے جانتے تھے اور ابو ذر
 غفاری کہتے ہیں کہ ہم منافقین کو آنحضرت کے زمانہ میں تین باتوں سے
 جانتے تھے۔ اللہ و رسول کو جھٹلانے سے اور نماز چھوڑ دینے سے اور
 حضرت علی سے بغض ظاہر کر دینے سے ابن شاذان سے اسے روایت کیا
 ہے۔

امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری
 مستدرک جلد ۳ ص ۱۳ میں لکھتے ہیں کہ

اخبرنی احمد بن عثمان بن یحییٰ ابن المقرئ حدثنا ابو
 بکر بن ابی العوام الریاحی حدثنا ابو زید سعید بن اوس
 الانصاری حدثنا عوف بن ابی عثمان النهدی قال قال لسلمان
 ما اشد حبک لعلی قال سمعت رسول اللہ یقول من احب علیا
 فقد احبنی و من ابغض علیا فقد ابغضنی هذا حدیث صحیح
 علی شرط الشیخین و لم یخرجاه .

مجھ کو احمد بن عثمان بن یحییٰ نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے ابو بکر بن ابی العوام ریاحی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو زید سعید بن اوس انصاری نے حدیث بیان کی کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمان فارسی سے کہا کہ تم علیؑ کو بہت زیادہ کیوں دوست رکھتے ہو انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علیؑ کو دوست رکھے گا وہ مجھ کو دوست رکھے گا اور جو علیؑ سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا یہ حدیث بہ شرط شیخین صحیح ہے اور ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۸ میں ہے کہ

محبك محبى و مبغضك مبغضى قال له لعلی (طبرانی

عن سلمان).

اخرجه ابن خالويه عن ابى سعيد الخدرى قال قال

رسول الله لعلی حبك ايمان و مبغضك نفاق و اول من يدخل

الجنة محبك و اول من يدخل النار مبغضك .

تیرا محبت میرا محبت تیرا بغض میرا بغض ہے یہ آپ نے حضرت

علیؑ کے لئے فرمایا اور طبرانی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔

ابن خالویہ بروایت ابو سعید خدری لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے

حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض نفاق ہے

جنت میں سب سے پہلے تمہارے محبت داخل ہوں گے اور دوزخ میں

سب سے پہلے تمہارے دشمن داخل ہوں گے۔

شیخ سلیمان حنفی بلخی قدوسی نے ینابیع المودۃ باب سادس ص ۴ بیان بغض علی من علامات النفاق میں محوالہ مسند امام احمد و ترمذی و نسائی و طبرانی و زوائد المسند لعبد اللہ بن احمد و ابن ماجہ و ابو نعیم و مشکوٰۃ المصابیح احادیث مرقومہ بالا لکھ کر ابو نعیم کا یہ قول لکھا ہے۔

قال ابو نعیم هذا حدیث صحیح رواه جماعة و قال ابن عبد البر فی الاستیعاب و روت طائفه من الصحابه ان رسول الله قال لعلی لا یحبک الا مومن و لا یبغضک الا منافق .

ابو نعیم کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے ابن عبد اللہ استیعاب میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ سوائے مومن کے تم کو کوئی دوست نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے تم سے کوئی دشمنی نہیں رکھے گا۔ ۱۰

۱۰۔ ارباب انصاف بتائیں جو شخص حدود مملکت اسلامیہ کے بھر بھر امیروں پر حضرت علیؑ کو سب و شتم ہو رہا ہو وہ حضرت علیؑ کا دشمن تھا یا نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دشمن نہیں تھا اور جب دشمن تھا تو پھر اس کے ذمہ منافقین میں داخل ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ احادیث صحیحہ جنہیں صحاح و مسانید میں مشہور ترین علماء و محدثین نے نقل کیا ہے کس میں ہمت ہے کہ انہیں رد کر سکے اور جب یہ رد نہیں کی جاسکتی ہیں تو خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی اگر اس میں بغض علیؑ پایا جائے گا تو وہ یقیناً منافق ہوگا۔ اور جو لوگ ایسے منافقین کی حمایت کریں گے وہ بھی انہیں کے ساتھ مشہور ہوں گے اختصار مانع ہے ورنہ ہم اور حوالہ بھی اسی طرح کی روایات کے قلم بند کرتے۔

متعلق باذیت

علامہ سیوطی نے جو زی تذکرہ خواص الامہ ص ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ
 حدیث فی قوله علیه السلام من اذی علیا فقد اذانی قال
 احمد فی الفضائل حد ثنا یعقوب عن ایبہ عن محمد بن اسحق
 عن الفضل بن معقل بن سنان عن عبید اللہ بن دینار الاسلمی عن
 عمرو بن شاس قال خرجت مع علی الی الیمن فجفانی جفوة
 فلما قدمت المدینہ اظہرت شکایتہ فی المسجد فبلغ ذلك
 رسول اللہ فدخلت یوما المسجد هو فجعل فی جماعۃ من
 اصحابہ فجعل یحدنی النظر ثم قال اما و اللہ لقد اذیتنی فقلت
 اعوذ باللہ ان اوذک یا رسول اللہ فقال ما علمت ان من اذی
 علیا فقد اذانی و هذا حدیث سالم من الطعن و قد روى سعید
 بن المسیب عن عمر انه سمع رجلا یذکر علیا بشر فقال و یلک
 یرف من فی هذا القبر و اشارا فی قبر رسول اللہ فسکت الرجل
 فقال عمر فیہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اذا اذیت علیا
 فقد اذیتہ.

حدیث آنحضرتؐ کے اس ارشاد کی کہ جس نے علیؑ کو تکلیف دی
 اس نے مجھ کو تکلیف دی امام احمد نے فضائل میں کہا ہم سے حدیث بیان کی
 یعقوب نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن اسحق نے ان سے فضل

بن مفضل بن سنان نے ان سے عبید اللہ بن دینار اسلمی نے ان سے عمرو بن شاس نے کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا مجھ کو ان سے رنج پہنچا جب میں مدینہ واپس آیا تو مسجد میں بیٹھ کر میں نے شکایت کی اس کی خبر آنحضرتؐ کو پہنچی ایک روز میں مسجد میں آیا تو آنحضرتؐ جماعت صحابہ کے ساتھ تشریف فرماتھے آپ نے بہت تیز نظر مجھ پر ڈالی پھر فرمایا آگاہ ہو خدا کی قسم تم نے مجھے تکلیف دی میں نے عرض کیا کہ آپ کو یا رسول اللہؐ تکلیف دینے سے میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں پھر حضرت نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جس نے علیؑ کو تکلیف دی اس نے مجھ کو تکلیف دی یہ حدیث طعن سے سالم ہے اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت علیؑ کی برائی کر رہا تھا آپ نے فرمایا افسوس کیا تو اس قبر والے کو پہچانتا ہے اور آنحضرتؐ کی قبر کی طرف اشارہ کیا وہ مرد چپ ہو رہا حضرت عمر نے فرمایا اس میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں جب تم نے علیؑ کو تکلیف دی تو درحقیقت آنحضرتؐ کو تکلیف دی۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰ میں بھی عمرو بن شاس والی حدیث حوالہ ابن ابی شیبہ وابن سعد و امام احمد و تاریخ بخاری و طبرانی و حاکم موجود ہے۔
متدرک للحاکم جلد ۳ ص ۱۲۲ میں یہ حدیث بھی بہ تغیر روایت و الفاظ موجود ہے جس کے آخر میں ہے کہ

هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه۔

یہ حدیث سندوں کی وجہ سے صحیح ہے بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اس کے ذیل میں علامہ ذہبی تلخیص المستدرک میں لکھتے ہیں ”صحیح“ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۲۵ میں بھی بروایت امام احمد و ابو حاتم موجود ہے اور بعض کتابوں میں بحوالہ استیعاب لابن عبد البر و امام احمد موجود ہے اور بروایت ابو یعلیٰ و بزاز یوں ہے کہ

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله من اذا عليا فقد اذاني .

عن عروة ابن الزبير ان رجلا وقع في علي بن ابی طالب بمحضر من عمر فقال عمر اتعرف صاحب هذا القبر هذا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب و علي بن ابی طالب بن عبد المطلب لا تذكر عليا الا لخير فانك ان تنقصه اذيت صاحب هذا في قبره صلى الله عليه و سلم اخرجہ احمد في المناقب و ابن السمان في الموافقه . (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۷)

اخرجہ ابن السبوع في الشفا عن مصعب بن ابی وقاص قال كنت انا و رجلا في المسجد فتنا و لا عليا فاقبل رسول الله غضبان اعرف في وجهه الغضب فقلنا نعوذ بالله من غضب رسول الله فقال لي و لكم من اذى عليا فقد اذاني .

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھ کو تکلیف دی۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کی موجدگی میں حضرت علیؑ کو برا کہا حضرت عمر نے فرمایا کیا تم ان صاحب قبر کو جانتے ہو یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور یہ علی بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلب ہیں تم علیؑ کا ذکر بجز خیر کے اور نہ کیا کرو اور اگر تم نے ان کی تنقیص کی تو تم نے ان صاحب قبر رسول اللہؐ کو اذیت دی امام احمد نے مناقب اور ابن السمان نے کتاب الموائفہ میں اس کی تخریج کی ہے۔

ابن السبوع شفا میں بروایت مصعب بن ابی وقاص لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دو آدمیوں کے ساتھ مسجد میں تھا وہ دونوں حضرت علیؑ کے ساتھ لڑنے لگے اتنے میں آنحضرتؐ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ایسا کہ آپ کے چہرہ اقدس سے غضب کے آثار نمایاں تھے میں کہنے لگا کہ خدا اپنے رسولؐ کے غضب سے مجھے پناہ میں رکھے پس میرے اور تمہارے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔

متعلق بہ سب

جس نے حضرت علیؑ پر سب کی اس نے آنحضرتؐ پر سب کی سب کے معنی لغت میں دشنام یعنی گالی دینے کے ہیں ملاحظہ ہو منتہی الارب جلد ۲ ص ۲۸۸۔

۱۰ فتاویٰ علیا کا ترجمہ حضرت علیؑ کے ساتھ لڑنے لگے تسارع سے خالی نہیں صحیح ترجمہ یہ ہے کہ وہ دونوں حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے لگے۔ س۔ ر۔ خ۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من سب علیا فقد سبني و من سبني فقد سب الله

(احمد و الحاکم عن ام سلمه) ۱۔

- ۱۔ محدثین اہل سنت نے ممانعت سب و شتم حضرت علیؑ کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد کی ہیں۔
- (۱) حدیث مرفوع ہے جسے علامہ سلیمان قدوسیؒ نے یتالیع المودعہ ص ۲۳۶ پر نقل کیا ہے۔
- (۲) ابو عبد اللہ جدلیؒ کی روایت ام المؤمنین ام سلمہ سے منقول ہے جسے حسب ذیل چوبیس علماء و محدثین نے نقل کیا ہے۔
- ۱۔ مناقب علامہ حافظ احمد بن حلیل متوفی ۲۲۰ھ نے مناقب ج ۲ ص ۱۰۰۔
- ۲۔ خصائص علامہ ابو عبد الرحمن احمد بن علی بن شیبہ نسائی متوفی ۳۰۳ھ مخطوط ص ۲۳ جو متن کتاب میں مذکور ہے۔
- ۳۔ مستدرک علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۳۵۹ھ ج ۳ ص ۱۲۱۔
- ۴۔ مناقب علامہ الخطب نوار زم مذکور ص ۸۹۔
- ۵۔ علامہ محبت الدین طبری مذکور ج ۲ ص ۱۶۶۔
- ۶۔ ذخائر العقبیٰ محبت الدین طبری مذکور ص ۶۵۔
- ۷۔ علامہ حموی مذکور مخطوط۔
- ۸۔ تاریخ الاسلام علامہ ذہبی مذکور ج ۲ ص ۱۹۷۔
- ۹۔ تلخیص المستدرک علامہ ذہبی مذکور ج ۳ ص ۱۲۱۔
- ۱۰۔ البدایہ والنہایہ علامہ عماد الدین لکن کثیر دمشقی متوفی ۷۴۷ھ ج ۷ ص ۳۵۴۔
- ۱۱۔ مجمع الزوائد علامہ نور الدین علی بن ابی بکر ہتیمی ج ۹ ص ۱۲۹۔
- ۱۲۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ص ۶۷۔
- ۱۳۔ مشکاۃ المصابیح علامہ خطیب محمد بن عبد اللہ تبریزی متوفی ۵۶۵ھ۔
- ۱۴۔ جامع صغیر علامہ سیوطی ج ۲ ص ۵۲۵۔
- ۱۵۔ صواعق محرقة علامہ لکن حجر عسقلانی ص ۷۷۔
- ۱۶۔ علامہ ابو الیقظان شیخ ابو الحسن کازرونی (جیسا کہ مناقب کا شی ص ۲۳ پر مذکور ہے)
- ۱۷۔ اخبار الدول و اثار الاول علامہ شیخ محمد عبد العظیم بن ابی القحاح اسحاق ص ۱۰۲۔
- ۱۸۔ البیان والتعریف علامہ لکن حمزہ حسینی ج ۲ ص ۲۱۸۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

جس نے علیؑ پر سب کی اس نے مجھ پر سب کی اور جس نے مجھ پر

- (پچھلے صفحہ کا باقی) ۱۹۔ اسحاق الراغبین علامہ محمد صبان متونی ص ۱۷۶۔
- ۲۰۔ مناقب النبی علامہ محمد معتد خال بد خشئی ص ۶۳۔
- ۲۱۔ ینایبع المودۃ علامہ قدوزی ص ۳۸ دص ۷۸ ا دص ۲۸۲۔
- ۲۲۔ القول الفصل علامہ علوی المن طاہر حداد مصر طبع ۲۲ ص ۱۰۔
- ۲۳۔ الفتح الکبیر علامہ شیخ یوسف بہمانی ج ۳ ص ۱۹۶۔
- ۲۴۔ ارجح المطالب علامہ عبید اللہ امرتسری ص ۵۱۶۔
- (۳) عبد اللہ المن عباس کی روایت ہے جسے حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔
- ۱۔ فردوس الاخبار علامہ ابو شجاع شہر دارین شیرویہ فناخسرو دہلی ص ۲۳۔
- ۲۔ مناقب علامہ اخطب خوارزم ندکور ص ۸۱۔
- ۳۔ بحر المناقب علامہ محمد بن احمد حنفی موصلی ص ۷ مخطوط۔
- ۴۔ ریاض النضرہ علامہ محبت الدین طبری مذکور ج ۲ ص ۱۶۶۔
- ۵۔ ذخائر العقبیٰ علامہ محبت الدین طبری مذکور ج ۲ ص ۶۵۔
- ۶۔ فرائد السمطین علامہ حموی ندکور مخطوط۔
- ۷۔ نظم در السمطین علامہ محمد بن یوسف زرنندی ص ۱۰۵۔
- ۸۔ منتخب کثر العمال علی متقی مذکور حاشیہ مستدرج ص ۳۰۔
- ۹۔ مناقب علامہ عبد اللہ شافعی ص ۴۷ مخطوط۔
- ۱۰۔ اربعین حدیثا علامہ مولیٰ علی قاری ص ۵۷۔
- ۱۱۔ مناقب کاشی ص ۶۷ جسے علامہ ابوالحسن کازرونی سے نقل کیا ہے۔
- ۱۲۔ ینایبع المودۃ علامہ قدوزی ص ۷۷ دص ۲۰۵۔
- ۱۳۔ نور الابصار علامہ سید محمد موسیٰ حسینی ہشتی ص ۱۰۱۔
- ۱۴۔ الشرف الموبد علامہ شیخ یوسف بہمانی بروقی ص ۱۱۲۔
- ۱۵۔ ارجح المطالب علامہ عبید اللہ امرتسری ص ۵۱۷۔
- (۴) حدیث حضرت علیؑ اس روایت کو علامہ سلیمان قدوزی نے ینایبع المودۃ ص ۵۲ پر نقل کیا ہے۔
- (۵) حدیث سعد بن ہالد خصائص امام نسائی ص ۷۷ میں مذکور ہے۔
- (۶) حدیث ابو ہریرہ جو کثر العمال ج ۶ ص ۲۰۵ پر مذکور ہے۔
- (۷) حدیث زید بن خالد جن کا ذکر ابو ہریرہ کے ساتھ کثر العمال ج ۶ ص ۲۰۵ والی روایت میں مذکور ہے جس کو متن میں نقل بھی کیا گیا ہے۔

سب کی اس نے خدا پر سب کی (امام احمد و حاکم نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے)۔

ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی کتاب الخصال ص ۷۶ میں لکھتے ہیں کہ

ابانا احمد بن شعیب قال اخبرنا العباس بن محمد دوری قال حدثنی یحییٰ بن ابی بکر قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحق عن ابی عبد اللہ جدلی قال دخلت علی ام سلمہ فقالت انسب رسول اللہ تفو قلت سبحان اللہ او معاذ اللہ قالت سمعت رسول اللہ من سب علیا فقد سبنی .

ہم کو احمد بن شعیب نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عباس بن محمد دوری نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے یحییٰ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی ان سے ابو اسحاق نے ان سے ابو عبد اللہ جدلی نے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے یہاں آیا وہ مجھ سے فرمانے لگیں کیا تم رسول اللہ پر سب کرتے ہو اس سے چو میں نے سبحان اللہ یا معاذ اللہ کہا (تعجب میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے) ام سلمہ فرمانے لگیں میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے جس نے علیؑ پر سب کیا اس نے مجھ پر سب کی۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۱۲۱ میں ان سندوں

سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابو جعفر احمد عبید ہمدانی احمد بن موسیٰ بن اسحاق تمیمی جندل بن
واثق بکر بن عثمان مجلی ابو اسحاق تمیمی۔ ابو عبد اللہ جدلی۔ اس روایت میں کچھ
الفاظ زائد ہیں آخر میں اتنا اور ہے کہ من سببنی فقد سب اللہ یعنی جس
نے مجھ کو گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔

دوسری حدیث میں ہے احمد کامل قاضی محمد بن سعد رومی۔ یحییٰ
بن بکیر اس روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اسناداً صحیح ہے بخاری و
مسلم نے اسے روایت نہیں کیا ہے ذہبی نے بھی تلخیص میں اسی حدیث کو
صحیح لکھا ہے۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۲۰۱ میں یہ روایت حوالہ مصنف ابن ابی شیبہ
مرقوم ہے اور ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۶ میں حوالہ مسند امام احمد بن
حنبل موجود ہے۔

خصائص نسائی ص ۷۷ میں ہے کہ

انبانا احمد بن شعيب قال اخبرنا عبد الا على بن واصل
بن عبد الا على الكوفي قال حدثنا جعفر بن عون عن شفيق بن
ابي عبد الله قال حدثني جعفر بن ابي بكر بن خالد قال رأيت
سعد بن مالك بالمدينة فقال ذكرني انكم تسبون عليا فقلت قد
فعلنا قال لعلك سبة قلت معاذ الله قال لا تسبه فلو وضع
المنشار على مفرقي على ان اسب عليا ما اسبه بعد ما سمعت
من رسول الله الترغيب في موالاته و الترهيب من معاداته.

خبر دی ہم کو احمد بن شعیب نے وہ کہتے ہیں ہم کو خبر دی عبد الاعلیٰ بن واصل بن عبد الاعلیٰ کوفی نے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی جعفر بن عون نے ان سے شفیق بن ابی عبد اللہ نے وہ کہتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی جعفر بن ابی بکر بن خالد نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن مالک کو مدینہ میں دیکھا انھوں نے مجھ سے کہا کہ لوگوں نے تمہارے متعلق مجھ سے ذکر کیا کہ تم حضرت علیؑ کو برا کہتے ہو میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگے تم آنحضرتؐ کو بھی برا کہتے ہو گے میں نے کہا معاذ اللہ مجھ سے ایسا فعل سرزد نہیں ہو سکتا چاہے میرے سر پر آرا بھی چلا دیا جائے اس بارہ میں کہ میں حضرت علیؑ کو سب کروں تو میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ میں نے آنحضرتؐ سے ان کی دوستی کے متعلق ترغیب کے بارہ میں اور ان کی دشمنی کے ممانعت کے بارے میں سنا ہے۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۵ میں اس مضمون کی دو حدیثیں بحوالہ ابن جریر والبن ابی شیبہ وبقی بن مخلد موجود ہیں۔

و عن ابی ہریرہ و زید بن خالد قالا قال رسول اللہ لا

تسبوا علیا فانہ کان ممسوسا فی ذات اخرجہ الدیلمی

و عن ابن عباس قال قال رسول اللہ من سب علیا فقد

سبنی و من سبنی فقد سب اللہ و من سب اللہ ادخلہ النار و لہ

۱۰۰ یہاں پر لاتبہ کا ترجمہ محذوف ہے عبارت یہ ہونا چاہئے "سعد بن مالک نے کہا حضرت علیؑ کو برا نہ

عذاب مہین اخرجہ الدیلمی .

وعن ابن عباس انه مر بعد ما حجب بصره بمجلس من مجالس قریش و هم یسبون علیا فقال لقائده ما سمعت هؤلاء یقولون قال سبوا علیا قال فردنی الیهم فردہ قال ایکم الساب للہ قالوا سبحان اللہ من سب اللہ فقد اشرك قال ایکم الساب لرسول اللہ قالوا سبحان اللہ من سب رسول اللہ فقد کفر قال فایکم الساب لعلی قالوا ما هذا فقد کان قال انا اشهد باللہ سمعت رسول اللہ یقول من سب علیا فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللہ و من سب اللہ عز و جل اکبه اللہ علی منخره اخرجہ ابو عبد اللہ الملاء . (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۶)

ابو ہریرہ وزید ابن خالد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ پر سب نہ کرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہیں دیلمی نے اسے روایت کیا ہے۔

اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ پر سب کی اس نے مجھ پر سب کی اور جس نے مجھ پر سب کی اس نے خدا پر سب کی جس نے خدا پر سب کی دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس کے لئے سخت اہانت والا عذاب ہے دیلمی نے اسے روایت کیا ہے۔

اور مروی ہے کہ حضرت ابن عباس اندھے ہونے کے بعد قریش کی ایک مجلس سے گذرے وہ لوگ حضرت علیؑ پر سب کرتے تھے

ابن عباس نے اپنے ساتھی سے کہا کیا تم نے بھی سنا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ پر سب کرتے ہیں انھوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا مجھ کو ان کے پاس لے چلو وہ لے گئے ابن عباس ان لوگوں سے کہنے لگے تم میں سے کون خدا پر سب کرتا ہے سب نے کہا جو خدا پر سب کرے وہ مشرک ہے پھر فرمایا کہ تم میں سے رسول اللہؐ پر کون سب کرتا ہے انھوں نے کہا جس نے رسول اللہؐ پر سب کی وہ کافر ہوا پھر فرمایا کہ کون ہے جو علیؑ پر سب کرتا ہے سب نے کہا یہ ضرور ہوتا ہے۔ ابن عباس کہنے لگے میں بہ قسم کہتا ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علیؑ پر سب کی اس نے مجھ پر سب کی اور جس نے مجھ پر سب کی اس نے اللہ پر سب کی اور جس نے اللہ پر سب کی تو اللہ اس کو منہ کے بھل دوزخ میں گرائے گا ابو عبد اللہ ملا (عمر) نے اسے روایت کیا ہے (تمام ہوئی عبارت مناقب المرتضیٰ)

ممانعت سب و شتم حضرت امیر علیہ السلام کی روایات کو بہت سے علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے جن میں سے پندرہ کے اسمائے گرامی کو ہم اس سے قبل حاشیہ میں ذکر کر چکے ہیں یہ ایک ہی روایت نہیں ہے بلکہ متعدد روایات ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن میں حضرت ابن عباس نے ممانعت سب و شتم حضرت امیرؑ کے بارے میں حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی ہے کچھ روایتیں وہ ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ ابن عباس نابینا ہو چکے تھے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کے گذر رہے تھے کہ قریش یا کسی اور گروہ کو حضرت امیرؑ کو سب و شتم کرتے سنا اور رک کر سوال

و جواب کر کے حدیث نبی اکرمؐ بیان کی کہ حضرت علیؑ کا بھی سب و شتم پروردگار عالم کا سب و شتم ہے یہ بھی متعدد بار پیش آیا ایک میں رہبرِ عکرمہ ان کا غلام تھا ایک میں رہبرِ سعید بن حمیر تھے چند روایتیں ایسی ہیں جن میں رہبر کا ذکر نہیں ہے مناقبِ اخطب خوارزم اور مناقبِ مغازی میں جو روایت ہے اس کے راوی عبد اللہ کے بیٹے علیؑ ہیں انھوں نے ذکر کیا ہے کہ (مذکورہ بالا گفتگو اور حدیث رسول اکرمؐ بیان کرنے کے بعد) جب پلٹے تو مجھ سے دریافت کیا کہ فرزند تم نے ان لوگوں کی کیا حالت دیکھی میں نے ایک شعر نظم کر کے پڑھا (جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے) کہ

”ان لوگوں نے (غصہ سے) آپ کو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے دیکھنا شروع کیا جس طرح ذبیحہ قصاب کی چھری کو دیکھتا ہے“ یہ شعر سنتے ہی کہنے لگے اے بیٹا تجھ پر تیرا باپ فدا ہو جائے اور شعر پڑھو میں نے فوراً یہ شعر نظم کر کے پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”وہ آنکھیں جھکائے منہ لٹکائے اس طرح دیکھ رہے تھے جس طرح کوئی حقیر ذلیل و خوار کسی غالب انسان کو دیکھ رہا ہو“ کہنے لگے تیرا باپ تجھ پر فدا ہو جائے اور شعر پڑھو میں نے عرض کیا اب میری سمجھ میں کوئی شعر نہیں آتا ہے فرمانے لگے میرے پاس اور شعر ہے (چنانچہ اسی بحر و قافیہ میں حسب ذیل شعر پڑھا) جس کا حاصل ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

”ان میں کے زندہ لوگ مردوں کے لئے باعثِ ننگ و عار ہیں اور

جو لوگ مر چکے ہیں وہ زمانہ گذشتہ میں رسوا و بدنام تھے۔“ (مناقب

خوارزمی ص ۸۱)

یہ تمام روایات یہ بتاتی ہیں کہ سب و شتم حضرت علی علیہ السلام سب و شتم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت پر سب و شتم پروردگار عالم پر سب و شتم ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا پر سب و شتم کرنا بائناق علماء فریقین موجب کفر و شرک ہے بلکہ جناب علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن شیخ عبد الحلیم معروف بان تہیہ تو اس موضوع پر چھ سو صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے اور واضح و روشن دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سرور عالم کا سب و شتم کرنے والا کافر و واجب القتل ہے چونکہ یہ اختلافی مسئلہ نہیں اس لئے ہم ان کے دلائل تحریر نہیں کرتے ہیں جب آنحضرت پر سب و شتم موجب کفر ہے ایسا شخص واجب القتل ہے تو ذرا نظر انصاف سے دیکھو اور بتاؤ کہ جو حضرت علی کو سب و شتم کرے اس کے بھی احکام وہی ہوں گے جو شاتم (گالی دینے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔

حیرت ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں یہ سب کچھ اسلامی منبروں پر ہوتا رہا اور وہ لوگ ٹک ٹک دیکھتے رہے اور سوائے چند کے کسی نے اس کے خلاف صدائے احتجاج نہیں بلند کی نہ خطیب کو بالائے منبر ٹوکا نہ ان ظالموں کو کوئی سزا ہی دی۔

اچھا اگر ان احادیث کا لحاظ نہیں کیا تھا تو کم از کم آپ کو صحابی پیغمبر اسلام ہی سمجھ لیا ہوتا اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی اسی کتاب میں ممانعت سب صحابہ پر ص ۵۷۲ سے ص ۵۹۳ تک ایک مفصل بحث تحریر کی ہے اور اپنے پورے زور قلم کو صرف کر دیا ہے اور استدلال میں آیات قرآنی احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اقوال صحابہ و تابعین و علماء کو ایک جامع کر دیا ہے۔ انداز تحریر بلکہ ان کا صریح و صاف قول یہ بتاتا ہے کہ اس فصل کو صرف شیعوں کو مطعون کرنے کے لئے تحریر کیا ہے جن کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ حضرت علی کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلا فصل و امام منصوص من اللہ مانتے ہیں اور غاصبین حقوق اہل بیت سے اظہار امت و بیزاری کرتے ہیں اس سلسلہ میں قلم کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ص ۵۷۵ پر تحریر کرتے ہیں بطور یقین کوفہ و غیر کوفہ کے فقہا کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص صحابہ کو سب کرے وہ قابل قتل ہے اور رافضی کافر ہیں محمد بن یوسف قریبانی نے کہا ہے کہ جو شخص ابو بکر کو سب و شتم کرے اس کے لئے کیا کیا جائے تو انھوں نے کہا وہ کافر ہے دریافت کیا گیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے کہا نہیں دریافت کیا گیا وہ تو لا الہ الا اللہ کہتا ہے پھر کیا کیا جائے جو اب دیا خبر دار اس کے جنازہ کو ہاتھ نہ لگانا لکڑی سے ڈھکیلی کر جنازہ کو قبر میں گرا دو اور قبر بند کر دو۔

احمد بن یونس کہتے ہیں کہ اگر یہودی اور رافضی بحریاں ذبح کریں تو

میں ذبیحہ یہودی کھالوں گا مگر رافضی کے ذبیحہ کو نہیں کھاؤں گا اس لئے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔

اسی طرح ابو بکر بن ہانی نے کہا ہے کہ قدر یہ اور روافض کا ذبیحہ نہ کھاؤ جس طرح مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جاتا حالانکہ صاحبان کتاب کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے اس لئے یہ لوگ مثل مرتد اور اہل ذمہ کے ہیں وہ اپنے دین پر باقی رکھے جائیں گے اور ان سے جزیہ لیا جائے گا اسی کو فہ کے بڑے علماء میں سے عبد اللہ بن ادریس نے کہا کہ رافضی کے لئے حق شفعہ نہیں ہے یہ تو صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ فضیل بن مرزوق نے کہا کہ میں نے حسن بن حسن کو کہتے سنا ہے کہ وہ ایک رافضی سے کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم تیرا قتل تقرب پروردگار عالم کا سبب ہے میں صرف جائز ہونے کے سبب سے اس سے باز رہتا ہوں۔

ارباب انصاف غور کریں پچھارے شیعہ تو اتنے برے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے وہ مرتد نہیں کافر ہیں ان کے ساتھ کافر ذمی ایسا برتاؤ کیا جائے ان سے جزیہ لیا جائے ان کا قتل تقرب پروردگار عالم کا ذریعہ ہو لیکن جو قوم مسلمانوں کے مسلم الثبوت خلیفہ پر بقول تاریخ خمیس ۹۹ھ سے چوراسی برس چار ماہ قبل سے سب و شتم کر رہی ہو ہر روز خطبہ جمعہ میں اس کی طرف الحاد اور دین خدا سے روکنے کی نسبت دیتی ہو اس کی تعظیم تو قیر کی جائے۔ اس کے اجتہاد کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا جائے اس کے فضائل و محامد بیان کئے جائیں کاش حضرت علی کے کارناموں سے

قطع نظر کر کے اسی سبب سے معاویہ ابن ابی سفیان اور اس کے تابعین اور عمر بن عبد العزیز سے قبل کے خلفاء بلکہ کل مملکت اسلامیہ کے مسلمانوں سے یہی کہا جاتا کہ حضرت علیؑ کو سب و شتم نہ کرو اس لئے کہ وہ صحابی رسولؐ ہیں لیکن یہ دیکھ کر تمہارے حیرت کی انتہا نہ رہے گی کہ مکہ کی مقدس سر زمین اور مدینہ کا پاکیزہ خطہ بلکہ مسجد الحرام و مسجد نبویؐ بھی اس نجاست سے محفوظ نہ رہ سکی۔ قبر رسولؐ کے بالکل سامنے منبر پر خطیب جا کر حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتا تھا اور مسلمان اسے برداشت کرتے تھے اطمینان سے سنا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کی صحابینت اور ان کے کارناموں پر ادنیٰ توجہ نہیں کرتے تھے۔ نہ ان کو مرتد و کافر کہانہ ان کو قابل جزیہ قرار دیا نہ ان کے ذبح سے اجتناب کیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؑ کا نام نشان مٹ جائے اور ان کے شیعہ صفحہ ہستی پر نہ رہنے پائیں۔

اس سے بھی حیرت انگیز رویہ محدثین و علماء اہل اسلام کا ہے کہ جنہوں نے چشم خود اور اوراق تاریخ و کتب احادیث میں ایک طرف حضرت امیرؑ کے عدیم المثال کارنامے پڑھے اور دوسری طرف معاویہ اور اس کے قائم مقام خلفاء اور ان سب کے عمال کا سب و شتم میں مبالغہ دیکھا مگر ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے معاویہ کے ان افعال کو خطائے اجتہادی قرار دیا۔ اور خطائے اجتہادی قرار دے کر اسے اجر کا مستحق بھی قرار دے لیا۔ اب آئیے ہم آپ کے سامنے تاریخ و حدیث کا سینہ چاک کر کے وہ

واقعات رکھ دیں جو واضح الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ معاویہ کا حضرت امیرؓ سے جنگ کرنا بجز منبروں پر حضرت امیرؓ کو برا بھلا کہلوانا خطائے اجتہادی نہیں تھی بلکہ بغض و حسد و کینہ کی آگ جو دشمنان حضرت علیؓ کے سینے میں بھڑک رہی تھی وہ اس کا سبب تھی کہ حضرت امیرؓ سے جنگ کی جائے اور آپ پر سب و شتم کیا جائے اور دوسروں سے بھی گالیاں دلوائی جائیں۔

بغض و عناد یا خطائے اجتہادی

علماء فریقین میں سے کوئی اس سے منکر نہیں ہے کہ معاویہ شیعوں کو فنا کرنے کے لئے حضرت علیؓ علیہ السلام پر سب و شتم کرتا تھا اور لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ حضرتؓ کو برا بھلا کہیں آپ سے برأت و بیزاری کا اظہار کریں۔ اس لئے کہ یہ امر بطور تو اتر ثابت و محقق ہے۔ متعصب سے متعصب سنی بھی اس سے انکار کی مجال نہیں رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس پر ہر سہ ماہی تک زمانہ حکومت بنو امیہ میں عمل ہو تا رہا۔ اس لئے اس سے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ معاویہ خود اور اس کے حکم سے بہتر ہزار منبروں پر حضرت امیرؓ پر سب و شتم ہو تا رہا اختلاف اس میں ہے کہ آیا معاویہ کا یہ فعل بغض و عناد و دشمنی حضرت علیؓ سے تھا یا اس کی خطائے

اجتہادی تھی جس کے سبب سے وہ اس فعل فبیح کا مرتکب رہا۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز دہلوی مصنف تحفہ اثنا عشریہ اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے والے نے عداوت و بغض کے سبب سے جنگ کی ہے تو وہ علمائے اہل سنت کے نزدیک کافر ہے اس پر کل علماء کا اجماع ہے اہل سنت کا بھی یہی مذہب خوارج اور اہل نہروان کے بارے میں ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث کہ اے علیؑ تمہاری جنگ میری جنگ ہے اہل سنت کے نزدیک اسی جنگ پر دلالت کرتی ہے لیکن اس سے کفر لازم آتا ہے انھوں (خوارج و اہل نہروان) نے اسے اپنے اوپر لازم نہیں قرار دیا ہے اس لئے ان پر مرتد کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا چونکہ ان لوگوں کا شبہ بہت بے مغزاور مہمل ہے اور قرآن و احادیث متواتر کے قطعی دلیلوں کے مقابل میں نہیں ٹھہرتا ہے اس لئے ان کے عذر قابل قبول نہیں ہو سکتے اس لئے خوارج اہل سنت کے نزدیک احکام اثروی میں کافر ہیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعانہ کرنا چاہئے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے لیکن جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے جنگ عداوت کے سبب سے نہیں کی ہے بلکہ کسی فاسد شبہ یا باطل تاویل کے سبب سے لڑے ہیں جیسے اصحاب جمل و صفین پس یہ لوگ خطائے اجتہادی اور عقیدہ کے بطلان میں تو خوارج کے ساتھ ساتھ ہیں لیکن خوارج اور اصحاب جمل و صفین میں فرق یہ ہے کہ اصحاب جمل و صفین کی

خطائے اجتہادی اور اعتقاد میں فسق ان پر لعن اور ان کی تحقیر و تذلیل کو جائز نہیں قرار دیتا ہے اس لئے ان کی مدح میں قرآنی نص اور متواتر احادیث موجود ہیں اسلام میں سابقہ خدمات بھی پائے جاتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی اور سرسالی قرابت بھی پائی جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ کی عصمت کے بارے میں قرآن کی قطعی نص بلندی درجہ نبوت اس سے مانع ہے کہ ہم ان پر طعن یا ان کی تحقیر و تذلیل ان کے اس برتاؤ پر کریں جو انہوں نے اپنے بھائی جناب ہارون سے کیا تھا۔ جناب ہارون سے جناب موسیٰ کا یہ سلوک (کہ ان کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچا تھا) جلدی کے سبب سے اور بغیر سوچے سمجھے ہوا تھا اور جو کچھ کیا تھا للہ . فی اللہ (خوشنودی پروردگار عالم کے لئے کیا تھا) خواہش نفسانی اور اغراض دنیوی کے سبب سے نہیں کیا تھا و سوسہ شیطانی کے سبب جناب موسیٰ سے یہ فعل واقع ہوا تھا۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ جناب موسیٰ کے لئے یہ وہم و گمان بھی کریں۔ چونکہ صفین والوں کے لئے یقینی طور سے یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ و جدل و سب و شتم کو خواہشات نفسانی اور و سوسہ شیطانی کی وجہ سے کیا تھا اس وجہ سے ان کے بارے میں توقف اور خاموشی لازم ہے (گویا جمل والوں کے لئے صاحب تحفہ کے نزدیک قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ علیہ السلام سے جنگ خوشنودی پروردگار عالم کے لئے کی ہے) یہ توقف و خاموشی اس لئے ضروری ہے کہ عام صحابہ کی فضیلت قرآنی

آیات اور فضائل صحابہ کی روایات سے ثابت ہے بلکہ عام مومنین کی فضیلت میں جو آیتیں و حدیثیں ہیں ان میں بھی اصحاب صفین داخل ہیں اس لئے عفو پروردگار عالم سے امید کرنا چاہیے کہ صفین میں جو لوگ حضرت امیر علیہ السلام سے جنگ کر رہے تھے خدا ان کو نجات دے گا اور ان کی شفاعت بھی ہوگی۔ ہاں اگر شام کی جماعت میں سے کسی کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ بغض و عداوت حضرت امیرؓ رکھتا تھا اور اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ حضرت امیر علیہ السلام کو کافر کہتا تھا اور آپ پر سب و شتم و لعن کرتا تھا تو یقیناً ہم اس کو کافر کے مانند سمجھیں گے لیکن یہ مطلب اب تک روایت پیغمبر اسلامؐ سے ثابت نہیں ہوا ہے لیکن یقینی طور سے ان کا ایمان ثابت ہے اس لئے ہم (ان کے) اصل ایمان سے متمسک ہیں (حضرت علیؓ کے ان سب و شتم و لعن کرنے والوں کو مومن سمجھتے ہیں)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت علیؓ کو کافر کہنے والا یا آپ کے بہشتی ہونے کا منکر یا اوصاف علم و تقویٰ اور ع کے اعتبار سے آپ کے لائق خلافت ہونے کا منکر کافر ہے۔ چونکہ یہ باتیں (یعنی حضرت امیر علیہ السلام کو کافر سمجھنا وغیرہ) یقینی طور سے خوارج نہروان کے لئے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے اس لئے ہم ان کو کافر کہتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں (اہل صفین) سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے اس لئے ان کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ اس باب میں یہ تنقیح (قطعی فیصلہ) ہے مذہب اہل سنت کا اور یہی ان کے اصول کے مطابق بھی ہے اس لئے کہ کل اہل سنت کا

اجماع ہے کہ ضروریات دین کا منکر کافر ہے اور بلندی درجہ ایمان حضرت علی علیہ السلام اور آپ کا بہشتی ہونا اور لائق خلافت پیغمبر اسلام ہونا قرآن کی آیات قطعہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے لہذا اس کا منکر کافر ہوگا۔

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر بیہقی کتاب تطہیر الجناب بر حاشیہ صواعق محرقة ص ۹ پر فرماتے ہیں کہ

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے جو جنگ و جدل واقع ہوئی ہے وہ صرف دنیا کے لئے تھی لیکن آخرت میں سب صحابہ مجتہد ہوں گے اور ثواب کے مستحق ہوں گے بس فرق ثواب کی مقدار میں ہوگا اس لئے کہ جس نے اجتہاد کیا اور صحیح نتیجہ تک پہنچا جیسے علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے پیرو افراد تو ان کو دو بلکہ دس اجر ملیں گے لیکن جس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں غلطی کی جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ تو اس کے لئے صرف ایک اجر ہے اس لئے کہ یہ سب کے سب لوگ اپنے اپنے گمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ علوم کے سبب سے رضا و طاعت خدا کے لئے سعی و کوشش کرتے تھے اس لئے اگر تم فتنہ و فساد بدعت و رنج و غم میں دینی سلامتی چاہتے ہو تو اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

اسی کتاب کے صفحات ۳۱، ۳۹، ۴۱ پر بھی اسی طرح کے اقوال موجود ہیں جو دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح کے اقوال اور علماء کے بھی ملیں گے۔ واضح و روشن بات ہے کہ جب ہم نے ایسے خطا کار افراد

کے اجتہاد کو تسلیم کر لیا تو اب نہ انھیں دنیا میں گھانا ہے اس لئے کہ اس نے جس طرح بھی ہو سکا تحت خلافت پر قبضہ کر ہی لیا ہے اور دنیا کے خوب مزے بھی لوٹے ہیں ادھر کسی نے اعتراض کا درہ اٹھایا جو اب میں خطا اجتہادی کی طویل و عریض منقش چادر آجائے گی جس پر مظلوموں کے خون کے دھبے بھی ہیں ارباب حق کے حقوق چھیننے کے نقش و نگار بھی ہیں شریعت کے صریح احکام کی مخالفت کے بیل بوٹے بھی ہیں قرآنی احکام کی خلاف ورزی کے حسین و جمیل پھول بھی بنے ہیں مخالفت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار نشانات ہیں۔ نہ اجرت میں نقصان ہے اس لئے کہ ہر غلط کاری و نافرمانی قرآن و سنت و اجماع اور عدول حکمی خدا اور سول پر خطائے اجتہادی کا ٹھپہ لگا کر۔۔۔ کھر اجر تو آخر میں مل ہی جائے گا۔

چادر خطائے اجتہادی میں یہ بھی کمال ہے کہ وہ جس طرح مردوں کے قدم و قامت پر ٹھیک اترتی ہے اسی طرح عورتوں کے قدم و زیبا پر بھی موزوں و حسین معلوم ہوتی ہے مگر چادر خطائے اجتہادی کا مصداق بیان کرنے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ اجتہاد کتے کے ہیں اس کے شرائط کیا ہیں لیا عمد صحابہ میں شرائط اجتہاد مدون تھے یا نہیں کیا واقعہ ہے کہ کل صحابہ کا مجتہد ہونا ضروری ہے اور قول خطائے اجتہادی کا موجد کون ہے اور کس کے خون ناحق کو رائیگاں کرنے کے لئے یہ قول ایجاد کیا گیا تھا۔

چنانچہ علامہ صدیق حسن خاں کتاب حصول المامول ص ۱۸۲ سے ۱۸۴ تک بحث اجتہاد میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد لغت میں جہد سے موخوذ ہے اور جہد مشقت و طاقت کو کہتے ہیں اصطلاح میں تعریف اجتہاد یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں ظن حاصل کرنے کے لئے (استفراغ وضع کرے) اس حد تک کوشش کرے کہ پورے طور پر اولہ شرعیہ پر نظر کرے اور یہ محسوس کرے کہ نفس اس سے زیادہ حاصل کرنے سے عاجز ہے۔

اس لئے

مجتہد وہ فقیہ ہے جو اولہ شرعیہ سے حکم شرعی میں ظن حاصل کرنے کی پوری سعی و کوشش کرے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ بالغ و عاقل ہو اس میں ایک ایسا ملکہ پایا جاتا ہو جس سے وہ احکام کے ماخذ سے احکام کو حاصل کر سکتا ہو۔ مجتہد کو اجتہاد پر قوت چند شرائط کے بعد حاصل ہو سکتی ہے پہلے یہ کہ وہ نصوص کتاب و سنت سے باخبر ہو لیکن اگر وہ ان سے کسی کو نہ جانتا ہو تو مجتہد نہیں ہے۔

دوسرے مسائل اجماع سے باخبر ہو تیسرے زبان عرب کا عالم ہو چوتھے مسائل اجماع سے باخبر ہو پانچویں ناخ و منسوخ سے باخبر ہو۔

یہ اجتہاد کی تعریف اور اس کے شرائط ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ عہد صحابہ میں شرائط اجتہاد مدون ہی نہیں ہوئے تھے نہ اس کلمہ کو اصطلاحی حیثیت حاصل تھی بلکہ یہ کلمہ عہد صحابہ کے بعد فقہاء و محدثین

کی زبان پر آیا۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۵۰ھ نے باقاعدہ قواعد اجتہاد کا استعمال شروع کیا اور امام محمد بن اور یس شافعی نے اسے مہذب و مدون کیا اور بقول صاحب کشف الظنون ج ۱ ص ۸۹ علم اصول فقہ کی پہلی کتاب انھوں نے تصنیف کی۔

کل صحابہ مجتہد تھے اس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے اور نہ حدیث پیغمبر اسلام اور جن آیات و احادیث سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے ان کی تاویلات و معانی بعید از قیاس اور قابل اعتماد نہیں ہیں۔

اصل یہ ہے کہ جب علوم و کمالات اہل بیت طاہرین کی ضیاء پاشی نے ان کے مخالفین کو حیران و ششدر کر دیا تو اس کے جواب میں اجتہاد کی بنیاد رکھی گئی لیکن کجا وہی و خداداد علوم اہل بیت اور کج ارے و قیاس کی بنیاد پر استنباط کئے ہوئے احکام نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کورائے و قیاس میں پڑ کر صد ہاتھو کریں کھانا پڑیں پھر بھی علوم و کمالات باقر العلوم و صادق آل محمد علیہم السلام کے پاسنگ کونہ پہنچ سکے۔

جب اجتہاد کی باقاعدہ دوکان ج ہی گئی اور رے و قیاس و اجماع کے ذریعہ شریعت پر آفات آنے لگے تو وقت وہ آ گیا کہ کھرے کھوٹے کا امتیاز دشوار ہو گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اجتہاد کی بھی تقسیم کرنا پڑی چنانچہ علامہ حافظ ابو محمد علی بن حزم اندلسی طاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کتاب الاحکام فی اصول الاحکام ج ۸ ص ۳۸ پر فرمایا ہے کہ

مجتہد کی دو قسمیں ہیں ایک مصیب (صحیح فتویٰ دینے والا) اس کو
دو اجر ملیں گے دوسرے مخطی (غلط فتویٰ دینے والا) اور مخطی کی دو قسمیں
ہیں مخطی معذور اسے ایک اجر ملے گا وہ وہ ہے جس کے اجتہاد نے اسے اس
امر تک پہنچایا ہو کہ یہ بات اس کے نزدیک حق ہے اور مخطی غیر معذور وہ
ہے جسے اجر نہ ملے گا بلکہ وہ خطا کار و گنہگار ہے اور وہ وہ ہے کہ جو بات اس
کے نزدیک حق و صحیح ہے اس میں جان بوجھ کر غلطی کرے یا ایسی بات
کرے جس کے حق ہونے کی کوئی دلیل نہ پائی جاتی ہو۔

جب اجتہاد کی حقیقت اور اس کے شرائط و اقسام معلوم ہو گئے تو
اب آؤ اس پر نظر کریں کہ آیا اصحاب پیغمبر اسلام سب کے سب مجتہد تھے یا
نہیں۔ اصل یہ ہے کہ صحابی ہونا دلیل اجتہاد نہیں ہے ہو سکتا ہے ایک
شخص شرف صحبت رسول اللہ سے مشرف ہو مگر مجتہد نہ ہو اس لئے کہ
آنحضرت کی وفات کے وقت صحابہ کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی لیکن
ان میں سے سوائے حضرت علی کے کسی کے لئے یہ ادعا ہی نہیں کیا جاسکتا
کہ وہ کل شریعت کا عالم ہو اور تمام احکام خدا اور سول سے باخبر ہو بات یہ ہے
کہ سب صحابہ ہمہ وقت آنحضرت کی خدمت میں حاضر نہیں رہتے تھے
خصوصاً وہ صحابہ جن کو چند دنوں یا چند مہینوں اور برسوں، خدمت نبی کریم
میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہو ظاہر ہے کہ جب سے انھوں نے
زیارت کی ہوگی وہ اتنے ہی دنوں فیض حاصل کر سکتے ہیں اس لئے ان کے
لئے یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی نظر شریعت کے کل احکام پر تھی اور

جب کل احکام پر ان کی نظر نہیں تھی تو پھر وہ وقت ضرورت استفرارِ وسع کر کے فتویٰ کیوں کر دے سکتے تھے جب احادیث رسولؐ سے وہ کماحقہ باخبر نہیں تھے تو ان کو مجتہد کیوں کر کہا جاسکتا ہے اس لئے سب اصحاب کا مجتہد کہنا قول فاسد ہے اس کے صرف ہم ہی قائل نہیں ہیں بلکہ بہت سے علماء اہل سنت بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہمینوا ہیں۔

چنانچہ علامہ ابو عمر یوسف بن عبید اللہ نمری قرطبی متوفی ۳۸۰ھ کتاب جامع بیان جامع العلم میں قدح وضعف حدیث نجوم کے سلسلہ میں مرقوم کرتے ہیں۔

مزنی (ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ حزی) شاگرد خاص امام شافعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بارے میں کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں کہا ہے کہ اگر یہ خبر صحیح ہو تو اس کے معنی ہیں کہ جس چیز کو حضرت سے نقل کریں یا جس کی حضرت کے لئے گواہی دیں ان میں سب صحابی ثقہ اور معتبر و قابل اعتماد ہیں اس کے علاوہ دوسرے معنی اس حدیث کے ہو ہی نہیں سکتے لیکن جس بات کو صحابہ اپنی رائے (اجتہاد) سے کہیں (اس کو یہ حدیث اپنے دامن میں نہیں لیتی) اس لئے کہ وہ اگر صحیح و درست ہوتی تو بعض صحابہ بعض کو خطا کار نہ کہتے اور نہ بعض بعض کے قول سے انکار کرتے اور نہ کوئی صحابی دوسرے صحابی کے قول کی طرف رجوع کرتا اس پر تم اچھی طرح غور کرو۔

عبقات الانوار حدیث ثقلین میں علامہ عظیم مولانا سید حامد

حسین صاحب قدس اللہ روحہ متوفی ۳۰۶ھ نے اسی طرح کی ستر
دلیلیں بطلان حدیث نجوم پر پیش فرمائی ہیں دیکھو عبققات الانوار مجلد
حدیث ثقلین ج ۲ از ص ۳۹۵ تا ص ۴۹۷ اور آخر میں حاشیہ تحفہ اثنا
عشریہ سے صاحب تحفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

اگر تم یہ کہو کہ بعض صحابہ کا اجتہاد یقیناً غلط ہوتا ہے پھر ان کے
اتباع میں ہدایت کا وعدہ کیوں کر کیا گیا ہے تو میں جواب میں کہوں گا کہ
صحابہ کی پیروی صرف ان چیزوں میں کی جائے گی جو قرآن مجید اور حدیث
نبوی میں نہ ہوں اس میں شبہ نہیں ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں نص
کتاب و حدیث موجود ہے انھیں میں غلطی کا یقین بھی ہو سکتا ہے لیکن اس
میں صحابہ کی پیروی نہیں کی جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ صحابی کی پیروی
دلیل ہدایت اسی وقت ہو سکتی ہے جب تک قرآن و حدیث سے ان کی
غلطی نہ معلوم ہو لہذا کوئی اشکال ان کی پیروی میں نہیں ہے۔

یہ نقل کرنے کے بعد علامہ موصوف نے انتر دلیلیں اس کی
تحریر کی ہیں صحابہ مجتہد نہیں تھے اس لئے کہ ان سے طرح طرح کے
ایسے واقعات سرزد ہوئے ہیں جو خلاف شریعت تھے پھر اس کے آخر میں
امام شافعی کے ایک افادہ کو تحریر کیا ہے جسے علامہ ابو الفداء اسمعیل بن علی
ایوبی کی کتاب المختصر فی اخبار البشر سے ۴۵ھ کے واقعات سے نقل کیا
ہے کہ

قاضی جمال الدین بن واصل نے کہا اور ابن جوزی نے اپنے استاد

سے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ معاویہ میں چار حصتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک ہی بات اس میں ہوتی تو وہ ہلاکت کا سبب تھی وہ یہ ہیں۔

(۱) بغیر لوگوں سے مشورہ کئے تلوار کے زور سے خلافت پر قبضہ کرنا حالانکہ اس وقت بقیہ صحابہ اور صاحبان فضل و شرف موجود تھے۔

(۲) اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد و خلیفہ بنانا حالانکہ وہ بڑا شرابی تھا ریشم پہنتا تھا طنبوروں کو بجاتا تھا۔

(۳) زیاد کو اپنا بھائی بنانا حالانکہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ چچہ اس کا ہے جس کے فرش پر پیدا ہو اور زنا کار کے لئے سنگساری کی سزا ہے۔

(۴) حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا افسوس افسوس معاویہ کے لئے حجر اور ان کے اصحاب کے قتل کے سبب سے ویل ہے (ویل جہنم میں ایک مقام ہے جہاں سخت ترین عذاب ہوتا ہے) شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے چپکے سے ربیع (جو ان کے شاگرد تھے) سے کہا کہ صحابہ میں سے چار آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ معاویہ عمر و بن عاص۔ مغیرہ اور زیاد۔

ہماری اس مختصر بحث سے واضح ہو گیا کہ کل صحابہ مجتہد نہیں تھے اب باقی رہا اجتماع معاویہ وہ بھی ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ بدر الدین عینی کتاب عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ کربانی نے کہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ دونوں مجتہد تھے

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ معاویہ خطاکار مجتہد تھا اور اس کے لئے ایک اجر و ثواب ہے اور حضرت علیؑ (اپنے اجتہاد میں صحیح راستہ پر تھے) ان کے لئے دواجر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور معاویہ حدیث متواجہان کے لحاظ سے اپنے اپنے پاس دلیل اجتہاد رکھتے تھے۔ (کرمانی کا قول ختم ہوا) میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ معاویہ نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی آخر معاویہ کے پاس اس کے اجتہاد کی دلیل کیا تھی حالانکہ اسے (عمار کے بارے میں) حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ چکی تھی کہ اے فرزند سمیہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور ابن سمیہ سے عمار یا سر مراد ہیں اور انہیں معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا۔ آیا معاویہ اپنے کئے کے برابر برابر جزاء پر راضی نہیں ہے چہ جائے کہ اسے (اس گناہ پر) ایک ثواب بھی ملے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی کتاب شرح صحیح

مسلم میں فرماتے ہیں کہ

(قتل عمار کی) حدیث اس قول کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علیؑ

اور ابن کا گروہ حق پر تھا دوسروں (معاویہ) کا عذر اجتہاد ہے حالانکہ سرکشی

کی اصل حسد ہے اس کے بعد معاویہ نے ظلم کیا معاویہ نے حدیث کی

تاویل کو بھی بدل دیا چنانچہ وہ کہتا تھا کہ عمار کو (ہم نے نہیں قتل کیا بلکہ)

اس نے قتل کیا ہے جو اپنے ساتھ لایا ہے تاکہ اپنے سے سرکشی کو دفع

کرے اس کے بعد اس تاویل سے پلٹا کھایا اور کہا بقی کے معنی طلب کے

ہیں یعنی عثمان کا خون طلب کرنے والے یہ بغاوت لفظ بے کے ضمہ اور حرف مد کے ساتھ ہے جس کے معنی طلب کے ہیں اہلی نے کہا ہے کہ بغی کے معنی عرف میں طاعت امام سے باہر ہو جانا ہے اور امام پر غلبہ چاہتا ہے۔ معاویہ کی ان دونوں تاویلوں کا عید اور خطا ہونا ظاہر ہے مخفی نہیں ہے شیخ نے کیا خوب کہا ہے کہ حضرت علی سے جنگ کرنے والوں کو صحابیت نے چلایا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ صحابیت کی پناہ لے سکتا ہے خطائے اجتہادی کے سایہ میں پناہ نہیں لے سکتا)

علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح امیر یرمینی صنعانی متوفی ۱۱۸۲ھ کتاب روضہ ندیہ میں امیر المؤمنین کے ناگھن و قاسطن و مارقین سے جنگ کی حدیثوں کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ

ان عسا کر اور ان سعد نے روایت کی ہے جب عمار قتل ہوئے تو حضرت علی نے فرمایا کہ جو مرد مسلم قتل عمار کو عظیم نہ سمجھے اور اس کو یہ درد ناک مصیبت نہ معلوم ہو وہ نیک انسان نہیں ہے خدا عمار پر اس دن رحم کرے جس دن وہ اسلام لائے اور اس دن رحم کرے جس دن وہ قتل کئے گئے اور اس دن رحم کرے جس دن وہ زندہ مبعوث ہوں گے۔ میں نے عمار کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ جب چار اصحاب پیغمبر اسلام کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ چوتھے شخص ہوتے تھے اور جب پانچ اصحاب آنحضرت کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ پانچویں شخص ہوتے تھے۔ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی نے کسی وقت بھی شک نہیں کیا کہ وہ جنتی ہیں

اور بے شک وہ جلتی ہیں خدا عمار کو جنت مبارک کرے یقیناً کہا گیا ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے حق ادھر جاتا ہے جدھر عمار جاتے ہیں عمار کا قاتل جہنم میں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جناب عمار ہی کے قتل سے استدلال کیا جاتا ہے کہ معاویہ اپنی لڑائی میں باغی ظالم اور غیر مجتہد تھا اور جیسا کہ بعض سنی کہتے ہیں درست نہیں ہے کہ معاویہ مجتہد خطا کار تھا اور گنہگار نہیں تھا یہی عامری نے بھی کہا ہے کہ حضرت علیؑ کے مخالفین تاویل کرتے تھے ایک شبہ کے سبب سے ان کے اجتہاد نے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے عامری نے اسے زبیر کے حالات میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں کہ جو شخص حالات معاویہ کو جانتا ہے کہ (معاویہ کے اس فعل کو) اجتہاد سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا بلکہ اس نے تو ملک و سلطنت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو ایک شبہ میں ڈال دیا تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں یہ شک بٹھادیا تھا کہ وہ طالب عوض خون عثمان ہے تاکہ اہل شام اس سے گمراہ ہو جائیں جب نص صریح موجود ہے کہ معاویہ باغی ہے تو نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیوں کر چل سکتا ہے اور حضرت علیؑ سے پیغمبر اسلامؐ کے یہ فرمادینے کے بعد کہ تم قاطین (مکفرین بیعت) سے جنگ کرو گے اجتہاد کہاں کام دے سکتا ہے میں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کو اہل سنت کے امام المتاخرین حافظ ابن حجر سے سنا ہے انھوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام نسائی کے نزدیک ثابت و محقق ہے انھوں نے اس حدیث کو نقل بھی کیا ہے تفسیر بھی کی ہے اور اس میں کوئی قدر بھی نہیں کی ہے اور

کئی سلسلوں سے اس حصہ کو تحریر کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو وہ کون سا اجتہاد ہے جو عمار کے بارے میں حسب ذیل نص اور قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد کہ باغی گروہ سے تم جنگ کرو گے یہاں تک کہ ”خداوند عالم کے حکم کی جانب پلٹ آؤ۔ اور حدیث عمار نص ہے کہ معاویہ کا گروہ باغی گروہ ہے۔ جس شخص نے بھی گمان اجتہاد و معاویہ کی رد کرتے ہوئے حسب ذیل اشعار کہے ہیں بہت خوب کہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ناصیبوں نے کہا ہے کہ معاویہ نے خطائے اجتہادی کی ہے اور اس کے ساتھی (عمرو بن عاص) نے خطائے اجتہادی کی ہے۔ پروردگار عالم خطائے اجتہادی کرنے والے کو بخش دے گا اور ان کو جنت خالد کے بلند درجوں میں رکھے گا۔ میں نے (جواب میں) کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس لئے کہ (جب ایسا ہے) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ قاتل عمار اور ان کا لباس چھیننے والا جہنمی ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام سے جنگ کے بارے میں معاویہ کے مجتہد ہونے کا دعویٰ ویسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا یہ دعویٰ کہ اشقیٰ آخرین ابن ملجم مرادی حضرت علیؑ کے قتل میں مجتہد تھا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب تلخیص میں دعویٰ کیا ہے۔ ظاہر ہے جب ایسا شخص مجتہد قرار دیا جائے گا جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے اور باطل کو لپیٹ لپاٹ کر پیش کرے تو پھر دنیا میں کوئی باطل پرست ہی باقی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ جب بھی کوئی شخص کسی ناپسندیدہ بات کو کرے گا وہ اس کے لئے خطا

ئے اجتہادی کا عذر پیش کر دے گا۔ اصل یہ ہے کہ وہ لوگ بتوں کے ایسے پرستار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ بتوں کی پرستش تو صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ کامیابی کے لئے بارگاہ رب العزت میں تقرب حاصل کریں اور بہت سے دلیل پیش کرنے والے ایسے ہیں جن کی دلیل بارگاہ رب العزت میں باطل ہوتی ہے اور وہ غضب پروردگار کا مستحق ہوتا ہے۔

اسی طرح علامہ عبدالعلی بن نظام الدین سہالوی نے کتاب فواج

الرحموت فی شرح مسلم الثبوت میں فرمایا ہے کہ

رہ گیا معاویہ اور (جنگ حضرت علیؑ کا) معاملہ اس کے بارے میں

جمہور اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ یہ خطائے اجتہادی تھی جس سے اس کی

عدالت نہیں باطل ہوتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے حضرت علیؑ کے

مقابلہ میں معاویہ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ (

پابندی حق میں) بہت زیادہ نرم تھے۔ اور معاویہ کے مقابلہ میں جو کچھ آپ

کو کرنا چاہیے تھا کرتے رہے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کے حق پر ہونے کی

بہترین و روشن ترین دلیل جناب عمار کا قتل ہونا تھا۔ معاویہ نے اس کی رد

میں اس امر بعید کو پیش کیا کہ قاتل عمار تو وہ ہے جو اس بزرگ کو میدان

جنگ میں لایا۔ یہ جواب کتنا کمزور ہے تم خود ہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہو۔

موصوف اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ سے معاویہ نے خطائے

اجتہادی کے سبب سے جنگ کی تھی۔ میرے نزدیک درست نہیں ہے

اس لئے کہ اگر اس نے خطائے اجتہادی کے سبب سے مخالفت کی تھی تو اسے دلیل پیش کر کے مناظرہ کرنا چاہیے تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام حق کے معاملہ میں زیادہ نرم تھے اور آپ نے اس سے دلائل وبراہین کے ساتھ مناظرہ بھی کرنا چاہا۔ مگر اس نے اس پر دھیان ہی نہیں دیا۔

ہاں جب جناب عمار کی شہادت واقع ہو گئی تو معاویہ نے کہا (عمار کو ہم نے نہیں قتل کیا بلکہ) جو شخص ان کو میدان جنگ میں لایا تھا اس نے قتل کیا ہے اس لئے کہ حضرت علی ہی ایک بڑے بزرگ کو میدان جنگ میں لائے (اس لئے وہی ان کے قاتل ہیں) لیکن درحقیقت یہ دلیل دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ امیر المؤمنینؑ نے معاویہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ معاویہ کے قول کے مطابق جناب حمزہ کے قاتل جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پاتے ہیں اس لئے کہ آپ ہی ان کو جنگ احد میں میدان جنگ میں لائے تھے۔

بلکہ اصل تویہ ہے کہ معاویہ کے مجتہدین میں داخل ہونے کا ہی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے اور وہ مجتہد کیوں کر ہو سکتا ہے اس لئے کہ اسے تو صاحب ہدایہ نے عادلوں کے مقابلہ میں ظالم بادشاہوں میں شمار کیا ہے اگر اس میں اجتہاد پایا جاتا تو ظلم و جور نہ پایا جاتا علاوہ بریں اصول شرعیہ کے مطابق اس کا کوئی فتویٰ بھی (کسی مسئلہ میں) نہیں نقل کیا گیا ہے۔

ان تمام اقوال علماء اعلام سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ نہ تو حضرت امیرؓ سے جنگ کرنے میں مجتہد تھا اور نہ اس کے پاس

جو از سب و شتم حضرت امیرؑ ہی کی کوئی دلیل اجتہادی موجود تھی بلکہ اس کے ان تمام افعال شنیعہ کے مقابلہ میں وہ تمام حدیثیں صف بستہ ہو کر آجائیں گی جن میں حضرت علیؑ سے بغض و عناد و حسد و جنگ و جدل و سب و شتم کی ممانعت ہے جن کو ہم اس سے قبل کتاب مؤاہب المصطفیٰ سے نقل کر چکے ہیں اور اسی سے صاحب تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ابن حجر عسقلانی کے استدلال کا باطل ہو جانا ظاہر ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے ان روایات کو مشاہیر علماء کے نقل و بیان کے بعد کون انکار کر سکتا ہے۔

قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جب تک حضرت امیرؑ زندہ تھے سلطنت کر رہے تھے خلیفہ المسلمین تھے۔ لاکھوں افراد آپ کے پیرو تھے معاویہ آپ کی حکومت و خلافت کو ہڑپ کرنا چاہتا تھا ایک حصہ ملک پر قبضہ غاصبانہ کئے تھا اس لئے آپ کے مقابل میں میدان صفین میں گھمسان کی لڑائی لڑی۔ لیکن مصالحت امام حسنؑ کے بعد تو یہ خطرہ بھی ٹل گیا تھا پھر حضرت امیرؑ پر سب و شتم میں اسے اتنا اہتمام کیوں تھا۔ جس کے لئے کل حدود مملکت میں شاہی فرمان جاری کر دئے تھے۔ ہر خطیب پر سب و شتم حضرت امیرؑ کو لازم بھی قرار دے دیا گیا تھا۔ جو والی اس میں کوتاہی کرتا تھا مورد عقاب ہوتا تھا غرض یہ ہے کہ اس نے سلطنت کی پوری قوت اس رسم فبیح کے جاری کرنے میں صرف کر دی آخر اس کے اس شد و مد سے روانہ دینے کی کیا وجہ تھی۔ حضرت امیرؑ دنیا میں موجود بھی نہیں تھے امام حسنؑ و امام حسینؑ مدینہ میں گوشہ نشین تھے پھر معاویہ

کا انداز یہ ہے کہ لالچ دے کر ڈرا دھمکا کر رعب و دبدبہ شاہی جما کر غرض جس طرح بھی ہو حضرت کو برا بھلا ضرور کہا جائے آخر اس میں کیا راز تھا۔

اصل یہ ہے کہ حضرت امیرؑ نے نصرت اسلام میں جو ضرب کاری ابو سفیان اور اس کی اولاد اور بنو امیہ پر لگائی تھی وہ زخم اب تک ہرے ہو رہے تھے۔ معاویہ و بنو امیہ کے دل میں ایک ٹیس اٹھتی تھی کہ پیغمبر اسلامؐ اور ان کے اہل بیتؑ کو عالم میں یہ منزلت کیوں حاصل ہے احادیث بھی حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کی مدح و ثنا میں موجود ہیں قرآنی آیات بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ حضرت علیؑ کے کارناموں کو مسلمان بڑے فخر سے بیان کرتا ہے اس لئے یہ آتش سوزاں بغض حسد کی یہ آگ حضرت کی ظاہری حکومت و سلطنت کو دیکھ کر اور زیادہ بھڑک اٹھی اس لئے اس نے یہ چاہا کہ حضرت امیرؑ اور ان کے شیعوں کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔ کوئی ان کے شرف کا ذکر کرنے والا ہی دنیا میں باقی نہ رہے گویا بنیاد سلطنت بنو امیہ دشمنی حضرت امیرؑ پر رکھی گئی تھی اسی لئے بنو امیہ کا ہر خلیفہ دوسرے کے بعد اس رسم قبیح کو جاری کئے رہا۔

معاویہ اور بنو امیہ کے دشمنی و بغض عناد حضرت امیرؑ کے شواہد تو بہت ہیں۔ اگر ہم ان کو جمع کریں تو ایک مفصل کتاب ہو جائے لیکن یہاں پر ہم صرف بعض واقعات کو اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ سے برأت پر بیعت

جب مصالحت امام حسنؑ کے بعد معاویہ کے قبضہ میں کل مملکت اسلامیہ آگئی اور وہ کوفہ میں لوگوں سے اپنے لئے بیعت لینے لگا تو اس میں یہ قید بھی لگائی کہ ہر بیعت کرنے والا حضرت علیؑ سے برأت و بیزاری بھی کرے۔

چنانچہ علامہ شہاب الدین احمد معروف بابن عبد ربہ اندلسی عقد الفرید ج ۱ ص ۲۴ و ج ۲ ص ۱۴۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ

جب معاویہ نے کوفہ میں لوگوں سے بیعت لینا شروع کی تو وہ بیعت حضرت علیؑ سے برأت و بیزاری پر لیتا تھا یہ کیفیت دیکھ کر بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؑ ہم زندوں کی اطاعت کریں گے اور مردوں سے برأت نہیں کریں گے۔ یہ سنتے ہی معاویہ زیاد کی طرف متوجہ ہو اور کہا کہ تو اس شخص کو اچھائی کی وصیت کر (مطلب یہ تھا کہ قتل کر دے)

انصاف پسند افراد بتائیں سوائے بغض و عناد و دشمنی کے کیا سبب ہو سکتا ہے جس سے حضرت علیؑ سے برأت پر اس نے اپنی بیعت لینا شروع کی۔

فضائل امیر المؤمنینؑ کے روایت کی ممانعت

معاویہ ابن ابوسفیان کا یہ فعل بھی دلیل بغض و عناد ہے کہ اس

نے فضائل امیر المؤمنینؑ کے روایت کی ممانعت کر دی تھی چنانچہ اس نے عام الجماعت (مصالحات امام حسن) کے بعد اپنے تمام عمال کو تحریر کیا کہ جو شخص فضائل ابو تراب کی کوئی روایت نقل کرے اس سے برأت ذمہ ہے (یعنی اس کی بالکل حفاظت نہ کی جائے گی اور وہ قتل کر دیا جائے گا) اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گاؤں ہر قریہ اور ہر منبر پر خطیبوں نے حضرت علیؑ پر سب و شتم شروع کر دیا۔ وہ لوگ حضرت سے اظہار بیزاری کرتے تھے آپ کی اور آپ کے اہل بیتؑ کی برائیاں بیان کرتے تھے اس زمانہ میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے اس لئے کہ وہاں کثرت سے شیعہ آباد تھے۔ چنانچہ زیاد بن سمیہ جو کسی زمانہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا کوفہ کا حاکم معین کیا گیا اور بصرہ کی حکومت بھی اسی کے ساتھ ملا دی گئی چونکہ وہ شیعوں کو پہچانتا تھا اس لئے اس نے شیعوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا شروع کیا اور ان کو ہر پتھر کے نیچے قتل کیا ڈریا دھمکایا۔ ہاتھ پیر کاٹے آنکھوں میں سلائییاں چبھوئیں۔ خرموں کے درختوں پر سولی دی اور عراق سے نکال باہر کر دیا یہاں تک کہ وہاں کوئی مشہور و معروف شیعہ بھی باقی نہ رہا۔ کیا اس سے بھی زیادہ ثبوت اس کے دشمن امیر المؤمنینؑ ہونے کا ہو سکتا ہے۔

شیعیان علیؑ کی گواہی ناقابل قبول

حضرت سے دشمنی کی انتہا یہ تھی کہ وہ ان کے محبوں اور شیعوں

کی گواہی بھی قابل قبول نہیں سمجھتا تھا چنانچہ علامہ مدائنی مذکور کتاب الاحداث میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اطراف عالم میں معاویہ نے اپنے عمال کو تحریر کیا کہ دیکھو خبردار علی کے شیعوں اور ان کے اہل بیت کی گواہی نہ قبول کرو۔

کارخانہ حدیث سازی

پھر لکھا کہ دیکھو تمہارے جو لوگ عثمان کے گروہ کے ہوں ان کے محبت اور گھرانے کے ہوں اور عثمان کے فضائل بیان کرتے ہوں ان کو اپنے قریب بٹھاؤ اپنا مقرب قرار دو عزت و اکرام کرو اور وہ جو فضائل بیان کریں۔ ان کا اور ان کے باپ و قبیلہ کا نام لکھ کر میرے پاس بھیجیے نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہو گئے اس لئے کہ معاویہ ان کے لئے اپنے عطیے چادریں اور جے دیتا تھا جاگیروں کا فرمان بھیجتا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہر شہر میں فضائل عثمان کی حدیثیں زیادہ ہو گئیں لوگ اسے اپنے گھروں اور دنیا میں ہر جگہ بیان کرتے تھے اس وقت حالت یہ ہو گئی تھی کہ جو شخص بھی کوئی جھوٹی اور گڑھی ہوئی حدیث لے کر آتا تھا وہ معاویہ کی جانب سے کہیں نہ کہیں کا عامل معین ہو جاتا تھا جب کوئی شخص کوئی بھی حدیث عثمان کے منقبت و فضیلت میں روایت کرتا تھا تو اس کا نام لکھ لیا جاتا تھا۔ مقرب ہا لیا جاتا تھا۔ اس کی سفارش قبول کی جاتی تھی لوگ اسی حالت پر عرصہ تک باقی رہے اس کے بعد اس نے اپنے عاملوں کو تحریر

کیا کہ عثمان کے متعلق حدیثیں ہر شہر میں ہر اعتبار سے اور ہر طرف زیادہ مشہور ہو گئیں ہیں اس لئے جب تم کو میرا یہ خط ملے تو لوگوں کو اب صحابہ اور پہلے دونوں خلفاء کے فضائل کی روایتیں بیان کرنے کی دعوت دو اور دیکھو فضیلت ابو تراب میں جو حدیث بھی کوئی مسلمان بیان کرتا ہو تم اس کی ضد حدیث صحابہ کے بارے میں بنا کر لے آؤ اس لئے کہ یہ مجھے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہے اور ابو تراب اور ان کے حجت و دلیل کو زیادہ باطل کر دیتا ہے اور یہ بات ان کے اوپر فضائل عثمان (کی جھوٹی) حدیثوں سے زیادہ سخت ہے چنانچہ معاویہ کے یہ خطوط لوگوں کے سامنے پڑھے گئے اور بہت زیادہ جھوٹی حدیثیں صحابہ کے فضائل و مناقب میں وضع کی (گڑھی) گئیں جن کی کوئی حقیقت و اصلیت ہی نہیں تھی۔ اور لوگوں نے اس طرح کی (بے اصل و غلط) روایتوں کے نشر و اشاعت و نقل میں کوشش شروع کی اور اسے منبروں پر ذکر کر کے اور زیادہ مضبوط و مستحکم کر دیا۔ یہ حدیثیں معلمین اطفال کو دے دی گئیں انھوں نے ان میں سے بہت زیادہ حدیثیں اپنے بچوں اور غلاموں کو پڑھا دیا۔ اور ان لوگوں نے ان جھوٹی حدیثوں کو اس طرح پڑھنا اور روایت کرنا شروع کر دیا جس طرح قرآن پڑھا جاتا ہے حدیث پہنچ گئی کہ ان لوگوں نے ان جھوٹی حدیثوں کو اپنی لڑکیوں اور حشم و حدم کو بھی پڑھا دیا۔ ایک عرصہ تک یہ کیفیت باقی رہی۔ حدیث سازی کا یہ کارخانہ جو معاویہ نے قائم کیا تھا ان کے رواج دینے میں اس نے پیغمبر اسلام کے اس ارشاد گرامی کی قطعاً

پرواہ نہیں کی کہ جو شخص میری طرف جھوٹی حدیث کی نسبت دے گا۔ اس کی شرمگاہ آگ سے پر کر دی جائے گی نیز اسی طرح کی اور بھی حدیثیں موجود ہیں ان کا بھی لحاظ نہیں کیا۔

دفتر سے شیعوں کا نام کاٹ دیا جائے

اظہار دشمنی امیر المؤمنین اور شیعوں کے مٹانے کے لئے صرف انھیں مظالم پر معاویہ نے اکتفا نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہا کہ حکومت کے دفتر میں بھی شیعوں کا نام و نشان نہ باقی رہے چنانچہ اس نے اپنے سابق کے فرمانوں کے علاوہ یہ فرمان بھی ساری مملکت میں جاری کر دیا کہ اس بات پر نظر رکھو کہ جس کے لئے ثبوت فراہم ہو جائے کہ وہ حضرت علیؑ کو دوست رکھتا ہے اس کا نام دفتر سے کاٹ دو اور بیت المال سے اسے جو عطیہ و رزق ملتا ہے اسے بند کر دو۔

کس کی مجال تھی جو معاویہ کے اس حکم کی تعمیل نہ کرتا اس لئے یقیناً ساری دنیا میں حدود حکومت معاویہ میں جتنے شیعہ تھے ان کے نام سرکاری کاغذات سے کاٹ دیئے گئے اس سخت ترین حکم پر جب عمل ہوا ہو گا تو شیعوں کی اس وقت جو حالت ہوئی ہوگی اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن بیساختہ زبان پر ان شیعوں کی شاہی آجاتی ہے کہ وہ کتنے پختہ عقیدہ مضبوط ایمان اور سچی محبت اہل بیتؑ کے مالک تھے کہ سب کچھ گوارا کر لیا مگر اہل بیتؑ رسالت سے جدائی نہیں اختیار کی۔

شیعوں کے گھروں کا انہدام اور عذاب شدید

دشمنی حضرت علیؑ میں شیعوں کو فقر و فاقہ سے مارنے کی تدبیر ہی پر اس نے اکتفا نہیں کی بلکہ یہ حکم بھی نافذ کر دیا کہ ان کے گھر کھود دئے جائیں ان کو شدید سے شدید عذاب میں مبتلا کیا جائے، لطف یہ ہے کہ اس جرم میں ثبوت اور یقین کی ضرورت بھی نہیں تھی بلکہ صرف تہمت ہی گھر کھودنے کے لئے بطور بہانہ کافی تھی۔ چنانچہ علامہ مدائنی ہی تحریر کرتے ہیں کہ

معاویہ نے گذشتہ خط کے ساتھ دوسرا خط تحریر کیا کہ جس کو اس قوم (علی و مجانب علیؑ) کی محبت میں متہم پاؤ اس کو سخت سزا دو اور اس کے گھر کھود کر زمین کے برابر کر دو۔

عراق و کوفہ کے شیعوں پر شدائد

جب ساری مملکت میں اس طرح کے احکام جاری ہو گئے تو ہر جگہ شیعہ مصائب میں گرفتار ہوئے لیکن عراق خصوصاً کوفہ میں شیعوں کی کثرت تھی اس لئے سب سے زیادہ وہی مبتلائے رنج و غم و محن و اندوہ تھے چنانچہ علامہ مدائنی اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ

مملکت اسلامیہ میں سب سے زیادہ مصیبت و بلا میں عراق اور عراق میں خصوصیت سے کوفہ کے لوگ تھے ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ اگر شیعہ علیؑ اپنے کسی موثق و معتبر دوست سے کوئی بات بھی کہنا چاہتا تھا

تو اس کے گھر پر آتا تھا اور چپکے چپکے اپنے دل کی بات بیان کرتا تھا اور اپنے غلام اور خادم سے بھی ڈرتا رہتا تھا اور جب تک سخت سے سخت عہد و پیمانہ نہیں لے لیتا تھا اس سے اپنا راز نہیں بیان کرتا تھا تاکہ ظالم اس پر قدرت نہ حاصل کر لیں (اور سخت ترین نقصان نہ پہنچادیں)

معاویہ کے ان فرمانوں کے نتائج

ظاہر ہے جب حکومت کا سربراہ اس طرح کسی کا دشمن ہو جائے اور اس کا اور اس کے شیعوں کا نام مٹانا چاہے تو پھر جھوٹی حدیثوں کے رواج پذیر ہونے میں مانع کیا ہو سکتا ہے اس لئے جو کیفیت ہوئی اس کو علامہ مدائنی کی کتاب الاحداث کی زبان سے سنئے وہ فرماتے ہیں کہ

نتیجہ ان سب ترکیبوں (اور مظالم) کا یہ ہوا کہ کثرت سے جھوٹی اور بنائی ہوئی حدیثیں لوگوں میں منتشر ہو گئیں اور فقہاء و قاضیان مملکت و والیاں حکومت اس پر عمل کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مصیبت و بلاء میں نام و نمود کے طالب قاریان قرآن اور وہ ضعیف العقیدہ لوگ تھے جو لوگوں کے سامنے اپنے زہد و ورع و تقویٰ کو ظاہر کرتے تھے اور جھوٹی حدیثیں گڑھتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے حکام سے فائدہ اٹھائیں۔ ان کے مقرب قرار پائیں اور اس کے ذریعہ سے کثرت سے مال اور جاگیریں اور مکانات حاصل کریں۔ ان لوگوں سے یہ جھوٹی حدیثیں ایسے دیانتدار لوگوں تک پہنچیں جو جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن

انہوں نے اٹھن قبول کر لیا اور ان کو دوسروں سے نقل کرنا شروع کیا وہ تو یہ گمان کرتے تھے کہ یہ حدیثیں صحیح و حق ہیں اور اگر یہ جانتے کہ یہ گڑھی ہوئی جھوٹی اور باطل حدیثیں ہیں تو نہ ان کی روایت کرتے اور نہ انہیں اپنے دینداری کے لئے اختیار کرتے لوگوں کی یہی کیفیت وفات امام حسنؑ تک باقی رہی لیکن جب (۵۰ھ) میں امام حسنؑ کی شہادت واقع ہو گئی تو مصیبت و بلاء و فتنہ و فساد اور زیادہ ہو گیا اور اس وقت اس طرح کے لوگ (مجتب امیر المؤمنینؑ) جو بھی باقی رہ گئے تھے وہ اپنی جان کے لئے ڈرتے رہتے تھے یا وطن سے بھگائے گئے تھے۔ ۱۰

مجان حضرت علیؑ کی آوارہ وطنی

دشمنی حضرت امیرؑ میں معاویہ نے شیعوں پر صرف انہیں مظالم پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس نے کوفہ سے شیعوں کو نکال باہر کر کے اپنے محبوں اور دوستوں کو مختلف مقامات سے لا کر کوفہ میں آباد کر دیا تھا چنانچہ علامہ طبری متوفی ۳۱۳ھ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۲۰ مطبوعہ لیڈن میں فرماتے ہیں کہ

۱۰۔ یہاں تک کتاب الاحداث کے تحریر کردہ مطالب تھے اس وقت خود کتاب الاحداث تو کتب خانوں میں موجود نہیں ہے لیکن اس کی یہ عبارت علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۷۰ پر اسے تحریر کیا ہے علامہ کی تحریر جناب فردوس مآب مولانا سید حامد حسین بیولی معاویہ ص ۷۰ ص ۱۷۰ پر اسے تحریر کیا ہے علامہ کی تحریر جناب فردوس مآب مولانا سید حامد حسین صاحب نے عیقات الانوار حدیث نقلین ج ۲ ص ۵۷۷ سے ص ۵۷۹ تک اسے مرقوم فرمایا ہے۔
س۔ ح۔ خ۔

جب حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اہل عراق بھی اس کے مطہج ہو گئے تو جو لوگ حضرت علیؑ کے محب اور مقرب تھے ان کو اس نے کوفہ سے نکالنا شروع کیا اور ان کے گھروں میں بصرہ شام اور جزیرہ کے ان لوگوں کو بسانا شروع کر دیا جو اسے دوست رکھتے تھے انھیں کو نوافل بھی کہتے تھے چنانچہ کوفہ سے قحطاع بن عمرو بن مالک کو فلسطین کے مقام ایلیا بھیج دیا۔

اب اس بحث کے آخر میں ہم علامہ ابو حامد عز الدین ہبۃ اللہ مدائنی مشہور بابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۶ھ کا قول ان کی شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۱۲ سے معاویہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں موصوف فرماتے ہیں کہ

معاویہ زمانہ بھر میں حضرت علیؑ کا دشمن اور ان سے بہت زیادہ منحرف تھا اور وہ حضرتؑ کو دشمن کیوں نہ رکھتا اس لئے کہ حضرت علیؑ ہی نے جنگ بدر میں اس کے بھائی حنظلہ اور ماموں ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا اور بنا بر اختلاف روایات اس کے نانا عتبہ یا چچا شیبہ کے قتل میں شریک تھے۔ اور اس کے چچا کی اولاد اور قبیلہ عبد شمس کے بڑے بڑے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

یہ لکھنے کے بعد موصوف نے تحریر کیا ہے کہ

قتل عثمان کے واقعہ نے معاویہ کی دشمنی حضرت امیرؑ کو اور مستحکم

کر دیا چند سطروں کے بعد پھر تحریر کیا ہے کہ حیات عثمان میں بھی وہ

حضرت امیرؑ سے بغض و عناد و دشمنی کا اظہار کیا کرتا تھا۔

چنانچہ اس کے ثبوت میں کچھ تاریخی حقائق بھی قلم بند کئے ہیں لیکن ہم اختصار کے خیال سے انہیں ترک کرتے ہیں۔ معاویہ کے دشمن حضرت امیرؑ ہونے کے معترف اصحاب سرور عالمؑ بھی تھے چنانچہ جناب محمد بن ابی بکر و قیس بن سعد بن عبادہ کی جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ اس کا بہترین ثبوت ہے نیز جنگ صفین میں اصحاب پیغمبر اسلامؐ اور خصوصاً جناب عمار یاسر نے اس کے لئے جو کچھ کہا وہ بھی اس کے حضرت علیؑ سے بغض و عناد رکھنے کا بہترین ثبوت ہے۔ جس کو شک ہو کتب تاریخ میں اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

بہتر ہزار منبروں پر سب و شتم حضرت امیرؑ

یہاں تک تو ہم نے ان واقعات کا تذکرہ کیا جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ دشمن حضرت امیرؑ تھا اور اس کے سبب سے وہ خود حضرت امیرؑ پر سب و شتم کرتا تھا اور پوری مملکت اسلامیہ میں آپ پر سب و شتم کے لئے فرمان جاری کر دیا تھا۔ لوگوں کو تلوار کے زور اور زورِ جواہر کی لالچ دلا کر اس امر فبیح پر آمادہ کرتا تھا۔

ظاہر ہے جب اس امر میں یہ شدت اختیار کی گئی تھی پھر ممالک اسلامیہ کا کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی دیہات ایسا نہیں رہ سکتا تھا جس کے منبر پر حضرت امیرؑ پر سب و شتم نہ ہوتا ہو حد یہ ہے کہ منبر رسول اکرمؐ پر

بھی حضرتؑ کے قبر مطہر کے مقابل ساٹھ برس تک مسلسل حضرت امیرؑ کو برا بھلا کہا جاتا رہا اور اس رسم قبیح کو سنت و مستحب بلکہ واجب قرار دے دیا گیا تھا۔ حد یہ ہے کہ بچے کھیلتے جاتے تھے اور حضرتؑ پر لعنت کرتے جاتے تھے۔

کچھ ایسے شقی و بد نخت بھی تھے جنہوں نے اپنے وظیفہ نماز کا جز حضرتؑ پر سب و شتم کو قرار دے رکھا تھا۔

اصل تو یہ ہے کہ مٹھی بھر شیعوں کے علاوہ مملکت اسلامیہ کی ہر فرد خواہ صحابی ہو یا تابعی یا تبع تابعی۔ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت چمہ ہو یا جوان یا بوڑھا عالم ہو یا جاہل ہر شخص ساری مملکت اسلامیہ میں آپ کو برا بھلا کہتا تھا۔ اس لئے اس وقت کے مسلمانوں کی جو مردم شماری بھی ہو اس میں بس تھوڑے سے شیعوں کے علاوہ سبھی اس فعل قبیح کے مرتکب تھے۔

رہی یہ بات کے اس امر قبیح کے لئے منبر کتنے تھے حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا بھی شمار ناممکن ہے اس لئے کہ جب دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسلمان پہنچ چکے تھے اور جہاں مسلمان تھے وہاں جمعہ و جماعت کا سلسلہ بھی جاری تھا اور جہاں بھی نماز جمعہ ہوتی ہوگی وہاں حضرت علیؑ کو برا بھلا کہا جاتا ہوگا۔ اس لئے منبروں کی صحیح تعداد تو نہیں بتائی جاسکتی کہ کئے ہزار یا کتنے لاکھ تھے۔

ہاں علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی متوفی ۱۱۱۱ھ نے یہ

اعتراف ضرور کیا ہے کہ بہتر ہزار سے زیادہ منبر تھے جن پر آپ کو سب و شتم کیا جاتا تھا چنانچہ صاحب نصاب کا فیہ ص ۷۶ پر فرماتے ہیں کہ اس بری و قبیح بدعت کے پھیلانے میں معاویہ کی سرکشی برابر جاری تھی حالانکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت علی پر سب و شتم علامت نفاق ہے اور اللہ و رسول کو سب و شتم کرنا ہے۔ معاویہ نے اس بری رسم پر لوگوں کو تلوار کے زور سے آمادہ کیا تھا اور اس کے بدترین عمال نے علی الاعلان بالائے منبر تمام اطراف عالم میں آپ پر سب و شتم کو اپنے اوپر واجب و لازم کر لیا تھا انتہا یہ ہے کہ مدینہ نبی میں حضرت کے قبر مطہر کے سامنے آپ کے منبر پر بھی یہ سلسلہ سب و شتم جاری رہتا تھا وہ اس میں نہ اللہ سے ڈرتا تھا نہ حرمت رسول اللہ کا لحاظ کرتا تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے اپنے تبعین اور خلفاء کے لئے جو گمراہ بادشاہوں اور ائمہ ظلم و جور میں داخل تھے اسے ایک سنت قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ وہ جاہر افراد اسی کے راستہ پر چلتے رہے اور اسی مسلک پر گامزن رہے اور حضرت علی کے سب و شتم و لعن کو ساٹھ برس تک جاری رکھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ زمانہ حکومت بنو امیہ میں ستر ہزار سے زیادہ منبر تھے جن پر حضرت علی پر سب و شتم کیا جاتا تھا جس کو ان کے لئے معاویہ نے رواج دیا تھا۔ اسی کے بارے میں علامہ احمد حنفی شافعی نے اپنے اشعار میں کہا ہے کہ شیخ سیوطی نے حکایت کی ہے کہ (سب و شتم حضرت علی کو) جو انھوں نے سنت قرار دیا تھا اس کے

لئے ستر ہزار دس منبر تھے جس پر وہ حیدر پر لعنت کرتے تھے یہ وہ بدترین عادت تھی جس کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی بات چھوٹی ہو جاتی ہے بلکہ بہت سے برائیوں کا سبب بن جاتی ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے جس نے یہ طریقہ رائج کیا ہے وہ دشمن ہے یا نہیں ہے اور کیا وہ اسے چھپاتا تھا یا علی الاعلان کیا کرتا تھا یا کوئی عالم یہ کہتا ہے کہ ہم خاموش ہو جائیں ذرا جواب دو ہم جواب کے لئے چپ ہو گئے ہیں اے کاش مجھے علم ہو جاتا کہ ایسا کیا جا رہا ہے کہ اس نے (سب و شتم حضرت امیر المؤمنینؑ) میں اجتہاد کیا ہے جیسا کہ ان لوگوں نے اس کی سرکشی چھپانے کے لئے کہا ہے عیا اس نے الحاد و بے دینی اختیار کی ہے کیا یہ چیزیں حضرت محمد مصطفیٰ کو اذیت دیتی ہیں یا نہیں ذرا سنو اور بتاؤ کہ کس نے کس نے آپ کو اذیت دی ہے بلکہ جناب ام سلمہ کی حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ جب آپ نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کو سنا تھا تو کہا تھا کہ ، آیا تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر سب و شتم کر رہے ہیں۔ اے صاحب معرفت تو جواب میں میری امداد کر اور تو بھی اسے دشمن رکھ جو حضرت ابو ترابؑ کو دشمن رکھے۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ فضائل و محامد و مناقب حضرت کے اعتراف و اقرار کے بعد صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے کیوں کر اسے برداشت کیا اور اس رسم فبیح میں وہ کیوں کر ظالم بادشاہوں کی پیروی کرتے رہے اور ان کے دل میں خدا و رسول کا خوف نہیں پیدا ہوا۔

کیا سب و شتم حضرت علی مستحب سمجھا جاتا تھا

شیعوں کو مٹانے اور فنا کرنے کے لئے یہ رسم قبیح اس طرح معاویہ نے شروع کی تھی کہ عام افراد بشر اس کو سنت و مستحب سمجھنے لگے تھے۔ حالانکہ ارباب دیانت جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی پانچ قسموں پر تقسیم شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہوئی ہے یعنی شریعت کے احکام یا واجب ہوں گے جن کا ترک حرام و ناجائز ہے یا مستحب ہوں گے جن کے جلالانے میں ثواب اور ترک میں عقاب نہیں ہے یا مکروہ ہوں گے جن کا ترک ضروری اور جلالانے میں گناہ ہو گا یا مباح ہوں گے جن کا کرنا یا کرنا یکساں ہے سب و شتم حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کے جواز کا ثبوت تو درکنار کسی مومن کے سب و شتم کو فرق اسلام میں سے کوئی فرقہ جائز ثابت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ حضرت علیؑ کا سب و شتم یہ تو ایسا امر قبیح ہے جس کے ممانعت کی صریح اور واضح حدیثیں موجود ہیں یہ وہ بری بات ہے جس کے لئے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے

اخرج احمد و الحاکم و صححه عن ام سلمه رضی اللہ

عنها قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یقول

من سب علیا فقد سبنی . (النصائح الکافیہ ص ۶۶)

احمد نے اور حاکم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ ام سلمہ

رضی اللہ عنہا سے حدیث صحیح میں وارد ہے میں نے جناب رسول خداؐ کو

کہتے سنا ہے کہ جو شخص علی کو سب و شتم کرے اس نے مجھے سب و شتم کیا ہے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ نے حضرت علی کے سب و شتم کی ممانعت کی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں بعض اور روایات کو اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے جب حضرت علی کے برا بھلا کہنے کی ممانعت پیغمبر اسلام نے کی ہے تو یہ امر فبیح سنت و مستحب کیوں کر ہو سکتا ہے۔ مگر تم کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ بنو امیہ کے زمانہ کے لوگ اس کو مستحب اور سنت سمجھتے تھے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نوح البلاغہ ج ۱ ص ۱۹۴ پر تحریر کیا ہے کہ

ابو عثمان جاحظ نے ذکر کیا ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے حج کیا اور زمانہ حج میں خطبہ پڑھا تو ختم خطبہ کے بعد اس کے سامنے ایک جوان آیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنینؑ یہ (مبارک) دن ایسا تھا جس میں خلفاء لعن ابو تراب کو مستحب سمجھتے تھے ہشام نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم اس کے لئے (یہاں) نہیں آئے ہیں اس جوان نے جرات کر کے یہ بات اسی سبب سے کہی تھی کہ خلفاء بنو امیہ نے عام لوگوں کے دلوں میں بر خلاف حکم رسول کریمؐ یہ بات بٹھادی تھی کہ حضرت علی پر سب و شتم کرنا دینی احکام میں داخل ہے اور ایک مستحب حکم ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ جوان ہرگز ہرگز خلیفہ وقت کو حضرت علی پر سب و شتم کے ترک کرنے پر نہ

ٹوکتا اور اس کے مستحب ہونے کا اعلان نہ کرتا۔

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ موصوف اسی کتاب کے ج ۲ ص ۲۰۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ

اہل حران کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کے دن منبروں سے حضرت علیؑ کے سب و شتم کو ختم کیا گیا تو اہل حران نے اسے بند کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بغیر لعن ابو تراب جمعہ صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں حیرت انگیز چیز علامہ محمد بن عقیل کا وہ قول بھی ہے جسے موصوف نے النصائح الکافیہ ص ۸۶ سے ص ۹۰ تک تحریر کیا ہے ہم ان کی عبارت کا خلاصہ ترجمہ ذیل میں نقل کرتے ہیں موصوف فرماتے ہیں کہ

مومن جس سے تعجب کرے گا اور حکیم جس سے حیرت و استغراب میں مبتلا ہو جائے گا۔

یہ بات ہے کہ معاویہ عام مومنین سے یہ چاہتا تھا کہ وہ حضرت علیؑ پر لعنت و سب و شتم کریں اور وہ اس کے لئے پوری پوری سعی و کوشش کرتا تھا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ پروردگار عالم نے حکم دیا ہے کہ عام مومنین کے لئے استغفار کی جائے اور ان سے محبت کی جائے اس لئے کہ اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

والذین جاؤ امن بعد ہم یقولون ربنا اغفر لنا و الاخواننا

الذین سبقون بالایمان

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے تھے کہ پالنے والے ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایمان کی طرف سبقت کرنے والوں میں حضرت علیؑ ہی نے سب سے پہلے ایمان کی طرف سبقت کی تھی۔ اس لئے جو استغفار عام مؤمنین کے لئے ہو گا وہ حضرت کے لئے لازم اور ضروری ہو گا جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے نہ یہ کہ حضرت پر سب و شتم لعنت کرنا ضروری ہے جس کی طرف لوگوں کو ابو سفیان کا بیٹا (معاویہ) رغبت دلانا تھا۔ اور مائل کر رہا تھا۔

یقیناً معاویہ اس بدترین بدعت کے سبب سے جس کے پودے کو اس نے لوگوں کے دلوں میں اگایا تھا گمراہ ہو گیا تھا بلکہ اس بدعت کے سبب سے اس نے ایک بہت بڑے گروہ کے دلوں میں نفاق کا پودا لگا دیا تھا جس سے اس مرض میں بہت سے لوگ مبتلا ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ منکر و ناپسندیدہ چیز (لعن حضرت علیؑ) مانوس و محبوب چیز بن گئی تھی اور لوگوں کی عادتوں میں یہ بات داخل ہو گئی تھی حدیث ہے کہ جس دن عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے (۹۹ھ میں) اپنے خطبہ میں حضرت علیؑ پر لعنت کو ترک کر دیا تو مسجد کے چاروں طرف سے یہ شور بلند ہوا کہ اے امیر المؤمنین سنت چھوٹ گئی اے امیر المؤمنین سنت ترک ہو گئی اے امیر المؤمنین آپ نے (خطبہ میں) سنت (لعن حضرت علیؑ) کو ترک کر دیا۔ (اس سے بھی بالاتر یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ پر

سب و شتم کرنا شریعت میں اس طرح سے داخل ہو گیا تھا کہ)

ایک زمانہ میں تمام اہل حمص نے اس بات پر اجماع کر لیا تھا کہ بغیر لعن حضرت ابو ترابؓ کے نماز جمعہ ہی صحیح نہیں ہوتی ہے۔

یہ لاعلاج مرض اور مانوس منکر و ناپسندیدہ چیز اور بری سنت جس کو معاویہ سے سرکش نے رائج کیا تھا اور بنو امیہ کے فرعونوں نے اس میں اس کی پیروی کی تھی صرف صاحبان شوکت و اقتدار اور عام لوگوں ہی میں نہیں پیدا ہو گئی تھی بلکہ اس کا زہر اہل علم اور صاحبان دین و دیانت میں بھی سرایت کر گیا تھا اور ان کو اس بات نے حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیتؑ سے منحرف کر دیا تھا۔ یہ لوگ اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ اگر کوئی شخص ذرا سا بھی حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیتؑ سے انحراف کا اظہار کرتا تھا تو اس کے لئے یہ کہا جاتا تھا کہ وہ صاحب سنت ہے اور جو شخص فضائل اہل بیتؑ کی حدیثوں یا اس کے راویوں میں سے کسی راوی پر نقد و تبصرہ کرتا تھا یا بغیر کسی دلیل کے بھی فضائل اہل بیتؑ کی حدیثوں کو ضعیف و وضعی اور گڑھی ہوئی حدیث بنا تا تھا اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ سنت کی نصرت و مدد کرتا ہے۔

(یہاں تک لکھنے کے بعد موصوف نے ایک شعر تحریر کیا ہے

جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ)

یقیناً مجھے عامر کی اس بات نے شک میں مبتلا کر دیا ہے کہ عامر ہر

اس شخص کو اچھی نظروں سے دیکھتا ہے جو مجھ پر ظلم و جفا کرتا ہے۔

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ
 بسا اوقات ایسے اشخاص کے لئے جن کے قوت ایمان کا مقتضی یہ
 تھا کہ فضائل اہل بیتؑ میں جو کچھ جانتے تھے اس میں سے بعض چیزوں
 کو بیان کر دیں یا دشمنان اہل بیتؑ کی بعض برائیاں نقل کر دیں تو معاملہ
 اس کے برعکس ہو جاتا تھا چنانچہ ان کے اس اچھے عمل پر بہتوں کو
 سزائیں دی گئیں اور بہت سے راویان حدیث کے فضل و شرف کا اقرار
 کرنے کے باوجود ان پر شیعیت کا الزام لگایا گیا۔

ذرا نیرنگی زمانہ تو دیکھو کہ علماء و محدثین کے راویوں میں سے
 (دشمنان حضرت علیؑ میں سے) جن لوگوں کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں ان
 کے علاوہ بھی بہت سے دشمنان حضرت علیؑ کی تعدیل اور مدح و ثنا کرتے
 ہیں جیسے مروان بن حکم جو امام حسنؑ کے لئے کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) تم ملعون
 گھرانے سے تعلق رکھتے ہو اور عمران بن حطان خارجی جس نے عبدالرحمن
 بن ملجم مرادی کی تعریف اور حضرت علیؑ کی برائیاں اپنے مشہور و معروف
 اشعار میں کی ہیں اور حریر بن عثمان و جہی جس کے لئے صاحب تہذیب
 نے کہا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی تنقیص کیا کرتا تھا اور آپ پر سب و شتم کرتا
 رہتا تھا جس کی حالت یہ تھی کہ اسمعیل بن عیاش کہتا ہے کہ میں اس کے
 ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مصر سے مکہ آیا تو اس نے حضرت علیؑ پر
 سب و شتم اور لعن کرنا شروع کی وہی بیان کرتا ہے کہ میں نے حریر بن
 عثمان کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ پیغمبر اسلامؐ کی جو حدیث بیان کرتے

ہیں کہ آپ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا انت منی ممزلة ہارون من موسیٰ تم کو مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی حدیث صحیح ہے لیکن سننے والے نے ایک غلطی کی ہے میں نے کہا کیا غلطی کی ہے تو اس نے کہا کہ حدیث یوں ہے کہ (معاذ اللہ) تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو قارون کو موسیٰ سے حاصل تھی ازوی ناقل ہے کہ حریر بن عثمان نے روایت کی ہے کہ ایک دن نبیؐ سوار ہونے کے لئے اپنے (نخچر) کے قریب آئے تو حضرت علیؑ نے اس کے تنگ کھول دیے تا کہ آپ نخچر سے گر پڑیں۔

یحییٰ بن صالح سے کہا گیا کہ تم حریر بن عثمان کی حدیث کیوں نہیں لکھتے ہو اس نے کہا کہ میں ایسے شخص کی حدیث کیوں کر لکھوں جس کے ساتھ میں سات برس تک نماز صبح پڑھی وہ جب مسجد سے نکلتا تھا تو حضرت علیؑ پر ستر مرتبہ لعنت کرتا تھا۔ ابن حبان کہتا ہے کہ یہ شخص حضرت پر نماز صبح اور عشا کی نماز کے بعد ستر مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا جب اس سے اس کے بارے میں کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں حضرت علیؑ کے بارے میں کیوں نہ ایسا کروں اس لئے کہ انھوں نے میرے آباؤ اجداد کا سر قلم کیا ہے۔

اس طرح کے راوی بہت سے ہیں لیکن مروان عمران اور حریر نمونہ اور مثال کے طور پر پیش ہیں اس لئے کہ یہ لوگ صحیح بخاری کے راویوں میں داخل ہیں جو کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

مصیبتی کے حالات میں ذہبی نے کہا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ سنت کی نصرت کرتا تھا اور اس کے فضائل یہ تھے یہ تھے لیکن حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ اور جو زجانی کے حالات میں کہا ہے کہ وہ حفاظ حدیث میں موثق آدمی تھا لیکن حضرت علیؑ سے منحرف تھا۔ یہ ہیں موثق و معتبر راوی جن کی احادیث سے اللہ کے دین کی باتوں میں احتجاج کیا جاتا ہے۔

لاواللہثم لاواللہابذرا تم اس کے ضد کو بھی دیکھو کہ جو لوگ حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی طرف مائل تھے ان پر ان کے بڑے بڑے فضائل کے باوجود شیعیت کا الزام لگایا گیا ہے گویا انہوں نے گناہان کبیرہ میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے اسی کے سبب سے ان کو ازپتیں بھی دی گئیں عدالت کو مجروح بھی کیا گیا۔

تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب امام نسائی نے خصائص امام علیؑ کو جمع کیا تو ان پر کیا گذری ان سے مسجد جامع دمشق میں مطالبہ کیا گیا کہ وہ اسی طرح خصائص معاویہ تحریر کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے تو معاویہ کے بارے میں نبیؐ کا صرف یہ قول معلوم ہے کہ خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے یہ سنتے ہی لوگوں نے ان کو جو توں سے مارنا شروع کیا اور ان کے خصیتین کو ملنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے جام شہادت پی کر گذر گئے علامہ ذہبی نے سقہ واسطی کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ خدا ان کے سن اور علم میں برکت عطا کرے اس پر اتفاق ہے کہ جب انہوں نے

حدیث طیر کو تحریر کرایا تو لوگ اس کو نہ برداشت کر سکے لوگوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کی نشست گاہ سے انھیں اٹھا دیا اور جہاں حدیث طیر لکھوائی گئی تھی اسے پانی سے دھو ڈالا یہ حالت دیکھ کر وہ چلے گئے اور گھر میں بیٹھ رہے اور پھر واسط کے کسی آدمی کے سامنے کوئی حدیث نہیں نقل کی۔

موصوف نے حافظ ابن عقدہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی شیعیت کے سبب سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔

ذہبی ہی کہتے ہیں کہ حجاج نے ابن ابی لیلیٰ کو حضرت علیؑ کو سب و شتم کرنے کے لئے پیٹا۔ وہ یحییٰ بن کثیر کے حالات میں کہتے ہیں کہ چونکہ وہ بنو امیہ کی برائی کرتے تھے اس لئے ان کو پیٹا گیا اور ڈاڑھی موٹدی گئی

ابو الفرج نے خندف بن بدر اسدی کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن شبہ نے نقل کیا ہے کہ وہ زمانہ حج میں لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم لوگ حق پر نہیں ہو اس لئے کہ تم نے اہل بیتؑ نبیؐ کو ترک کر دیا ہے حالانکہ حق انھیں کے ساتھ ہے اور وہی امام ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ خندف نے کسی کو سب و شتم بھی کیا ہو لیکن پھر بھی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتا شروع کیا اور مارتے مارتے ان کو قتل کر دیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عباس بن عوام کے اظہار شیعیت کے سبب سے رشید نے ایک عرصہ تک قید رکھا۔

ایک شاعر نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ
 اس خائن زمانہ میں یہودی اپنے نبیؐ کی محبت و الفت کے باوجود
 امن و اطمینان سے رہتے ہیں اور صلیب پرست عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی
 محبت کے باوجود نجران کے قریوں میں تکبر کے سبب سے اترائے ہوئے
 چلتے پھرتے ہیں لیکن وہ مومنین جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
 محبت رکھتے ہیں اس محبت کے سبب سے آگ میں جھونک دئے جاتے
 ہیں۔

ان سب باتوں سے زیادہ عظیم و بزرگ بات یہ ہے امام جعفر
 صادقؑ کی عظیم شخصیت کے باوجود بعض لوگ ان پر جرح و قدح کرتے
 ہیں۔

اس کے بعد شاعر حماسی کا ایک شعر بطور مثل تحریر کیا ہے کہ
 میری زوجہ میرے پٹے عرار کو ذلیل کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے عمر کی
 قسم خاکر کہتا ہوں کہ جو شخص عرار کے ذلیل کرنے ارادہ کرے گا اس
 نے یقیناً ظلم کیا ہے۔

اب ذرا تم پوری توجہ سے بعض ان چیزوں کو دیکھو جو امام جعفر
 صادقؑ علیہ السلام کے لئے کہی گئیں ہیں۔

کتاب تہذیب التہذیب میں مذکور ہے کہ ان مدائسی نے ذکر کیا
 ہے کہ یحییٰ ان سعید قطان سے امام جعفر صادقؑ کے لئے سوال کیا گیا تو
 انھوں نے کہا میرے دل میں ان کے بارے میں کچھ ہے اور مجھے تو مجالد

امام جعفر صادق سے زیادہ محبوب ہے۔

سعید بن ابی مریم نے کہا ہے ابو بکر بن عیاش سے کہا گیا کہ تم نے تو امام جعفر صادقؑ کا زمانہ پایا ہے اس کا کیا سبب ہے کہ تم نے ان کی حدیثیں نہیں سنی ہیں تو انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا جسے وہ بیان کرتے تھے کہ کیا یہ وہ حدیثیں ہیں جنہیں آپ نے لوگوں سے سماعت کی ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے لکن سعید کہتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کثرت سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے لیکن ان کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ امام جعفر صادق سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے یہ حدیثیں اپنے والد ماجد سے سنی ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک مرتبہ اور دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ (میں نے اپنے والد سے سنا تو نہیں مگر) میں نے ان کی کتابوں میں ان احادیث کو پایا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان واقعات کو لکھنے کے بعد کہا ہے کہ آپ سے مختلف احادیث کے بارے میں یہ سوالات کئے گئے تو آپ نے جن احادیث کی سماعت کی تھی ان کے لئے تو کہہ دیا کہ میں نے اسے سنا ہے اور جن احادیث کو ان سے نہیں سنا تھا ان کے لئے یہ کہہ دیا کہ میں نے ان کو ان کی کتابوں میں پایا ہے (یہ تو نقص و عیب نہیں ہے) بلکہ کمال تحقیق و تدقیق کی دلیل ہے۔

(علامہ محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ) سوائے بخاری کے صحاح ستہ میں سے سب کتابوں میں امام جعفر صادق کی حدیثوں سے احتجاج کیا گیا ہے لیکن آپ کے بارے میں ابن سعد۔ ابن عیاش اور ابن قطان نے جو کچھ کہا ہے وہ باتیں بخاری کو معلوم ہوئیں اور ان سے دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ (اور ان کی حدیثیں تو بخاری میں نقل کی ہیں مگر صادق آل محمدؑ کی حدیثیں نہیں نقل کیں) لیکن جن لوگوں کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے (بخاری کے علاوہ باقی صحیح کتابیں) ان میں حضرت کی احادیث سے احتجاج کیا گیا ہے اس مقام پر عاقل متحیر و پریشان ہو جاتا ہے کہ امام جعفر صادق کو بخاری رحمۃ اللہ نے جو ضعیف قرار دیا ہے تو ان کی جانب سے کیا معذرت کرے اس مطلب کو چند شعروں میں کسی شاعر نے ذکر کیا ہے وہ کتا ہے کہ

قضية يشبه بالمرزئته هذا البخاري امام الفقه بالصادق
الصادق ما احتج في صحيحه و احتج بالمرجئه مثل عمران بن
حطان او مروان و ابن المرثه المخطيه مشكله ذات عوارالي
حيرت ارباب النهيه ملجبه حق بيت يممته الوري مغذة في
السير او مبطنه ان الامام الصادق المجتبي بفضله الا يه ات
منبه اجل من في عصره رتبة لم يقترف في عمره السيئه قلامه
من ظفر ابهامه تعدل من مثل البخاري منه .

یہ قضیہ ہے جو مصیبت سے زیادہ مشابہ ہے کیوں کہ بخاری نے جو

اہل سنت کا امام ہے اپنی صحیح میں جناب صادق ایسے صدیق سے احتجاج نہیں کیا حالانکہ مرجعہء کے گروہ سے احتجاج کیا ہے یعنی بخاری نے عمر ان بن حطان خارجی اور مروان (طریدر سول) اور زناکار عورت کے بیٹے (زیاد ابن ابیہ) سے روایت کی ہے یہ ایک مشکل امر ہے جو عیب دار بنا دیتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ ارباب عقل حیرت میں مبتلا ہو جائیں قسم ہے اس گھر کی جس کا لوگ تیز رفتاری یا آہستہ روی سے قصد کرتے ہیں کہ یقیناً امام جعفر صادق وہ برگزیدہ خدا ہیں جن کی فضیلت کی آیات قرآنی خبر دے رہی ہیں آپ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے مرتبہ میں افضل ہیں اور آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا آپ تو وہ ہیں کہ جن کے پیر کے انگوٹھے کے ناخن کا ایک ریزہ سو بخاری کے برابر ہے۔

ہم کو کلام کہاں سے کہاں کھینچ لایا اور بہت طویل بھی ہو گیا۔ لیکن اس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اہل بیتؑ نبوی اور ان کے شیعوں پر کیا کیا مصیبتیں پڑی ہیں جن کی بیخ و بنیاد یہی معاویہ سرکش ہے اور اس نے جناب امیر اور ان کے اہل بیتؑ کے سب و شتم و توہین و تنقیص کی جو شہرت دنیا میں کی تھی اور نشر و اشاعت کرتا رہتا تھا اور بزور شمشیر اس کی تاکید کیا کرتا تھا آخرت میں ان سب کا وبال اسی کی طرف پلٹ کر جائے گا جس دن جس شخص نے جو کچھ کیا ہے خواہ اچھائی یا برائی اس کو اپنے سامنے حاضر اور موجود پائے گا اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کے اعمال کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہوتا صحیح مسلم میں جریر بن عبد اللہ

سے یہ حدیث وارد ہے کہ

من سن فی الاسلام سنة حسنة کان له اجرها و اجر من
عمل بها الی یوم القیمة و من سن فی الاسلام سنة سیة کان
علیه و زرها و وزر من عمل بها الی یوم القیمة .

اسلام میں جس شخص نے کسی سنت حسنة کی بنیاد ڈالی ہے اس کو
خود اس کا اجر اور ان لوگوں کا اجر بھی ملے گا جو قیامت تک اس پر عمل کریں
گے۔ اور جس شخص نے کسی برے طریقہ کو اسلام میں جاری کیا ہے اسے
خود اس کے گناہ کا وبال اور ان کے گناہوں کا وبال قیامت تک ملے گا
جنہوں نے اس پر عمل کیا ہے۔

ابن ماجہ نے انس سے روایت کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا

ہے۔

ایما داع دعا الی ضلالة فاتبع فان علیہ مثل اوزار من
تبعه و لا ینقص من اوزارهم شیا و ایما داع دعا الی الہدی
فاتبع فان له مثل اجور من اتبعه و لا ینقص من اجور هم شیا .

جو بلائے والا کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور اس کی
اس میں پیروی کی جائے گی تو تمام پیروی کرنے والوں کا گناہ اس کی گردن
پر ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو بلائے والا
کسی ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی تو اسے
تمام متابعین کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی

کوئی کمی نہیں ہوگی۔

یہ ایک سنی عالم کا ارشاد گرامی ہے علامہ ابن عقیل کا یہ ارشاد گرامی اتنا مستحکم اور مضبوط ہے کہ اس کے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے موصوف کے اس تحریر سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس بدعت بد کو معاویہ نے اس طرح رائج کیا تھا کہ اسے ایک دینی فریضہ سمجھا جانے لگا تھا جو قطعاً غلط بے بنیاد اور احکام شرعیہ اور احادیث نبویہ کے منافی تھا۔

ظاہر ہے کہ کسی امر کو واجب و حرام و مستحب و مکروہ و مباح شارع اسلام کے حکم کے بعد ہی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں دشمنی حضرت امیرؓ اس طرح بٹھادی گئی تھی کہ وہ اسے مستحب و واجب سمجھنے لگے تھے۔ زمانہ بنو امیہ ہی سے یہ خوں بد علماء و محدثین میں پیدا ہونا شروع ہو گئی جس کے اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں اسی سبب سے حضرت امیرؓ کے فضائل کو وہ برداشت نہیں کر پاتے اور آپ کے دشمنوں کی بے حد مدح و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

سب و شتم حضرت امیرؓ میں
عمال معاویہ کی سعی و کوشش

جس طرح حضرت امیر المؤمنینؓ کی توہین و تذلیل اور شیعوں کو ستانے کے لئے معاویہ سب و شتم حضرت امیر المؤمنینؓ کیا کرتا تھا اسی

طرح ساری مملکت اسلامیہ میں جہاں جہاں بھی جو حاکم تھا وہ بھی حضرتؑ پر سب و شتم کیا کرتا تھا۔ اس میں ذرہ برابر سستی و کاہلی نہیں کرتا تھا۔ بات یہ تھی کہ معاویہ نے اس امر فبیح کے لئے ساری مملکت میں فرمان جاری کر دئے تھے۔ جس کی تعمیل ہر حاکم پر لازم تھی خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی۔

عمال کی ترقی و منزل اور ان کا تقرر و برخاست ہونا بھی اسی پر موقوف تھا۔ چنانچہ سعید بن عاص جب والی مدینہ معین ہوا تو وہ سب و شتم حضرت امیرؑ سے پرہیز کرتا تھا اس لئے معاویہ نے اسے برخاست کر دیا اور اس کی جگہ مروان بن حکم کو دوبارہ حاکم مدینہ بنا دیا۔

معاویہ کے ان اعمال نے اس رسم فبیح پر شدت سے عمل ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ وہ شیعوں کو طرح طرح سے ستاتے بھی تھے قسم قسم کی اذیتیں بھی دیتے تھے نئے نئے انداز سے قتل بھی کرتے تھے اور شیعہ تھے کہ محبت امیر المؤمنینؑ کو سینے سے لگائے ہنسی خوشی ان تمام مصائب کو جھیلتے رہتے تھے آئیے ایک سنی عالم کی زبان سے عمال معاویہ کے کردار کو دیکھئے۔

علامہ محمد بن عقیل النصائح الکافیہ ص ۶۴ پر مقتولین صفین کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

صفین کے مقتولین کے بعد ان لوگوں کے واقعات شہادت ہیں جن کو عمال معاویہ نے موت امام علیؑ علیہ السلام کے بعد موت کے گھاٹ

اتارا تھا جسے مغیرہ بن شعبہ و زیاد بن سمیہ و سمرہ بن جندب و عمرو بن العاص و مسلم بن عقبہ و عبید اللہ بن زیاد و غیرہ ان عمال نے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور ظلم و جور سے کتنے ہی وحدانیت پرست انسانوں کا خون بہایا۔ ان عمال کا حال یہ تھا کہ جب کوئی شخص سب و شتم امام علی بن ابی طالبؑ سے پرہیز کرتا تھا اور اس دین سے برائت و میزاری سے انکار کر دیتا تھا جس کے ذریعہ اللہ کی معرفت حاصل ہوتی تھی جو دین اسلام حق تھا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا یہ سب نقل متواتر سے ثابت ہے جس کے بعد معاویہ و عمال معاویہ سے ان افعال کے واقع ہونے میں کسی صاحب عقل و بصیرت کو شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

ان واقعات اور ان کے مانند تاریخ کے متواتر بیان کئے ہوئے حالات سے جو شخص انکار کرے وہ دو قسم کے لوگوں میں شمار کیا جائے گا یا تو مفصل ہو گا بلکہ عقل سے بالکل خالی ہو گا اس لئے کہ جن سچے واقعات کو عالم و جاہل سب ہی جانتے ہیں اور جن کو ہزاروں اشخاص نے نقل کیا ہے وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے اور یہ غفلت و بے عقلی و کند ذہنی کا انتہائی درجہ ہے یا ایسا عقلمند انسان ان سے انکار کرے گا جو دل سے تو ان واقعات کی تصدیق کرتا ہے لیکن زبان سے اس لئے انکار کرتا ہے کہ لوگ اسے رافضی کہیں گے اس کی طرف مخالفت اہل سنت کی نسبت دیں گے اور یہ ایک عظیم مصیبت ہے اور ایک ایسی عادت ہے جس کو خدا و رسول دشمن رکھتے ہیں معاویہ کے اکثر مددگار اور اس طرح کے واقعات کی اس

سے نفی کرنے والے لوگ ایسے ہیں جو زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں کی گہرائی میں نہیں ہے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز اور سرگوشیوں کو جانتا ہے اور غیب کی باتوں سے باخبر ہے۔

کیا کسی سچے مومن کے لئے جائز ہے کہ وہ معاویہ اور اس کے عمال کے ان جرائم قتل و غارت کو اچھی طرح جان لینے کے بعد جن کو ہم ذکر کر چکے ہیں یہ کہے کہ وہ اور اس کے عمال اس پر اجر پائیں گے اس لئے کہ وہ سب کے سب مجتہد تھے کیا انھیں یہ نہیں معلوم ہے کہ جو شخص خدا اور سولہ کو دشمن رکھے اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم ہے اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

معاویہ کے مددگار کہتے ہیں کہ معاویہ اور اس کا گروہ عمار کے قتل پر ثواب کا مستحق ہے عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ لوگ عمار کو جہنم کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جس سے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پتھر بھی پکھل کر پانی ہو جاتا ہے یہ تو بہت بڑا کلمہ ہے جو ان کے دہن سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ لوگ یہ غلط اور جھوٹ کہتے ہیں پالنے والے یہی لوگ حق سے گمراہ ہو گئے ہیں اور انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے ان کی زبانیں جھوٹ باتیں زبان پر لاتی ہیں بھلا ان کے لئے نیکیاں کہاں سے ہو سکتی ہیں یقیناً ان کے لئے جہنم ہے اور ان لوگوں نے جان بوجھ کر زیادتی کی ہے۔

حضرت نبی کریمؐ تو فرماتے ہیں جو مسلمانوں کو ان کے رستوں پر اذیت پہنچائے اس پر ان کی لعنت واجب ہو گئی ہے اسے طبرانی نے اپنی کتاب کبیر میں اپنے اسناد سے حسن سے اس نے حذیفہ بن اسد سے نقل کیا ہے پس جب ایسا شخص جو مسلمانوں کے راستہ میں ان کو اذیت پہنچائے مسلمانوں کی لعنت کا مستحق ہے تو پھر مسلمانوں کی لعنت کا ایسا شخص کیوں کرنے مستحق ہو گا جو ان کا خون بہا کر انھیں اذیت دے اور آئمہ اہل بیتؑ نبی اور دوسرے افراد کی عزت و حرمت کو ضائع کر کے ان کو تکلیفیں پہنچائے اور مسلمانوں کو سونا چاندی مال فی وغنیمت اپنے لئے مخصوص کر لے۔

یہ ہے عمال معاویہ کا کردار اور خود اس کی تصویر جسے ایک جلیل القدر سنی عالم نے تحریر کیا ہے۔

معاویہ اپنے عمال اور رعیت سے صرف سب و شتم حضرت امیرؓ ہی کا کام نہیں لیتا تھا بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں ان سے جعلی حدیثیں تیار کرنے کا کام بھی لیا کرتا تھا اور اس کے صلہ میں ان کو بڑی بڑی رقمیں بھی دیا کرتا تھا جاگیریں اور منصب عطا کرتا تھا اور وہ لوگ حضرت علیؑ کی برائی میں طرح طرح کی حدیثیں گڑھ گڑھ کر بیان کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۸ پر مرقوم

ہے کہ

ان معاویہ وضع قوما من الصحابہ و قوما من التابعین

علی روایۃ اخبار قبیحہ فی علی علیہ السلام تقتضی الطعن فیہ و البرائۃ منہ و جعل لہم علی ذلک جعلاً یرغب فی مثلہ فا ختلقوا ما ارضاہ منہم ابو ہریرہ و عمرو ابن العاص و المغیرۃ بن شعبہ و من التابعین عروۃ بن الزبیر .

معاویہ نے صحابہ و تابعین میں سے ایک گروہ کو معین کیا تھا کہ وہ حضرت علی کے لئے ایسی بڑی بڑی خبریں بیان کریں جس سے آپ پر طعن و تشنیع کیا جاسکے اور برأت کی جاسکے معاویہ نے اس کے بدلہ میں ان کے لئے اتنا بڑا عوض مقرر کیا تھا کہ جس کی طرف رغبت کی جاسکے چنانچہ لوگوں نے ایسی ایسی جھوٹی حدیثیں بنائیں جس سے معاویہ ان سے راضی و خوشنود ہو گیا ان لوگوں میں ابو ہریرہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ داخل تھے اور تابعین میں سے عروہ بن زبیر تھا۔

ہم عمرو بن عاص کی گڑھی ہوئی حدیثوں میں سے ایک حدیث بطور نمونہ یہاں تحریر کرتے ہیں جس کو پیغمبر اسلام سے بسد متصل مسلم و بخاری نے بھی نقل کیا ہے حدیث یہ ہے عمرو کا بیان ہے کہ

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یقول ان الہی طالب یسوا لی باولیاء انما ولی اللہ و صالح المؤمنین .
(شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۸)

وہ کہتا ہے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! میرے دوست نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور

صالح المؤمنین ہے۔

قرآن و اسلامی تاریخ و حدیث خود اس کے جھوٹ و غلط ہونے کو بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ جناب ابو طالبؑ اور ان کی اولاد نے جو نصرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی ہے مسلمانوں میں سے کسی نے نہیں کی آل ابی طالب خصوصاً حضرت علی کی نصرت و امداد کا کوئی منافق و کافر بھی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

یہ دشمنی کی انتہاء ہے کہ آپ کے بغض عناد نے ان دشمنوں کو اتنا اندھا بنا دیا تھا کہ ایک غلط اور جھوٹی بات پیغمبر اسلامؐ کی جانب منسوب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں حالانکہ آپ نے اس کی سخت ممانعت کی ہے متعدد احادیث اس کی مذمت میں بھی وارد ہیں۔

اسی طرح اس نے سمرہ بن جندب کو چار لاکھ درہم دے کر ایک آیت غیض و غضب حضرت امیرؑ کے لئے اور ایک آیت رحمت و رافت ابن ملجم مرادی لعین کے لئے نقل کرائی چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

ابو جعفر کہتے ہیں کہ روایت کی گئی ہے کہ معاویہ نے سمرہ ابن جندب کو ایک لاکھ درہم اس لئے دئے کہ وہ حسب ذیل آیت کے شان نزول کو حضرت علیؑ علیہ السلام کے بارے میں نقل کرے۔

ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو الخصام و اذا تولي سعى في الارض ليفسد

فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد .

لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ جن کی بات دنیاوی زندگی میں تم کو اچھی معلوم ہوتی ہے حالانکہ جو کچھ اس کے قلب میں ہے اللہ اس کا گواہ ہے وہ بہت سخت جھگڑنے والا ہے اور جب وہ زمین پر حاکم ہو جائے گا تو فساد کے لئے سعی و کوشش کرے گا اور کھیتی اور نسلوں کو ہلاک کر دے گا اور خدا فساد کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

اور دوسری آیت ابن مسعود کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ یہ

آیت ہے

ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله .
لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اپنے نفس اللہ کی رضا مندی کے عوض میں بیچ ڈالتے ہیں۔

تو اس نے قبول نہیں کیا تو معاویہ نے دو لاکھ درہم دئے سمرہ نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو اس نے چار لاکھ درہم دئے تو قبول کر لیا اور اس کی روایت کر دی۔

سمرہ ابن جندب نے صحابی رسول ہونے کے باوجود یہ جھوٹی حدیث گڑھ کر پیش کر دی اور غضب و خدا اور رسول سے نہیں ڈرا۔
اسی طرح ابو ہریرہ نے حضرت کی مذمت میں ایک جھوٹی حدیث کو فہ میں بیان کی تو معاویہ نے اسے مدینہ کا والی بنا دیا۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح صحیح البلاغہ ج ۱ ص ۱ پر علامہ ابو جعفر اسکانی کی کتاب التفصیل سے نقل کرتے ہیں کہ اعمش بیان کرتا ہے کہ

جب ابو ہریرہ معاویہ کے ساتھ عام الجماعۃ میں عراق میں آیا اور مسجد کوفہ میں داخل ہوا تو جب استقبال کرنے والوں کا مجمع بہت زیادہ ہو گیا تو ابو ہریرہ اپنے گھٹنے کے بھل بیٹھ گیا اور کئی مرتبہ سر پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا اے اہل عراق تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میں خدا اور رسول پر جھوٹ باندھتا ہوں اور اپنے نفس کو آگ میں جلاؤں گا خدا کی قسم میں نے رسول خدا کو کتے سنا ہے کہ میرا حرم غیر سے ٹور تک مدینہ ہے جو شخص مدینہ میں کوئی نئی بات کرے اس پر خدا ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور میں گو اہی دیتا ہوں کہ علیؑ نے مدینہ میں نئی بات کی ہے جب معاویہ نے یہ سنا تو ابو ہریرہ کو انعام دیا اس کا اعزاز و اکرام کیا اور مدینہ کا حاکم بنا دیا۔

اس طرح کی صدہا حدیثیں ہیں جو بنا کر پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کر دی گئیں لیکن ہم اختصار کے سبب سے انہیں ترک کرتے ہیں۔

شیعوں کا ایک عجیب و غریب کردار

جب تمام مملکت اسلامیہ میں شیعوں کے تباہ و برباد کرنے کے لئے حکومت وقت کی پوری مشین حرکت میں تھی برسر منبر حضرت امیرؓ

کوسب و شتم کیا جا رہا تھا۔ شیعوں پر طرح طرح کے مظالم کئے جا رہے تھے اس وقت شیعوں نے اپنے امام کی اطاعت اور صلح امام حسنؑ کے احترام میں یہ عجیب و غریب کردار پیش کیا کہ ہر طرح کے مصائب سے آلام جھیلے لیکن تلوار نیام سے نہیں نکالی حالانکہ جب معاویہ نے کوفہ میں صلح ہو جانے کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ

انی شرطت القوم شروطا و وعدتهم عدات و منیتهم
امانی ارادة اطفاء نار الحرب و مداراة لهذه الفئة اذا جمع الله
لنا كلمتنا و الفتنا فان كل ما هناك تحت قدمی هاتین . (کتاب
الامامہ و السیاسہ)

میں نے قوم (امام حسنؑ اور ان کے تابعین) سے کچھ شرطیں اور وعدے کئے ہیں اور کچھ امیدیں دلائیں ہیں صرف اس لئے کہ جنگ کی آگ بجھ جائے اور اس گروہ کی دلجوئی ہو جائے اب جب کہ خدا نے ہم کو متحد و متفق کر دیا ہے جتنی شرطیں اور وعدے یہاں میں نے کئے ہیں وہ میرے ان پیروں کے نیچے ہیں۔

ظاہر ہے معاویہ کے اس اعلان کے بعد شیعوں کے لئے یہاں تھا کہ وہ خود تلوار لے کر میدان میں آجاتے یا معاویہ کے دشمنوں کا ساتھ دیتے اور ان کے ہاتھ مضبوط کر دیتے تاکہ اقتدار اس سے چھن جائے اور اورنگ حکومت سے اسے ہٹا دیا جائے۔

لیکن شیعوں نے ایسا نہیں کیا نہ خود تلوار لے کر میدان میں آئے

اور نہ معاویہ کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔ بات یہ تھی کہ وہ اپنے امام کے چشم و ابرو کو دیکھتے تھے اور ان کو معاویہ سے جنگ کے لئے امام کی اجازت نہیں تھی۔

بعض پر جوش روسائے قبائل نے یحییٰ بن زینب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرضداشت بھی پیش کر دی کہ جب معاویہ نے صلح کے تمام شرائط مسترد کر دئے ہیں تو اٹھئے اور اپنا حق چھین لیجئے۔ ہم کوفہ سے معاویہ کے عامل کو نکالے دیتے ہیں۔ یہ سلیمان بن سرد اور ان کے رفقاء کے جذبات کا خلاصہ ہے تفصیل کے لئے کتاب الامامت و السامہ ص ۳۶۱ کا مطالعہ کیجئے، اس کے جواب میں امام حسنؑ و امام حسینؑ نے جو کچھ فرمایا ہے اور ان پر شیعہ جس طرح کاربند رہے ہیں حیرت انگیز ہے۔

سلیمان بن سرد کے جواب میں امام حسنؑ نے ارشاد فرمایا کہ ابا بعد تم لوگ ہمارے شیعہ اور محبت ہو اور ایسے افراد ہو جن کے اخلاص و حسن صحبت کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تم ثابت قدم ہو جو کچھ تم نے کہا میں سمجھ گیا اگر میں دنیا حاصل کرنے کے لئے تدبیریں کرتا اور مال دنیا کے لئے کام کرتا تو معاویہ سے زیادہ شجاع و بہادر تھا اور زیادہ مضبوط تھا اور میری رائے اس کے برخلاف ہوتی جو تمہاری رائے ہے۔ لیکن میں تم کو اور اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تم نے جو کچھ دیکھا میں نے اسے صرف تم لوگوں کے خون کی حفاظت اور آپس کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے کیا ہے۔ اس لئے اللہ سے ڈرو

نہروان کے ساتھ ہو جاتے انھیں تقویت پہنچاتے تاکہ معاویہ کا خاتمہ ہو جائے۔

لیکن شیعوں نے اپنے بلند کردار سے خوارج کا ساتھ دینا کیسا انہیں فخر کر دیا۔ اور بے پناہ مظالم سہنے کے باوجود نہ خود نیام سے تلوار نکالی اور نہ دود شمنوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر خاموش تماشائی بنے رہے بلکہ ان دونوں دشمنوں میں جو دشمن حضرت امیرؓ کا زیادہ دشمن تھا انھوں نے اس کے وجود کو مٹانے کے لئے کمر ہمت باندھ لی اور اور ابھرتے ہوئے خوارج کا ایسا پیچھا کیا ایسا پیچھا کیا کہ ان کی کمر توڑ دی اور ایسا پسپا کر دیا کہ پھر ان میں ابھرنے کی طاقت نہیں رہی۔

اگرچہ خوارج کے مقابلہ میں شیعوں اور صرف شیعوں کو لڑنے کے لئے بھیجنے میں مغیرہ ابن شعبہ نے دھری سیاست سے کام لیا تھا اس نے اور عبد اللہ بن عامر نے یہ تدبیر کی کہ معاویہ کے دود شمنوں کو لڑا دو اگر دونوں کٹ مرے تو معاویہ کے دشمن روئے زمین پر باقی نہ رہ جائیں گے اور اگر خوارج کا وجود ختم ہوا تو ایک دشمن سخت سے نجات مل گئی اور شیعہ تو لڑیں گے نہیں اس لئے کہ صلح امام حسنؓ کی پابندی امام کے اقتدا میں ان پر لازم ہے۔

ہمارے پاس اس کے تاریخی شواہد ہیں کہ مغیرہ نے اور عبد اللہ بن عامر نے صرف شیعوں کو خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل ج ۳ ص ۷۱ پر تحریر کرتے

ہیں کہ

مغیرہ نے اپنے پولیس کے افسر اعلیٰ کو حکم دیا کہ تم مقل کے ساتھ شیعیان علیؑ کو کر دو اس لئے کہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں رو ساء و سرداران قبائل داخل ہیں جب شیعہ ان کے ساتھ جمع ہوں گے تو بعض بعض سے مانوس ہوں گے اس لئے کہ (خوارج) جو طاعت خلیفہ سے باہر ہو گئے ہیں شیعہ ان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں اور دوسروں سے ان کے مقابلہ میں زیادہ جرأت و ہمت رکھتے ہیں اس لئے کہ وہ اس سے قبل بھی ان سے (حضرت علیؑ کے ساتھ) جنگ کر چکے ہیں۔ ۱۰

بعینہ یہی تدبیر عبد اللہ بن عامر نے بھی شیعیان بصرہ کے ساتھ کی تھی چنانچہ اس نے شریک بن اعور حارثی کو جو شیعہ حضرت علیؑ تھے حکم دیا کہ تم بھی خوارج سے جنگ کے لئے جاؤ اور ان کے ساتھ تین ہزار شہسواروں کو روانہ کیا جو سب کے سب شیعہ علی بن ابی طالبؑ تھے اور ان میں سے اکثر لوگ قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

جناب شریک بن اعور بھی خوارج کو فہ ہی سے جنگ کے لئے بصرہ سے تین ہزار کا لشکر لیکر روانہ ہوئے تھے تاکہ جناب مقل بن قیس کی امداد کریں۔ جیسا کہ تاریخ طبری میں ج ۱ ص ۱۱۱ پر مذکور ہے۔

بھرے دربار میں شیعوں کی شجاعت

مجائے حضرت امیرؑ کے ظالم پر لعنت

والیان ملک و سلاطین وقت بسا اوقات نشہ حکومت کے گھمنڈ میں کسی محبت امیر المؤمنینؑ کو پا جاتے تھے تو حکم دیتے تھے کہ منبر پر جا کر امیر المؤمنینؑ کو برا بھلا کہے۔

ان میں کچھ تو کسی ضرورت و مجبوری سے ان ظالموں کے پاس آتے تھے اور کبھی انھیں اسیر و مقید کر کے لایا جاتا تھا اور حکم دیا جاتا تھا کہ منبر پر جا کر علی ابن ابی طالبؑ کو سب و شتم کرو۔ یہ نہایت اطمینان سے منبر پر جاتا۔

دشمن یقیناً دل میں خوش ہوتا ہو گا کہ آج علیؑ کا دوست ان کی دوستی سے دست بردار ہو گیا اور ان کو سب و شتم کرنے کے لئے منبر پر آ گیا ہے۔

لیکن مہمان علیؑ تو اس موقع کے منتظر ہی تھے کہ اے کاش ہمیں کوئی ایسا موقع ملے کہ ہم ان سے انتقام لے سکیں اور انھیں کے مجمع میں انھیں پر سب و شتم کریں اس لئے کہ انھوں نے ہمارا دل بہت جلایا ہے ہمارے جذبات کو مجروح کیا ہے ہماری موجودگی میں بارہا ہمارے مولاً پر تبراء کیا ہے۔ ہم مجبور تھے ورنہ زبان گدی سے کھینچ لیتے اگرچہ ان کے کئے کی تلافی تو نہ ہو گی لیکن ہمارے دل میں ان کے اس رسم قبیح سے جو

شعلے اٹھ رہے ہیں ان میں کمی ہو جائے گی اور دل میں جو خواہش ہے اس سے کچھ سکون ہو جائے گا جگر میں جو جلن ہے اس میں کمی ہو جائے گی۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے کہ لعن و تبراء کے بعد ہمارا کیا حشر ہو گا۔ جو بھی حالت ہو ہمیں محبوب ہے مگر آج ہم ان کو اس کا مزہ چکھا کر رہیں گے اور بتادیں گے کہ کسی پر سب و شتم سے اس کے محبت پر کیا گزرتی ہے۔ ہم یہاں پر صرف چند واقعات کو نقل کرتے ہیں۔

۱۔ حجر بن عدی۔

مغیرہ کوفہ کا حاکم عرصہ تک رہا مگر حضرت علی علیہ السلام کو گالی دینے اور آپ کے عیوب بیان کرنے کو کبھی ترک نہیں کرتا تھا اور عثمان کے لئے دعا اور استغفار کیا کرتا تھا لیکن جب مغیرہ کو یہ سب و شتم کرتے ہوئے حجر بن عدی سنتے تھے تو فوراً کہتے تھے کہ (حضرت علی علیہ السلام پر نہیں) بلکہ اللہ کی مذمت اور لعنت تم لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ (نصائح ص ۷۳)

جناب حجر کتنے شجاع و بہادر اور جری تھے مغیرہ کے اقتدار جاہ و جلال اور معاویہ کے نائب خاص ہونے کی طرف سے منہ پھیر کر بھرے مجمع میں اپنے مولاً پر کلمات ناسزا سن کر اسی کو لعنت کرنا شروع کر دیا۔ زندہ باد حجر بن عدی۔

موصوف کا دوسرا واقعہ اس سے عجیب تر اور جناب حجر کی جرأت و

ہمت کا بہترین ثبوت ہے۔

چنانچہ ایک دن مغیرہ نے جناب حجر کو حکم دیا کہ لوگوں کے مجمع میں اٹھو اور حضرت علیؑ پر لعنت کرو جناب حجر نے اس سے انکار کر دیا تو مغیرہ نے ان کو دھمکی دی جناب حجر اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے گروہ مردم تمہارے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کروں اس لئے تم اس (امیر) پر لعنت کرو خدا اس پر لعنت کرے تمام اہل کوفہ نے کہا خدا اس (مغیرہ) پر لعنت کرے۔ (نصائح کافیہ ص

(۷۳

۲۔ محمد بن ابی حذیفہ۔

صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے۔ معاویہ کے ماموں زاد بھائی تھے مگر بھر پور شراب محبت حضرت امیرؓ پی چکے تھے اور اس کے نشہ میں ہمہ وقت مست رہتے تھے بعد شہادت حضرت امیرؓ ان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا کچھ دنوں کے بعد قید سے نکال کر چاہا کہ حضرت امیرؓ کو برا بھلا کہیں لیکن جائے حضرت پر سب دشمن کے آپ کے فضائل و محامد بیان کئے اور معاویہ کی برائیاں بیان کیں جس کے بعد پھر قید خانہ میں ڈال دیا اور قتل کر دیا ان کا یہ جرأت مندانہ اقدام اور معاویہ سے گفتگو ان کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

۳۔ شداد بن اوس۔

شداو بن اوس اصحاب امیر المؤمنینؑ میں سے ایک جلیل القدر بزرگ تھے یہ ایک مرتبہ معاویہ بن ابی سفیان کے پاس آئے تو اس نے ان کو عزت و احترام سے اپنے یہاں رکھا اور ان کی گذشتہ باتوں پر ان کو زجر و توبیح نہیں کیا۔ ایک دن ایک بڑے مجمع میں ان کو طلب کیا اور کہا کہ شداو اٹھو اور علی بن ابی طالبؑ کی برائیاں بیان کرو تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میری محبت و الفت میں تمہاری کیا نیت ہے جناب شداو نے کہا کہ مجھے اس سے معاف رکھو اس لئے کہ حضرت علیؑ کا انتقال ہو گیا انھیں ان کے عمل کی جزا دی جا چکی حضرت سے جس چیز کے تم طالب تھے وہ تم کو مل چکی حکومت تمہارے ہاتھ میں آچکی اس لئے جو چیز تمہارے حکم کے مطابق نہیں اسے لوگوں سے نہ طلب کرو۔ معاویہ نے کہا میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس کے لئے ضرور اٹھنا پڑے گا ورنہ تمہارے بارے میں شک و شبہ باقی رہے گا۔ یہ سنتے ہی شداو اٹھے اور حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اے گروہ مردم آخرت کا وعدہ سچا ہے جس میں بادشاہ قادر حکم لگائے گا اور دنیا موجود اور حاضر چیز ہے جس میں اچھے برے سبھی کھاتے ہیں خدا کے مطیع و فرمانبردار کے خلاف بارگاہ خداوند عالم میں کوئی حجت نہیں ہے اور عاصی و نافرمان کے موافق خدا کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اگر خدا لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو ان پر نیکو کار لوگوں کو حاکم بنا دیتا ہے اور اہل علم و فقہاء ان میں فیصلہ کرتے ہیں مال سخی لوگوں کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اگر برائی چاہتا ہے تو ان پر احمقوں کو حاکم بنا دیتا ہے جاہل ان میں فیصلہ

کرتے ہیں اور مال خلیوں کو دے دیتا ہے کسی والی کی بھلائی یہ ہے کہ اس کے ہمسر موجود ہوں اے معاویہ حق بات کہہ کر جو تجھے ناراض کر دے اس نے نصیحت کی اور باطل اور خلاف حق بات کر کے جو تجھے خوش کر دے اس نے دھوکا دیا۔ اے معاویہ میں خلاف حق بات کہہ کر تجھے دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ یہ سنتے ہی معاویہ نے کہا شدا بیٹھ جاؤ اور اس کے بعد کہا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ تم کو اتنا مال دیا جائے جس سے تم غنی و مال دار ہو جاؤ تاؤ کیا میں ایسا سخی نہیں ہوں خدا نے جسے اپنی خلق کی بھلائی کے لئے مال دیا ہے شدا نے جواب دیا کہ تیرے پاس جو مال ہے اگر وہ مسلمانوں کا مال نہیں ہے اسے پر اگندہ ہونے سے تو نے چھ لیا ہے اور اسے حلال و جائز طریقہ سے پایا ہے اور حلال و جائز طریقہ سے خرچ کیا ہے تو ہاں تو سخی ہے لیکن اگر یہ مال مسلمانوں کا ہے اور تو نے اسے جمع کر لیا اور ان کو نہیں دیا تو تو نے مغل و کنجوسی سے اسے حاصل کیا ہے اور فضول خرچی کرتا رہا ہے خدا ایسے لوگوں کے لئے کہتا ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں یہ سنتے ہی معاویہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اے شدا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میں نے جو حکم دیا ہے ان کو دے دو تا کہ مرض کی شدت سے پہلے اپنے گھر چلے جائیں یہ سنتے ہی جناب شدا یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ دماغ اس کا خراب ہے جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرے وہ میں نہیں ہوں اور جناب شدا بغیر مال کو لئے ہوئے معاویہ کے پاس سے چلے

گئے۔ (حدائق الانوار ج ۸ ص ۵۳۰)

جناب شدا کتنے حق گو اور جری تھے نہ معاویہ کے ظاہری حشمت و جلالت کی پرواہ کی نہ مال و دولت کو خاطر میں لائے بلکہ کھری کھری باتیں سنا کر بغیر ایک حبابہ لئے ہوئے محبت امیر المؤمنین کا دم بھرتے ہوئے چلے گئے۔

۴۔ جناب صحصحہ ابن صوحان عبدی۔

جناب امام حسنؑ اور معاویہ میں مصالحت ہو گئی تو امام حسنؑ نے نام بنام کچھ لوگوں کے لئے امان لے لی تھی جن میں جناب صحصحہ بن صوحان بھی داخل تھے جب معاویہ کوفہ میں داخل ہوا تو ایک دن جناب صحصحہ اس کے پاس آئے اور معاویہ سے کہا کہ مجھے بہت مبغوض ہے کہ تم کو خلیفہ کموں اس کے بعد خلیفہ کہہ کر معاویہ کو سلام کیا۔

معاویہ نے کہا صحصحہ اگر تم مجھے خلیفہ کہنے میں سچے ہو تو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرو صحصحہ منبر پر گئے حمد و ثنائے خدا کی اس کے بعد کہا کہ اے گروہ مردم میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں جس نے خیر کو پیچھے اور شر کو آگے کر دیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ حضرت علیؑ پر لعنت کروں اس لئے تم اس پر لعنت کرو خدا اس پر لعنت کرے پوری مسجد کے لوگوں نے آمین کہا۔ اس کے بعد پلٹ کر معاویہ کے پاس آئے اور جو کچھ منبر پر کہا تھا اسے بتایا معاویہ نے کہا صحصحہ اس سے تو تم نے مجھ کو مراد لیا ہے اس لئے پھر منبر پر جاؤ اور حضرت علیؑ کا نام لے کر ان پر لعنت کرو

صعصعہ پھر منبر پر آئے اور کہا کہ اے گروہ مردم امیر المؤمنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالب پر لعنت کروں اس لئے تم اس پر لعنت کرو جو علی بن ابی طالب پر لعنت کرے ساری مسجد کے لوگوں نے چیخ چیخ کے کہا آمین اس کی اطلاع معاویہ کو دی گئی اس نے کہا خدا کی قسم صعصعہ نے صرف مجھ کو مراد لیا ہے ان کو اس شہر سے نکال دو یہ میرے ساتھ کسی شہر میں قیام نہ کرنے پائیں۔ زندہ باد صعصعہ بن صوحان۔ (حجرات الانوار ج ۸ ص ۵۳۱)

یہ ہے امیر المؤمنین کی سچی محبت جس کا مظاہرہ جناب صعصعہ نے کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جناب حجر بن عدی اور ان کے امثال کا یہ ایک اسوہ حسنہ ہے ایک بہترین سبق ہے ایک عمدہ سے عمدہ نمونہ عمل ہے جس پر ہر مخلص شیعہ علی کو کاربند ہونا چاہیے اور کسی وقت بھی دشمنان علی ابن ابی طالب سے مرعوب نہ ہونا چاہیے۔

شیعوں پر جگر خراش مظالم

آوارہ وطنی، قید و بند، کوڑے مارے جانا، گھر کھدوا دینا، مال و اسباب لوٹ لینا، عطیہ بیت المال سے محرومی، آنکھوں میں سلائی چھبویا جانا، ہاتھ پیر کاٹا جانا، زبان گدی سے کھنچو لینا، سولی پر چڑھا دیا جانا، زندہ دفن کر دیا جانا، جلادینا، طرح طرح سے قتل کرنا۔

اب تک ہم نے جو کچھ تحریر کیا اس کا تعلق حضرت امیر کی دشمنی

اور سب و ستم سے تھا لیکن معاویہ اور اس کے عمال نے شیعوں پر کیا کیا مظالم کئے اور کن کن افراد پر ستم توڑے ان کو تحریری کرتے ہوئے قلم تھراتا ہے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ جذبات پر قابو پانا دشوار ہو جاتا ہے عنان صبر ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو بیہ حال تاریخ کے موج سمندر میں غوطہ لگا کر ہمیں در مقصود کو تلاش کرنا ہے۔ تاریخ کے سیاہ اوراق پر جہاں جہاں اس طرح کے خون آلود و جگر خراش واقعات ملیں انھیں منظر عام پر پیش کرنا ہے اس لئے کہ بارہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے کہ ان پر تعصب، جانبداری، عقیدت، دشمنی اہل بیتؑ کے سیاہ پردے ڈال دئے گئے ہیں سردست ہم کو معاویہ کے پین سالہ حکومت کا جائزہ لینا ہے اور تاریخ کا سینہ چاک کر کے ان سیاہ پردوں کا ایک ایک تار نوچ کر پھینک دینا ہے تاکہ شیعوں پر ظلم و جور کی بھیاں تک تصویر، دردناک واقعات حسرتناک حالات جس طرح اب تک پوشیدہ تھے پوشیدہ نہ رہ جائیں۔

لیکن اس مسئلہ کے تفصیلات کو بیان کرنے میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ جس عہد میں یہ پردہ و حسرتناک و درد انگیز واقعات ہو رہے تھے۔ اس وقت مورخین کے قلم و دل و دماغ پر حکومت کے جبر و تشدد و عطائے زر و جواہر و منصب و جاگیر اور جعلی حدیث سازی کے پھرے بیٹھے ہوئے تھے مورخ کا قلم آزاد نہیں تھا بلکہ اسے وہی لکھنا اور بیان کرنا پڑتا تھا جسے حکومت چاہتی تھی۔ اس پر ستم بالائے ستم یہ بھی تھا کہ تعصب و عقیدت مذہبی حقائق و صحیح واقعہ نگاری کے آڑے آجاتے تھے

لیکن کچھ تو مظلوم کے خون کا چوکھارنگ اور کچھ واقعات کی شرارت و حالات کا ہر کسی آدمی کا مشاہدہ کرنا تفصیلات نہ سہی اجمالی حیثیت سے مورخین و محدثین کو ان کے بیان پر مجبور کر دیا ہے۔

ہم کو حیرت ان واقعات کے چھپانے پر نہیں بلکہ تعجب ان اجمالی اور بعض تفصیلی واقعات کے صفحات تاریخ پر آجانے سے ہے اس لئے کہ جب سربراہ حکومت اور اس کے عمال کی جراتیں اتنی بڑھ چکی تھیں اور احساس مذہبی اتنا مردہ ہو چکا تھا کہ خود خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین جھوٹے محدثین و مورخین کی سرپرستی کرتے تھے ایک ایک جھوٹی حدیث پر جاگیریں اور منصب تقسیم کیا جاتا تھا۔ بیت المال کا کل سرمایہ گویا کہ اسی امر فتنہ کے لئے وقف سمجھ لیا گیا تھا ان حالات میں پھر کیوں کر یہ مجمل واقعات بیان ہو گئے۔ ہم کو مجبوراً یہ قائل ہونا پڑتا ہے کہ صرف خدائی قوت و امداد غیبی اور اعجاز امیر المومنین کا نتیجہ تھا جس نے لوگوں کو ان واقعات کے اظہار پر مجبور کر دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام سے جو عقیدت مسلمانوں کو ہے اس کے باوجود صرف مالی منفعت حاصل کرنے کے لئے جب آپ کی طرف لاکھوں غلط حدیثوں کی نسبت دینے میں مسلمان پس و پیش نہ کرتا ہو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی شدید مذمت کی ہے ڈرایا دھمکایا ہے تو پھر صحیح واقعات پر پردہ ڈال دینا کون سی بڑی بات تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تاریخ نے خیانت اور شدید خیانت نہ کی ہوتی

تو دور معاویہ کے عبرت ناک واقعات سے بڑے بڑے مجلدات تیار کر دئے جاتے۔ اس لئے کہ لاکھوں آدمیوں کی مظلومیت کی داستان دو ایک جلد میں ختم نہیں ہو سکتی ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ تاریخی بددیانتی اور خیانت سے سوائے انگلیوں پر گنے ہوئے چند افراد کے ہم ان کے نام کو بھی تاریخوں کے ورق پر نہیں پاتے ہیں۔

یہ حقیقت بھی ناظرین کے پیش نظر رہے کہ معاویہ اور اس کے عمال نے جتنے لوگوں کو بظلم و جور شہید کیا ہے شیعیت و محبت حضرت امیرؓ ہی کے سبب سے شہید کیا ہے جیسا کہ علامہ محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن عمر بن یحییٰ علوی حسینی نے النصارح الکافیہ ص ۶۴ پر تحریر کیا ہے جس کو ہم اس سے قبل نقل بھی کر چکے ہیں۔

اچھا اب آئیے ہم آپ کے سامنے ان ظلم و جور و ستم سے شہید ہونے والوں کی ایک فہرست پیش کر دیں تاکہ آپ کو ہمارے اس قول کی تصدیق ہو جائے۔

یاد رکھئے ایسا نہیں ہے کہ شہادت امیر المؤمنینؓ کے بعد ہی شیعہ کثیر تعداد میں شہید ہوئے ہیں بلکہ جیسا کہ ہم جلد اول کے ص ۲۱۸ پر لکھ چکے ہیں قتل و غارت کے یہ واقعات حضرت علیؓ کی زندگی کے آخری سال ہی سے شروع ہو چکے تھے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۲۱ پر تحریر

کرتے ہیں کہ (جب معاویہ نے ہمر کو حدود یمن و مکہ و مدینہ پر حملہ کا حکم دیا تو) اس نے اپنی اس مہم میں تیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے آدمیوں کو آگ میں جلادیا۔

موصوف نے اپنی کتاب کے ج ۱ ص ۱۱۳ اور ج ۱ ص ۱۱۷ پر جو کچھ بیان کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ نے اس مہم پر جاتے وقت ہمر کو ہدایت کی تھی کہ شیعہ و محب علیؑ جہاں بھی ملیں ان کو قتل کر دینا۔ جیسا کہ ہم حصہ اول ص ۲۱۸ پر لکھ چکے ہیں۔

مقتولین بعد شہادت حضرت امیر علیہ السلام

حضرت امیرؑ کی شہادت کے بعد ہمر نے کتنے افراد کو قتل کیا اس کی تصریح تو درج نہیں ہے لیکن جو ایسا ظالم ہو برسر اقتدار ہونے کے بعد کیا ظلم کرے گا ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

علامہ ابن جریر طبری اپنی تاریخ کے ج ۶ ص ۱۰۱ پر ۲۳ھ کے واقعات میں تحریر کرتے ہیں کہ

واقعی کا گمان ہے کہ اس سے داؤد بن حیان نے بیان کیا کہ عطاء بن ابی مروان ناقل ہے کہ ہمر بن ارطاة مدینہ میں ایک مہینہ مقیم رہا لوگ اس کے سامنے پیش کئے جاتے تھے اور جس کے لئے یہ کہا جاتا تھا اس نے عثمان کے خلاف لوگوں کی مدد کی ہے اسے قتل کر دیتا تھا عطاء بن ابی مروان کہتا ہے کہ مجھ سے حنظلہ بن علی اسلمی نے نقل کیا ہے کہ اس نے بنو

کعب کے کچھ لوگوں اور بچوں کو کنویں پر پایا ان سب کو اسی کنویں میں ڈھکیل دیا۔

موصوف ہی اسی جلد کے صفحہ پر تحریر کرتے ہیں کہ
۲۳ھ میں ہجر بن ارطاة عامری مدینہ مکہ اور یمن آیا اور اس سفر
میں جو مسلمان اسے ملتے رہے ان کو قتل کرتا رہا۔

سمرہ ابن جندب کے ہاتھوں بے شمار افراد کا قتل
سمرہ بن جندب ایک ظالم و جابر انسان تھا اس نے بے شمار افراد کو
تہ تیغ کیا۔

چنانچہ علامہ ابن عقیل النصائح الکافیہ ص ۵۲ پر تحریر کرتے
ہیں کہ ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن سلیم نے نقل کیا
کہ میں نے انس بن سیریں سے دریافت کیا کہ کیا سمرہ نے بھی کسی کو قتل
کیا ہے تو انھوں نے جواب میں کہا کہ کیا جن جن لوگوں کو سمرہ بن جندب
نے قتل کیا ہے ان کا شمار بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ زیاد نے اس کو بصرہ
میں اپنا قائم مقام بنایا اور خود کوفہ چلا آیا جب واپس آیا تو وہ آٹھ ہزار افراد کو
قتل کر چکا تھا۔ سمرہ سے کہا گیا کہ کیا تو اس سے ڈرتا ہے کہ کسی بے گناہ کو
قتل کیا ہو تو اس نے کہا کہ اگر میں اتنے ہی افراد کو اور قتل کر ڈالوں جب
بھی میرے دل میں خوف نہ پیدا ہوگا۔

اشعث حلافی نے ابو سواہ عدوی سے نقل کیا ہے کہ سمرہ نے ایک

صحیح میری قوم کے سینتالیس افراد کو قتل کیا جن میں سے ہر شخص نے قرآن جمع کیا تھا۔

جعفر حلافی عون سے روایت کرتا ہے کہ سمرہ مدینہ آیا جب وہ بنی اسد کے گھروں کے پاس تھا تو مدینہ کی بعض گلیوں سے ایک شخص نکلا وہاں گھوڑے سواروں کا اگلا حصہ پہنچ چکا تھا ایک شخص نے اسے اپنے اسلحہ سے قتل کر دیا اور فوج کا یہ حصہ آگے بڑھ گیا جب سمرہ اس جگہ پہنچا تو دیکھا ایک شخص اپنے خون میں لوٹ رہا ہے دریافت کیا یہ کیا ہے کہا گیا کہ امیر کے گھوڑے سواروں کے اگلے حصہ نے اسے قتل کیا ہے تو اس وقت سمرہ نے کہا جب تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم سوار ہو چکے ہیں تو ہمارے نیزوں سے بچا کرو۔

طبری نے دوسرے مقام پر کہا ہے کہ عمر نے کہا مجھے جعفر بن سلیمان ضبیعی سے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے زیاد کے مرنے کے بعد سمرہ کو چھ ماہ تک اس کی جگہ پر حاکم باقی رکھا اس کے بعد ہٹا دیا تو سمرہ نے کہا کہ خدا معاویہ پر لعنت کرے میں نے جس طرح معاویہ کی اطاعت کی ہے خدا کی قسم اگر اسی طرح خدا کی اطاعت کی ہوتی تو وہ مجھے کبھی بھی عذاب میں مبتلا نہ کرتا۔

سلمان بن مسلم عجمی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ اس مسجد کی طرف سے گذرا تو ایک شخص سمرہ کے پاس آیا اور زکوٰۃ ادا کر کے مسجد میں نماز پڑھنے لگا ایک شخص نے اگر اسے قتل کر دیا

میں نے دیکھا کہ اس کا سر مسجد میں اور بدن ایک کنارے پڑا ہے ادھر سے ابو بجرہ گذر اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کی بھلائی حاصل کی اور اللہ کا نام لے کر اس نے نماز پڑھی۔ میرا باپ کہتا ہے کہ میں نے یہ سب دیکھا چنانچہ جب سمرہ مرثوا سے شدید لرز آیا اور بدترین موت سے مر گیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں موجود تھا کہ لوگ لائے گئے اور بہت سے آدمی سمرہ کے سامنے موجود تھے وہ ایک ایک آدمی سے کہتا تھا کہ تیرا کیا دین ہے تو وہ جواب میں کلمہ پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ میں خوارج کے مذہب سے بری ہوں وہ اسے آگے بڑھا کر قتل کر دیتا تھا یہاں تک کہ پیس سے زیادہ آدمی قتل کر دئے گئے۔

مقتولین زیاد ابن ابیہ

زیاد اس کا باپ کون تھا کسی کو معلوم نہیں ہے اس لئے کبھی اس کو زیاد ابن ابیہ (زیاد اپنے باپ کا بیٹا) اور کبھی زیاد ابن سمیہ کہتے ہیں سمیہ زمانہ جاہلیت میں ایک بدکار اور جھنڈے والی عورت تھی جس سے یہ وجود میں آیا لیکن باپ کون تھا کسی کو نہیں معلوم معاویہ نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور یہ لالچ دلائی کہ اگر تو میرے ساتھ ہو جائے گا تو میں تجھے اپنا بھائی اور ابو سفیان کا بیٹا مان لوں گا چنانچہ اس غرض سے ایک دربار عام کر کے گواہیاں گزروائیں کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے گواہوں میں ابو مریم شراب فروش بھی تھا الغرض زیاد ابن ابیہ اور زیاد ابن سمیہ سے زیاد ابن ابی سفیان بن

کیا۔

یہ بڑا ظالم و جابر و ستم گر تھا اس نے شیعوں پر اپنے زمانہ حکومت میں جیسے مظالم کیے ہیں معاویہ کے کسی عامل نے ویسے مظالم نہیں کئے۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں۔۔۔۔۔ ابو الحسن مدائنی کی کتاب الاحداث سے نقل کیا ہے کہ

اس (معاویہ کے) زمانہ میں سب سے زیادہ مصیبت میں کوفہ کے لوگ تھے اس لیے کہ وہاں کثرت سے شیعہ علی علیہ السلام رہتے تھے اس لیے معاویہ نے ان پر زیاد بن سمیہ کو حاکم مقرر کیا اور بصرہ بھی اسے کے ساتھ زیاد کے تصرف میں دے دیا زیاد ڈھونڈھ کر شیعوں کو نکالتا تھا (اور قتل کرتا تھا) اس لیے کہ وہ زمانہ حضرت علی علیہ السلام میں شیعوں میں داخل تھا اس لئے ان کو پہچانتا تھا۔ اس نے شیعوں کو ہر پتھر و درخت کے نیچے قتل کیا انھیں ڈرایا دھمکایا ہاتھ پیر کاٹے آنکھوں میں سلاسیاں چھبوسیں خرمہ کے درختوں کے تنے پر سولی دی اور انھیں عراق سے نکال باہر کیا اور بھگا دیا۔ چنانچہ کوفہ میں کوئی شخص بھی مشہور شیعوں میں سے باقی نہیں رہا۔

زیاد جس زمانہ میں معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ و بصرہ تھا ایک لاکھ پچاس ہزار شیعوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا۔

علامہ مسعودی مروج الذهب میں۔۔۔۔۔ اور علامہ بیہقی الحاس و

المساوی میں۔۔۔۔۔ تحریر کرتے ہیں کہ

زیاد نے اپنے قصر کے پھاٹک پر اہل کوفہ کو جمع کیا تھا تاکہ انہیں حضرت علیؑ پر لعنت کرنے پر ابھارے اور آمادہ کرے اور جو اس سے انکار کرے اسے قتل کر دے عبدالرحمن بن سائب ذکر کرتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں داخل تھا میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں سے رجبہ چلا آیا مجھے نیند کا ایک جھوکا آیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک لمبی چیز چلی آرہی ہے میں نے کہا یہ کیا چیز ہے تو اس نے کہا میں نقاد زورقبہ ہوں اس صاحب قصر کے پاس بھیجا گیا ہوں۔ یہ خواب دیکھ کر میں خوف زدہ بیدار ہوا ابھی میرے اس خواب کو گھنٹہ بھر نہ ہوا تھا کہ ایک شخص قصر سے باہر آیا اور اس نے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ امیر کو کچھ مشغولیت ہے باہر نہیں آئے گا اسی اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ اسی بلا میں مبتلا ہو گیا ہے یعنی اس کی ہتھیلی میں ایک چھوٹا سادانا نکلا زیاد نے اسے رگڑ دیا وہ بڑھنے لگا اور سیاہ ہونے لگا یہاں تک کہ زیاد کا پورا جسم سیاہ ہو گیا اور اسی مرض میں ہلاک ہو گیا۔

علامہ مجلسی ثانی علیہ الرحمہ نے عار الانوار ج ۸ میں --- اس واقعہ کو بہت تفصیل سے تحریر کیا اور فرمایا ہے کہ

زیاد نے اس دن اہل کوفہ کو اس لئے جمع کیا تھا کہ ان کے سامنے حضرت علیؑ سے برأت اور آپ پر سب و شتم کو پیش کرے اور جو اس سے انکار کرے اسے قتل کر دے لیکن پروردگار عالم نے نقاد زورقبہ کو جو ایک بلا تھی اس کے پاس بھیج کر ہلاک کر دیا اور شیعوں کی جان بچ گئی۔

جب زیاد مر گیا تو معاویہ نے اس کی جگہ پر اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کو حاکم کوفہ و بصرہ مقرر کیا یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا تھا اور اس نے بھی معاویہ کی زندگی میں ہزاروں شیعوں کو تہ تیغ کیا۔ بعد مرگ معاویہ اسی نے بظلم و ستم حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزاء و اقرباء و انصار کو کربلا میں شہید کر دیا۔

معاویہ کے دیگر عمال نے پھر بجزرت لوگوں کو قتل کیا ہے مگر مورخین نے ان کی تعداد نہیں لکھی ہے۔

ارباب نظر غور کریں اور بتائیں اگر ظالم حکومت کے پھرے مورخین کی زبان و قلم پر نہ بیٹھے ہوتے تو آج ہم کو ان جانبازوں کے اسماء و کارنامے اور کیفیت شہادت کے واقعات دستیاب ہوتے اور ان کے حالات زندگی کو ضخیم مجلدات میں مرتب کیا جاسکتا تھا۔

ان لاکھوں شہیدانِ محبت و جانبازانِ وفا میں سے بعض کے جو حالات ہمیں تاریخ و رجال وغیرہ کی کتابوں میں ملے ہیں ہم اب انہیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں یہ حالات صرف مقتولین و شہداء کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس میں ان مخلص شیعوں کے حالات زندگی بھی شامل ہیں جن کو ان کی محبت و ولا کے سبب سے ازیت و تکلیفیں دی گئیں ڈر لیا دھمکایا گیا آوارہ وطن کیا گیا گھر کھدوا دیا گیا۔ کوڑے اور درے مارے گئے قید و بند میں مبتلا کیا گیا۔ خداوند عالم توفیق دے کی ہم میں سے ہر شخص میں یہی قوتِ ایمانی و جذبہِ اخلاص پیدا ہو جائے اور راہِ محبتِ امیر

المؤمنین وائل بیت^۳ طاہرین میں ثبات قدم حاصل ہو جائے تاکہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل سکیں بحق محمد و آلہ الامجاد۔

ایک محبہ علیٰ خاتون کی شہادت

محبت و الفت کی آگ جس دل میں لگ جائے قلم میں قوت و طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کی سچی تصویر کشی کر سکے اس کے بڑھکتے ہوئے شعلے کی قوت و طاقت کا بیان تو درکنار محبت کی چھوٹی سی چھوٹی چنگاری جو کسی دل کے گوشہ میں دہلی ہوئی ہو ہم اسی کی قوت و طاقت کو بھی بیان نہیں کر سکتے آئیے ہم اس سلسلہ میں آپ کے سامنے ایک علیٰ کی محبہ خاتون کے کارنامے کو پیش کریں یہ خاتون بڑی خستہ حال پریشان حال اور معاویہ ابن ابوسفیان کے سامنے گانے والی ایک عورت ہے لیکن اس کے دل میں محبت علیٰ کی ایک دہلی ہوئی چنگاری موجود ہے لیکن جب وہ چنگاری چمک اٹھی تو ایک قہار و جابر شہنشاہ کی مذمت کر کے جام شہادت پی کر راہی جنت ہو گئی جس سے رسول اکرم کے اس قول کی تصدیق ہو گئی کہ علیٰ کی محبت گناہوں کو اسی طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا ڈالتی ہے۔

یہ معظمہ معاویہ کی مغنیہ تھی ایک دن اس نے کہا کہ گانا گا اس لئے کہ آج میری آنکھیں خنک ہو گئی ہیں اس نے دریافت کیا آپ کی آنکھوں کو کس چیز سے ٹھنڈک پہنچی اس نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ علیٰ قتل کر

دئے گئے مغنیہ نے کہا اب تو میں نہ گاؤں گی معاویہ نے حکم دیا کہ اسے کوڑے مارے جائیں چنانچہ اس پر کوڑے پڑنے لگے جب پٹنے لگی تو اس نے کہا اچھا میں گاتی ہوں اور اس نے دو شعر پڑھے۔

الابلغ معاویہ ابن حرب فلا قدت عیون الشامیتنا
افی شہر الصیام فجعتموننا بخیر الناس طرا اجمعینا
(مثالب النواصب ص ۲۷۲ مخطوطہ)

آگاہ ہو حرب کے بیٹے معاویہ کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہمارے شہادت کرنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہ پہنچے کیا تم ایسے شخص کو قتل کر کے جو تمام لوگوں سے بہتر تھا ہم کو ماہ مبارک رمضان میں درد مند کیا ہے یہ سنتے ہی اس کے سر پر چوب خیمہ ماری گئی جس سے اس کا بھیجا پتھر گیا۔

اگرچہ خاتون گانے والی عورت تھی لیکن ذرا اس کی سچی محبت کے ساتھ ساتھ جرأت و ہمت کو تو دیکھئے کہ جو اشعار پڑھے ان میں کھل کر اس کی مذمت کی حالانکہ سمجھتی تھی کہ اس پر کیا گزرے گی۔

اشعار کی بلاغت و بندش کی چنگی اور الفاظ کی روانی اور بغیر غور و فکر کے پتے پتے خیالات کو جمع کر کے ایسے عمدہ اشعار نظم کر کے پیش کر دینا اس کے کمالات ادبیہ کی بہترین دلیل ہے۔

معتقل بن قیس ریاحی

جناب معتقل بن قیس بڑے شجاع و بہادر اور جیالے انسان تھے

حضرت امیر علیہ السلام کے وفادار اصحاب میں داخل تھے انہوں نے حضرت کے دور حکومت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت کے زمانہ حکومت میں خوارج نہروان کے علاوہ دوسرے خوارج کی سرکوبی اور خاتمہ کر دیا تھا وہ لوگ خوارج بنو ناجیہ سے تعلق رکھتے تھے واقعہ تحکیم کے بعد خزیت بن راشد جو بنو ناجیہ کی ایک فرد تھا اپنے تئیں ساتھیوں کے ساتھ امیر المؤمنینؑ کے سامنے آکر عرض کرنے لگا کہ ہم نہ آپ کے احکام کی اطاعت کریں گے نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور کل آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حضرت نے ہر چند سمجھایا لیکن وہ اپنی گمراہی پر باقی رہا جب وہ کوفہ سے فرار ہو گیا تو پہلے آپ نے زیاد بن حصہ کو ایک سو تیس افراد کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی جب تک میرا حکم نہ پہنچے دیر ابو موسیٰ میں قیام کرنا اور اطراف و جوانب کے امراء کو فرمان بھیجا خزیت بن راشد کوفہ سے بھاگ گیا ہے اور بصرہ کی جانب جانے کا قصد کیا ہے تم کو اس کے بارے میں جو اطلاع ہو مجھے اس سے فوراً مطلع کرو چنانچہ زیاد اور دیگر عمال نے حضرت کو خزیت اور اس کے سرکشی اور کس سمت جا رہا ہے اس کی اطلاع دی نیز اس نے جو قتل و غارت کی تھی اس سے بھی باخبر کیا کی زیاد بن ابیہ نے بھی خزیت کے بصرہ کی جانب آنے سے مطلع کیا آپ نے جب زیاد کا خط اہل کوفہ کو سنایا تو آپ سے معقل بن قیس ریاحی نے عرض کیا مولانا کی سرکوبی کے لئے ایک کے مقابل میں دس آدمیوں کو روانہ کیا

جائے تاکہ ان خوارج کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے آپ نے فرمایا کہ معقل تم لشکر تیار کرو چنانچہ آپ نے معقل کے ساتھ دو ہزار کا لشکر روانہ کیا جس میں یزید بن معقل بھی شامل تھا۔

جب جناب معقل چلے تو حضرت رخصت کرنے کے لئے آئے اور ارشاد فرمایا معقل جہاں تک تم سے ممکن ہو تقویٰ خدا اختیار کرو یہ مومنین کے لئے خدا کی ہدایت ہے اہل قبیلہ سے سرکشی نہ کرنا، اہل ذمہ پر ظلم نہ کرنا اور تکبر نہ کرنا۔ خدا متکبروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ معقل نے عرض کیا خدا مددگار ہے۔ حضرت نے فرمایا خدا بہترین مددگار ہے۔

حضرت نے اس کے بعد عبد اللہ بن عباس عامل بصرہ کو تحریر فرمایا کہ ایک مرد سخت اور بہادر اور اچھے آدمی کی سرداری میں دو ہزار کا لشکر خوارج کی طرف روانہ کرو جب یہ لوگ معقل کے پاس پہنچیں تو معقل ہی پورے لشکر کے سردار ہوں گے چنانچہ عبد اللہ بن عباس نے خالد بن معدان کی سرداری میں جناب معقل کی مدد کے لئے دو ہزار کا لشکر بھیجا جب خالد جناب معقل کے پاس پہنچے تو یہ پورا لشکر ناجی سے جنگ کے لئے روانہ ہوا خوارج ناجی کی سرکردگی میں جبال دامر مز کے قلعہ کی طرف بڑھ رہے تھے جناب معقل اپنی فوج کے ساتھ ان کے مقابل میں آگئے میمنہ یزید بن معقل اور میسرہ منجاب بن راشد کے سپرد کیا جنگ شروع ہوئی اور حریت کو شکست فاش ہوئی وہ وہاں سے بھاگ کر سیف بحر پہنچا اور اپنی قوم اور کفار اور کردوں کو حضرت امیر کا مخالف بنانا شروع کیا۔

ادھر معقل نے حضرت کی خدمت میں اہواز سے بشارت فتح کا خط تحریر کیا اور لکھا ہم نے اس جنگ میں آپ کی سیرت کی پیروی کی ہے بھاگنے والوں اور قیدیوں کو قتل نہیں کیا زنجیوں کا کام نہیں تمام کیا اللہ نے اس جنگ میں آپ کی اور مسلمانوں کی مدد کی ہے۔

حضرت کے سب اصحاب نے فتح کی بشارت سن کر عرض کیا کہ آپ معقل کو تحریر فرمایا کہ وہ ان کا پیچھا کریں یا سر زمین اسلام سے نکال دیں حضرت نے معقل کو ان کی سرکوبی کی ہدایت کی ادھر خریث نے اپنی قوم اور کفار و نصاریٰ کو گمراہ کرنا شروع کیا ان اطراف میں عثمانی کثیر تعداد میں تھے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو گئے۔ زمانہ جنگ صفین میں بھی ان لوگوں نے صدقہ دینا بند کر دیا تھا اب پھر وہی کیا جب معقل کو حضرت کا ہدایت نامہ ملا تو وہ کوفہ و بصرہ کی فوج کے ساتھ سیف بحر آئے خریث ناجی بھی نصاریٰ و کفار و عثمانیہ و خوارج کے ساتھ مقابل میں آیا جناب معقل نے پہلے اتمام حجت کی امان کا نشان نصب کر دیا اور حضرت کا نوشتہ پڑھ کر سنایا جس سے بہت سے لوگ ناجی کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے مگر خریث اور نصاریٰ اور رے کے خوارج جو ناجی کی مدد کے لئے آگئے تھے مقابل میں آگئے اس جنگ میں بھی جناب معقل ہی کو فتح ہوئی اور خریث نعمان بن صہبان کے ہاتھوں مارا گیا۔ جناب معقل نے جتنے افراد گرفتار کئے تھے ان میں مسلمانوں اور ان کے عیال کو چھوڑ دیا، جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان کو پھر سے مسلمان کیا اور ان سب سے مال صدقہ جو انھوں نے روک رکھا تھا

وصول کیا اور نصاریٰ کو گرفتار کیا جن کی تعداد پانچ سو تھی اور ان سب کو حضرت کے عامل مصقلہ بن بہیرہ شیبانی کے ہاتھ پانچ لاکھ درہم میں بیچ ڈالا مصقلہ نے ان سب کو خرید کر آزاد کر دیا اور چونکہ مشکل دو لاکھ درہم حضرت امیرؑ کو ادا کیا تھا اس لئے خوف سزا سے معاویہ کے پاس بھاگ گئے۔ ہم نے اس۔۔۔ کو بطور خلاصہ تحریر کیا ہے جو تفصیلی واقعات دیکھنا چاہتا ہو وہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۷۰ کا مطالعہ کرے۔

جناب معتل بن قیس ہی وہ بزرگ ہیں جن کو جنگ صفین کے بعد امیر المؤمنینؑ نے مدائن سے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ موصل روانہ فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ تم موصل جاؤ اس کے بعد نصیبین جانا اس کے بعد مقام رقبہ میں ملاقات کرنا۔ اے معتل ان مقامات پر جا کر لوگوں کو اطمینان دلانا جو تم سے جنگ کرے اس سے جنگ کرنا۔ صبح و سہ پہر ٹھنڈک کے اوقات ہیں انھیں میں سفر کرنا دوپہر میں لوگوں کے ساتھ آرام لینا رات کے وقت قیام کرنا میانہ روی سے چلنا ابتداء شب میں سفر نہ کرنا اس لئے کہ خدا نے اسے آرام کے لئے بنایا ہے اس وقت تم اور تمہارا لشکر اور تمہارے مددگار آرام کریں جب سحر ہو جائے یا سفیدہ سحری نمایاں ہو جائے تو سفر شروع کرنا۔

چنانچہ جناب معتل فوج لے کر حسب حکم امیر المؤمنینؑ روانہ ہو

گئے۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۹۰

یہی وہ بزرگ ہیں کہ جن کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے مخلص

اصحاب حجر بن عدی و سعید بن قیس ہمدانی نے اس وقت معاویہ کے ان سرداروں کے مقابلہ میں بھیجنے کے لئے مشورہ دیا تھا جب وہ حضرت کے حدود مملکت میں لوٹ مار قتل اور غارت کا بازار گرم کر کے فرار ہو جاتے تھے۔ آپ نے ایک دن اپنے اصحاب میں خطبہ پڑھا اور ان کو جنگ پر آمادہ کیا اور فرمایا جو جنگ میں جانا چاہتا ہو کل رجبہ میں آجائے دوسرے دن آپ رجبہ تشریف لے گئے وہاں تین سو سے کم آدمی جمع ہوئے آپ نے فرمایا اگر ہزار بھی ہوتے تو میں کوئی رائے قائم کرتا وہاں سے رنجیدہ واپس آئے اور خطبہ پڑھا جس میں سرور عالم اور انصار کا تذکرہ کیا اس پر بعض اصحاب معترض ہوئے آپ نے ان کو جو بات دئے اس وقت حجر بن عدی اور سعید بن قیس نے عرض کیا آپ ہم کو جہاد کا حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے خواہ ہمارا مال تباہ ہو جائے ہم مرجائیں آپ نے فرمایا اچھا دشمن سے جنگ کی تیاری کرو آپ گھر واپس آئے وہاں آپ کے سربر آوردہ اصحاب بھی حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اچھا مشورہ دو کہ کون سا آدمی بہادر و شجاع و سخت اور ناصح ہے جو لوگوں کو لے کر سواد کوفہ میں جمع ہو سعید بن قیس نے عرض کیا کہ میری رائے ہے کہ آپ معقل بن قیس تمیمی کو طلب کیجئے وہ بہادر سخت اور عقلمند ہے آپ نے انھیں طلب کیا سواد کی جانب روانہ کیا حضرت خود تشریف نہ لے جاسکے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ شرح المن ابی الحدید معزلی ج ۱ ص ۱۳۶۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جناب معقل کتنے شجاع و بہادر

صاحب شرف و منزلت تھے۔

جب ۴۳ھ میں مستورد ابن غلفۃ خارجی نے معاویہ سے جنگ کی تیاری کی اور وہ اپنے تین سواصحاب کے ساتھ کوفہ سے باہر چلا گیا تو مغیرہ کو اس سے سخت پریشانی ہوئی اس نے روسائے قبائل کوفہ کو جمع کیا اور بلانے کی غرض بیان کہ جناب عدی بن حاتم مقل بن قیس و صحصہ بن صوحان میں سے ہر شخص نے ان خوارج سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی جناب مقل نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ اے مغیرہ تیرے گرد جتنے روساء و اشراف جمع ہیں ان میں سے جس کو بھی تو ان خوارج سے جنگ کے لئے بھجے گا مطیع و فرمانبردار پائے گا۔ اپنے کو ان سے جدا رکھے گا ان کی ہلاکت و تباہی کا خواہاں ہو گا لیکن ان سب حضرات میں جو شخص سب سے زیادہ ان کو دشمن رکھتا ہے اور سخت ہے وہ صرف میں ہوں اس لئے ان خوارج کے مقابلہ کے لئے مجھے روانہ کر میں کافی ہوں مغیرہ نے اسے پسند کیا اور چونکہ وہ خود بھی شیعوں کو دشمن رکھتا تھا اس لئے تین ہزار شیعوں کو ان کے ساتھ روانہ کیا جیسا کہ ہم اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں۔

جناب مقل نے اس فوج کے ساتھ خوارج کا پیچھا کیا اور انھیں جنگ کرتے کرتے خود قتل تو ہو گئے مگر خوارج کی ایسی کڑی توڑ دی کہ انھیں پھر سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ تفصیل کے لئے طبری و تاریخ کامل کا مطالعہ کیجئے۔

جناب مقل نے یہ جنگ صرف محبت امیر المؤمنین علیہ السلام

میں کی تھی اور اسی سلسلہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی ان کو اور ان کے ساتھ تین ہزار شیعوں کو صرف ان کی شیعیت کے سبب سے خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔

بات یہ تھی کہ مغیرہ شیعوں کو دشمن رکھتا تھا اس نے چاہا کہ معاویہ کے دشمنوں کو لڑا دو جو ختم ہوگا معاویہ کا دشمن ہی ختم ہوگا اور اپنے ہم مسلک معاویہ دوست افراد کو چالیا مغیرہ کا شیعوں کو دشمن رکھنا ایک تاریخی حقیقت ہے چنانچہ علامہ طبری اپنی تاریخ ج ۶ ص ۱۱۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ

جب عبد اللہ بن عامر کو خوارج کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مغیرہ کا حال دریافت کیا تو اس سے کہا گیا کہ

مغیرہ نے ایک مرد شریف و رئیس کو دیکھا جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خوارج سے جنگ کر چکا تھا اور حضرت کے اصحاب میں داخل تھا تو اس نے ان کو اور ان کے ساتھ علی کے شیعوں کو روانہ کیا اس لئے کہ مغیرہ شیعوں کو دشمن رکھتا تھا عبد اللہ بن عامر نے کہا کہ مغیرہ نے اچھی رائے اختیار کی ہے اس کے بعد اس نے شریک بن اعور حارثی کو جو محبت حضرت امیر علیہ السلام تھے حکم دیا کہ تم ان مارقین سے جنگ کے لئے تین ہزار افراد کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لے لو اور ان کا پیچھا کرو اور سرزمین بصرہ سے باہر کر دو یا قتل کر دو۔ عبد اللہ بن عامر نے جناب شریک سے یہ بھی کہا تھا کہ تم ان خوارج سے جنگ کے لئے اپنے ساتھ ان لوگوں

کو لے لو جو ان کے قتل کو جائز سمجھتے ہوں۔ جناب شریک اس سے یہ سمجھے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے ساتھ شیعیان علیؑ کو لے جاؤں لیکن اس نے ان کا نام لینا پسند نہیں کیا۔ اس لئے انھوں نے لوگوں کو منتخب کیا اور قبیلہ ربیعہ کے افراد جو سب کے سب شیعہ تھے ان سے اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ جنگ خوارج کے لئے چلو چنانچہ اس قبیلہ کے بڑے بڑے لوگوں کو لے کر مستور بن علقمہ خارجی سے جنگ کے لئے روانہ ہو گئے۔

عبداللہ بن ہاشم مر قاتل

عبداللہ بن ہاشم بن عتبہ بن امی وقاص اپنے والد ماجد ہاشم کے ساتھ جنگ صفین میں کارہائے نمایاں انجام دئے تھے ان کی جنگ و نبرد آزمائی نے معاویہ کے دل پر گہرے زخم ڈال دئے تھے جب وہ ان باپ بیٹوں کی نیزہ بازی و تلوار زنی کو یاد کرتا تھا تو جنگ صفین کے وہ زخم ہرے ہو جاتے تھے۔ اسی لئے جب مملکت اسلامیہ پر اس کو اچھی طرح تسلط ہو گیا تو اسے یہ باپ بیٹے یاد آئے اور اس کے زخم رسنے لگے جناب ہاشم اور ان کے ایک فرزند تو جنگ صفین ہی میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر جنت پہنچ گئے تھے لیکن جناب عبداللہ زندہ تھے اور بصرہ میں بڑے عزت و وقار کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لئے سوائے اس کے چارہ نہیں تھا کہ انھیں سے انتقام لے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۵ھ مروج الذهب ج ۲ ص ۴۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

جب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فقل کر دئے گئے تو معاویہ کے دل میں جنگ صفین کے سبب سے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مر قاتل اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن ہاشم کی طرف سے جو رنج و ملال تھا تازہ ہو گیا اس لئے جب اس نے زیاد کو عراق کا حاکم بنایا تو اسے تحریر کیا کہ عبد اللہ بن ہاشم بن عتبہ کو گرفتار کر کے ان کے دونوں ہاتھ گردن میں باندھ کر فوراً میرے پاس بھیج دے چنانچہ زیاد نے انھیں گرفتار کر کے زنجیروں میں باندھ کر دمشق روانہ کر دیا (ان کی وجاہت کے سبب سے) زیاد نے رات کے وقت ان کے گھر آکر گرفتار کیا تھا۔

جب وہ اسیر و مقید معاویہ کے پاس لائے گئے تو اس کے پاس عمرو بن عاص موجود تھا معاویہ نے عمرو سے دریافت کیا تم ان کو پہچانتے ہو عمرو نے کہا میں تو نہیں پہچانتا معاویہ نے کہا یہ وہی ہیں جن کے باپ نے جنگ صفین میں کہا تھا کہ

میں نفس کو اس وقت سیراب کرتا ہوں جب وہ قوی و مضبوط ہو جاتا ہے اور بہت زیادہ ملامت کرتا ہوں اور دشمن نہیں رکھتا ہوں ایک یک چشم اپنے اہل کے لئے ایک مقام چاہتا ہے اس نے زندگی بسر کی ہے یہاں تک کہ وہ لطف حیات سے پر ہو چکا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کند کر دیا جائے یا کند ہو جائے میں ان لوگوں پر گرہ دار نیزوں کو اچھی طرح کھینچ کر لگاؤں گا میرے نزدیک اس کریم کے لئے بھلائی نہیں ہے جو میدان جنگ سے پشت پھیر کر چلا جائے۔

عمر و نے یہ سنتے ہی بطور مثل ایک شعر پڑھا اور کہا کہ اے امیر
تیرے سامنے گوہ موجود ہے تو اس کی شہ رگ کو کاٹ کر اس کی سیاہ چادر
پر خون بہا دے اور اس کو اہل عراق کے پاس واپس نہ کر اس لئے کہ یہ
اپنے نفاق پر صبر نہیں کرے گا۔ اہل عراق غدار اور بڑے جھگڑے والے
لوگ ہیں شیطان کے ہیجان کے زمانہ میں اس کے گروہ کی فرد ہیں ان کے
دل میں محبت (علیؑ) جو انھیں اس امر تک پہنچائے گی اور ایک رائے ہے جو
سرکشی میں مبتلا کرے گی دل میں چھپا ہوا ایک جذبہ ہے جو ان کو قوی کر
دے گا۔ اور برائی کا بدلہ تو ویسی ہی برائی ہوا کرتی ہے یہ سنتے ہی جناب
عبداللہ نے جواب میں کہا کہ اگر میں قتل کیا گیا تو ایک ایسا شخص قتل کیا
جائے گا جس کی قوم نے اسے دشمن کے سپرد کر دیا ہے اور اس کے مرنے
کا دن آگیا ہے لیکن اے عمرو تیرا یہ جذبہ اس دن کہاں تھا جب تو (جنگ
صفین میں) جنگ سے کنارہ کشی کر رہا تھا اور ہم تجھے مقابلہ کے لئے بلارہے
تھے اور تو کالی کلوئی کینیز اور بھاگی ہوئی بھیر کی طرح فتنہ انگیزی و عیب کی
گذر گاہوں اور رصاف کے پتھر لے راستوں میں پناہ لے رہا تھا۔
چھوٹے والوں کے ہاتھوں کو بھی نہیں ہٹا سکتا تھا۔ عمرو نے ہاشم کو اس
وقت جواب دیا کہ خدا کی قسم تو ایک ایسے شجاع و بہادر کے پنجہ میں پھنس
گیا ہے جو اپنے ہمسروں کو پچھاڑ دیتا ہے شیر ہیر کے مانند ہے مجھے گمان
نہیں کہ تو معاویہ کے پنجہ سے چھوٹ کر بھاگ سکے گا۔

جناب عبداللہ نے عمرو کو جواب دیا کہ عاص کے بیٹے تو خوش

حالی میں اتراتا ہے دشمن سے جنگ کے وقت بزدل ہے جب پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو دھوکا دیتا ہے دشمن سے جنگ کے وقت ڈرپوک ہے اور اس طرح بولتا ہے کہ جس طرح وہ الٹی لکڑی بولتی ہے جو تھوڑے سے پانی کے بہاؤ پر بندھی ہو جس کے موت کی عجلت نہیں چاہی جاتی نہ سختی میں اس سے امید کی جاتی ہے تجھ سے یہ باتیں اس وقت کیوں نہیں ہوئیں جب تجھے ان قوموں نے گھیر لیا تھا جن کی ذلت کے سبب سے سرزنش نہیں کی گئی اور بزرگی کے سبب سے پارہ پارہ نہیں کئے گئے جن کے ہاتھ میدان جنگ میں سخت اور تیز سے تیز تھے کچی میں ستون بن جاتے تھے سخت راستوں سے گذر جاتے تھے قلیل کو کثیر کر دیتے تھے پیاسے کو سیراب کر دیتے تھے ذلیل کو عزت دار بنا دیتے تھے۔

عمر و۔ نے جواب میں کہا کہ اے عبد اللہ میں نے اس دن تیرے باپ کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ اس کا اندرونی حصہ ظاہر ہو رہا تھا انتیں پھٹ گئیں تھیں ریڑھ کی ہڈیاں مضطرب تھیں معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کسی چیز کا لپ لگا ہوا ہے (مراد یہ ہے کہ قتل ہو گیا تھا)

عبد اللہ۔ اے عمرو ہم تجھ کو اور تیری گفتگو کو کئی مرتبہ آزما چکے ہیں ہم تجھے جھوٹا اور غدار پانچکے ہیں اب تو ایسی قوموں سے آ ملا ہے جو تجھے نہیں پہچانتی ہیں اور ایسی فوج میں ہے جو تیری قدر و قیمت جانتی ہے اگر تو اہل شام کے علاوہ کہیں اور باتیں کرتا تو تیری عقل تجھ تک پلٹ کر آجاتی اور تیری زبان لکنت کرنے لگتی تیرے پیر لڑکھڑانے لگتے جسے کسی

ایسے بیٹھے ہوئے انسان کے پیر لڑکھڑاتے ہیں جن پر یوجھ لاد دیا گیا ہو۔ یہ سوال و جواب سننے کے بعد معاویہ نے کہا کہ تم لوگوں کی گفتگو پر مجھے بہت افسوس ہے اور اس کے بعد اس نے جناب عبد اللہ بن ہاشم کو رہا کر دیا۔ اگرچہ عمر و معاویہ کو ان کے قتل پر ابھارتا رہا مگر معاویہ نے اس کی ایک نہیں سنی اور آزاد کر دیا۔ اس سلسلہ میں صاحب مروج الذهب نے عبد اللہ و عمر و عاص اور معاویہ کے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۴۲ پر مر قوم ہے کہ

ایک دن جناب عبد اللہ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا عبد اللہ یہ تو بتاؤ کہ سخاوت و بہادری و مروت کسے کہتے ہیں جناب عبد اللہ بن ہاشم نے کہا کہ سخاوت مال کو حقیر و ذلیل سمجھنے اور سوال سے پہلے عطا کرنے کا نام ہے لیکن بہادری اس کا نام ہے کہ انسان اقدام کی جرأت کرے اور جب قدم میں لغزش پیدا ہو جائے تو اس وقت صبر کرے اور ثابت قدم رہے مروت کی تعریف یہ ہے کہ دین انسان درست ہو اپنے حالات کو ٹھیک رکھے اور پڑوسی کی حفاظت و حمایت کرے۔

جناب عبد اللہ پر یہ مظالم صرف حضرت علی کے محبت و شیعہ ہونے کے سبب سے کئے گئے تھے۔

جمیل بن کعب ثعلبی

جناب جمیل بن کعب امیر المؤمنین کے محبت فدائی ناصر و مددگار

تھے آپ کے ساتھ جنگ جمل وصفین میں کارہائے نمایاں انجام دئے تھے۔
 رجز میں جو اشعار اٹھائے جنگ میں پڑھتے تھے ہر شعر دشمن کے دل کا
 ناصور بن جاتا تھا۔ جس کی یاد خصوصیت سے معاویہ کو تڑپا دیتی تھی اس لئے
 ایسے لوگوں کو ستایا اور پریشان کیا جاتا تھا اور ہزاروں کو موت کے گھاٹ
 اتار دیا گیا تھا جن لوگوں کو ستایا و گرفتار کیا گیا۔ جناب جمیل بن کعب ثعلبی
 بھی ہیں۔

چنانچہ علامہ مسعودی مروج الذهب ج ۲ ص ۵۹ پر فرماتے

ہیں کہ

علامہ مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے (شہادت امیر المؤمنین
 کے بعد) جمیل بن کعب کو گرفتار کیا جو قبیلہ ربیعہ کے سردار و رئیس اور
 علی بن ابی طالب کے شیعہ و ناصر و مددگار تھے۔ جب وہ معاویہ کے
 سامنے آکر کھڑے ہوئے تو اس نے کہا کہ خدا کا شکر جس نے مجھ کو تم پر
 قدرت عطا کی ہے کیا تم ہی نہیں ہو جو جنگ جمل میں کہتے تھے کہ

امت (اسلامیہ) عجب امر میں مبتلا ہو گئی ہے اس لئے کہ کل ملک
 اس کا ہو گا جو غلبہ حاصل کرے۔ میں نے ایک کھری اور سچی بات کہی ہے
 کل عرب کے نامور و مشہور افراد ہلاک ہو جائیں گے۔

جناب کعب نے جواب میں کہا اے معاویہ یہ نہ ذکر کر، اس لئے

کہ یہ تیرے لئے ایک مصیبت ہے۔

معاویہ۔ میرے لئے اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ خدا

نے مجھے ایک ایسے شخص پر قدرت عطا کر دی ہے جس نے ایک گھنٹے میں میرے بہت سے حامی و مددگار افراد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دو۔

جمیل بن کعب۔ (یہ کلام معاویہ سنتے ہی فرمایا) پالنے والے گواہ رہنا کہ مجھے معاویہ نے تیری خوشنودی کے لئے قتل نہیں کیا ہے اور نہ تو ہی میرے قتل پر راضی ہے بلکہ مجھے صرف مال دنیا کے لئے قتل کیا ہے اس لئے اگر معاویہ مجھے قتل کر دے تو تو اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جس کا وہ اہل و سزاوار ہے۔ اور اگر مجھے قتل نہ کرے تو تو اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جس کا تو اہل و سزاوار ہے۔

معاویہ۔ جمیل خدا تم کو ہلاک کرے تم نے مجھے گالیاں دیں اور بہت فصیح و بلیغ گالیاں دی ہیں میرے لئے دعا کی ہے اور بہت برخل دعا کی ہے اس کے بعد معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔

جناب جمیل کی جرأت و ہمت کو دیکھئے کہ موت سر پر منڈلا رہی تھی۔ جلاد تلوار لئے سر پر کھڑا تھا معاویہ ایسا جبار قتل کا حکم دے رہا تھا مگر اس وقت اسے اس انداز سے برا بھلا کہا اور سب و شتم کیا کہ معاویہ کو بھی تعریف کرنا پڑی اور یہی سبب ہوا جس سے ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔

یہ بھی قابل لحاظ بات ہے کہ جب جناب جمیل کے صرف محبت و نصرت حضرت علیؑ کے سبب سے قتل کا حکم دے دیا گیا تو اس وقت اپنے مسلک کو نہیں بدلا بلکہ معاویہ کے پکے دنیا دار ہونے کا بھی اعلان کر دیا۔

ہم کو تاریخ میں ان کے حالات میں اس سے زیادہ نہیں ملانے یہ ہی ملا کہ ان کی موت کب کہاں اور کس سبب سے واقع ہوئی۔

جار یہ بن قدامہ تمیمی سعدی

اصحاب پیغمبر اسلام میں داخل تھے ان کا شمار اصحاب امیر المؤمنین میں بھی ہے آپ کے ساتھ آپ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے انھوں نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ کے دار سنبل میں جلادیا تھا۔ اس لئے کہ معاویہ نے حضرمی کو بصرہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا تھا اس کے مقابلہ کے لئے حضرت علی نے امین بن ضبیعہ کو روانہ کیا جو قتل کر دئے گئے اس کے بعد حضرت نے جار یہ بن قدامہ کو روانہ کیا انھوں نے ابن حضرمی کا محاصرہ کیا اور آگ لگا دی۔ اصحاب ج ۱ ص ۲۱۸، استیعاب بر حاشیہ اصحاب ج ۱ ص ۲۴۹۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب زیاد جناب عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی میں حاکم بصرہ تھا۔ زیاد نے اس کی اطلاع امیر المؤمنین کو دی حضرت نے اس کے مقابلہ کے لئے پہلے امین بن ضبیعہ کو بھیجا تھا جب وہ قتل کر دئے گئے تو جناب جار یہ کو روانہ کیا۔ (استیعاب بر حاشیہ اصحاب ج ۱ ص ۲۴۵)

جناب جار یہ حضرت امیرؑ کے سچے دوست اور فدائی تھے زبردست ناصر و مددگار بھی تھے مرتے دم تک اسی جاہ پر باقی رہے اور

معاویہ ایسے جابر حاکم کے سامنے بڑے کلمے ٹھٹھے سے اس کا اعتراف بھی کرتے رہے جیسا کہ حسب ذیل مکالمہ سے ظاہر ہے ان عسا کرنے فضل بن سوید سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جاریہ بن قدامہ معاویہ کے پاس آئے (معاویہ ان کو دیکھتے ہی جل بھن کر کباب ہو گیا اور کہنے لگا)۔

معاویہ۔ کیوں جاریہ تمہیں علی ابن ابی طالب کے ساتھ سعی و کوشش کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو آگ لگایا کرتے تھے تم عربی قریوں پر حملہ آور ہوتے تھے ان کا خون بہایا کرتے تھے۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ حضرت علی کا ذکر نہ کر اس لئے کہ جب سے ہم نے ان سے محبت کی ہے کبھی دشمن نہیں رکھا اور جب سے ان کی خیر خواہی کی ہے کبھی کھوٹ نہیں کیا ہے۔

معاویہ۔ جاریہ تمہارے اقرباء تو تم کو بہت حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اسی لئے تو تمہارا نام جاریہ رکھا ہے۔ ۱۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ تجھ کو تیرے اقرباء کتنا ذلیل رکھتے تھے کہ تیرا نام معاویہ رکھا ہے۔ ۲۔

معاویہ۔ (نے گالی دی اور کہا) تیری ماں ہی موجود نہیں ہے۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ میری ماں ہی نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہ تو غلط کہتا ہے۔

۱۔ عربی زبان میں جاریہ لوطی کو کہتے ہیں اور لوطی اپنے آقا اور اس کے اقرباء کی نظروں میں حقیر سمجھی جاتی ہے۔

۲۔ معاویہ بخونکتی کنیا کو کہتے ہیں۔

(سن اے معاویہ) جن تلواروں سے ہم نے تم سے صفین میں جنگ کی تھی اس کے قبضے اب بھی ہمارے قبضہ میں ہیں۔
معاویہ۔ کیوں جاریہ تم تو مجھے دھمکی دے رہے ہو۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ تو نے زور دستی اور قہر غلبہ سے ہم پر حکومت نہیں حاصل کی ہے نہ بغیر جنگ کے ہم کو فتح کیا ہے بلکہ ہم نے تجھ سے کچھ عہد و میثاق کیا ہے اگر ان کو تو نے پورا کیا تو ہم بھی اپنا عہد پورا کریں گے اور اگر تو نے کسی اور چیز کی طرف رغبت کی تو ہم نے اپنے پیچھے مددگار مرد سخت ذریعے تیر نیزے چھوڑے ہیں اگر تو غداری سے ایک بالشت بڑھے گا تو ہم تیرے اوپر ایک ہاتھ کے برابر حملہ کریں گے۔

معاویہ۔ خدا تیرے مانند کثرت سے لوگ نہ پیدا کرے۔ (النصائح الکافیہ ص ۲۰)

جناب جاریہ کے حالات اس سے زیادہ ہم کو نہیں ملتے ہیں نہ یہ معلوم ہو سکا کہ ان کی موت کب کہاں اور کس سبب سے واقع ہوئی۔

صہبہ بن صوحان عبدی

جناب صہبہ بن صوحان اور ان کے دونوں بھائی زید اور صحان حضرت امیر المؤمنینؑ کے مخلص اصحاب اور شیعوں میں داخل تھے زید اور صحان جنگ جمل میں نصرت حضرت امیرؑ میں شہید ہوئے لیکن جناب صہبہ حضرت کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں انجام

دئے۔

احادیث میں ان کے فضائل و محامد مذکور ہیں چنانچہ کتاب معرفۃ الرجال ص ۴۶ پر مذکور ہے کہ

قال ابو عبد الله عليه السلام ما كان مع امير المؤمنين عليه السلام من يعرف حقه الا صعصعه و اصحابه .

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں امیر المؤمنینؑ علیہ السلام کی پورے طور سے معرفت جناب صعصعہ اور ان کے ساتھی ہی رکھتے تھے۔

حالانکہ حضرت کی پورے طور سے معرفت رکھنے والوں کی تعداد آپ کے اصحاب میں پچاس بھی نہیں تھی چنانچہ امام محمد باقرؑ ابو خالد کاہلی سے فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ تم لوگوں میں عراق میں موجود تھے اور اپنے دشمنوں سے اپنے اصحاب کے ساتھ جنگ کر رہے تھے مگر آپ کے ساتھ پچاس افراد بھی ایسے نہیں تھے جو آپ کی پورے طور سے معرفت رکھتے ہوں اور آپ کی پورے طور سے معرفت رکھنا آپ کی امامت کا قائل ہونا ہے۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۷۲۱)

مگر کیا خوش قسمت تھے جناب صعصعہ کہ وہ حضرت کی معرفت اچھی طرح رکھتے تھے۔

جناب صعصعہ بڑے بہادر شجاع حق گو فصیح و بلیغ تھے اور بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ان کی یہ کیفیت لوائل عمر ہی سے تھی ان کے حالات میں کتاب استیعاب بر حاشیہ اصلہ ج ۲ ص ۱۹۲ پر مرقوم

ہے کہ جناب صحیحہ مسلمان تو حضرت رسول خدا کی حیات میں ہو گئے تھے لیکن حضرت سے ملاقات نہیں ہوئی نہ زیارت کا شرف حاصل ہوا یہ کمی ان میں تھی۔ اپنے قبیلہ عبد قیس کے سرداروں میں داخل تھے۔ یہ خطیب فصیح عاقل لسان دیندار فاضل و بلیغ انسان تھے اصحاب امیر المؤمنینؑ میں شمار کئے جاتے تھے۔

یحییٰ بن معین کہتا ہے کہ صحیحہ، زید اور صیحان صوحان کے پوتے تھے اور یہ سب کے سب قبیلہ عبد قیس میں بڑے خطبہ پڑھنے والے افراد میں داخل تھے زید و صیحان تو جنگ جمل میں قتل کئے گئے یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اس وقت جب عمر بن خطاب نے اس مال کو تقسیم کیا تھا جسے ابو موسیٰ نے ان کے پاس بھیجا تھا جس کی مقدار دس لاکھ درہم تھی اس مال کی تقسیم کے بعد کچھ حصہ بچ گیا۔ اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں اختلاف ہوا کہ یہ مال کس چیز میں خرچ کیا جائے تو عمر بن خطاب خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا کہ لوگوں حقوق کی تقسیم کے بعد کچھ مال بچ گیا ہے اس کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو یہ سنتے ہی جناب صحیحہ بن صوحان اٹھ کھڑے ہوئے وہ اس وقت نوجوان صاحبزادے تھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنینؑ لوگوں سے ان چیزوں میں مشورہ کیا جاتا ہے جس کے بارے میں قرآن میں کوئی حکم نہ نازل ہو اہو لیکن جس چیز کے بارے میں قرآن میں خدا نے حکم نازل کر دیا ہو آپ اسے انھیں احکام کے مطابق انجام دیں یہ سنتے ہی انہوں نے اس بقیہ مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ نوجوانی میں ان کی جرأت و ہمت کیا تھی اور عمر بن خطاب اور اصحاب نبیؐ جس مسئلہ کو نہیں جانتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف حکم بیان کر رہے تھے جناب صحیحہ کم سنی کے باوجود قرآن پر اتنا عبور رکھتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اموال کے بارے میں جو حکم قرآنی ہے آپ اس پر عمل کیجئے چنانچہ انہوں نے جناب صحیحہ کے قول کو مان کر بقیہ مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

جناب صحیحہ اپنی حق گوئی و حق پسندی کے سبب سے چین سے نہیں بیٹھنے پاتے تھے یہی سبب تھا جس سے عثمان بن عفان کے حکم سے ان کے دور خلافت میں جو لوگ کوفہ سے نکالے گئے تھے ان میں جناب صحیحہ بھی تھے باقی افراد میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ مالک بن کعب، ارجنتی، اسود بن یزید، عقیقہ بن قیس، عقیقہ بن صوحان عبدی۔

دمشق میں معاویہ اور جناب صحیحہ اور ان کے رفقاء میں کئی مرتبہ گفتگو اور بحث و مباحثہ بھی ہوا جس میں پیش پیش جناب صحیحہ ہی رہتے تھے اور ایک مرتبہ تو یہ لوگ معاویہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کی ڈاڑھی بھی نوچ ڈالی تفصیل کے لئے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۱۵۹ کا مطالعہ کیا جائے۔

اس کے بعد پھر کوفہ واپس کئے گئے اور عثمان بن عفان نے دوبارہ مالک اشتر و ثابت قیس ہمدانی و کمیل بن زیاد عقیق و زید بن صوحان عبدی و حبیب بن زہیر عامری و حبیب بن کعب ازدی و عروہ بن مجد و عمر بن حنظل

خزاعی کے ساتھ کوفہ سے نکال کر حمص عبد الرحمن بن خالد بن ولید کے پاس بھیج دیا جس نے وہاں ان لوگوں پر بڑے مظالم کئے اور پھر کوفہ واپس کر دیا۔

اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۲ ص ۲۰۰ پر مر قوم ہے کہ جناب صحیحہ اور معاویہ سے کئی مرتبہ مقابلہ ہوا ہے شعبی کہتا ہے میں نے خطبہ خوانی جناب صحیحہ ہی سے سیکھا ہے ان سے ابو اسحاق سبیبی منہال بن عمر اور عبد اللہ بن بریدہ وغیرہ نے روایت کی ہے معاویہ کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا اور علانی نے زیاد کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ مغیرہ نے معاویہ کے حکم سے جزیرہ یا بحرین کوفہ سے نکال کر بھیج دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جزیرہ ابن کان بھیجے گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

جناب صحیحہ کوفہ سے صرف محبت والفت امیر المؤمنینؑ اور اپنی شیعیت کے سبب سے نکالے گئے اور عالم غربت و تنہائی میں وطن سے دور اس سرشار محبت حضرت علیؑ کا انتقال ہو گیا۔

معاویہ کے زہر و عا سے شہادت امام حسن علیہ السلام ہمارے دوسرے امام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے نواسے آرام دل حضرت علیؑ راحت قلب جناب معصومہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام پندرہ رمضان ۳۵ھ کو پیدا

ہوئے ۲۸ صفر ۵۰ھ کو شہادت پائی آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو محبت والفت تھی اس سے کتب احادیث و اخبار پر ہیں آپ اور آپ کے بھائی کے لیے حضرت نے فرمایا حسن و حسینؑ میرے پھول ہیں آپ ہی جو انان جنت کے سردار ہیں آپ ہی راکب دوش رسول ہیں آپ کے فضائل و محامد و شرف و منزلت سے کوئی مسلمان انکار ہی نہیں کر سکتا۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں علامہ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی معروف بعلمامہ ابن حجر اصالبہ فی معرفہ الصحابہ ج ۱ ص ۲۲۰ پر فرماتے ہیں کہ

كان رسول الله يصلي بالناس و كان الحسن بن علي
يشب علي ظهره حين سجد يفعل ذلك غير مرة قالوا له انك
لتفعل بهذا شيا ما رايناك تفعله باحد قال ان النبي هذا سيد
سيصلح الله به بين فئتين من المسلمين .

جناب رسول خدا کو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدے میں جاتے تھے تو امام حسنؑ آپ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اچھلتے تھے امام حسنؑ نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ ان کے ساتھ جو برتاؤ کرتے ہیں ہم نے آپ کو کسی کے ساتھ ویسا برتاؤ کرتے نہیں دیکھا ہے آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے عنقریب خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کر دے گا۔

ہم اختصار کے سبب سے آپ کے فضائل کی حد پیشیں ترک کرتے

ہیں۔

انصاف سے فرمائیے جس کی ہستی اتنی عظیم ہو کیا اس کا شہید کر دینا معمولی بات ہوگی اس کی شہادت پر اظہار مسرت و شادمانی چھوٹی موٹی بات ہوگی ہر گز نہیں اب آپ کتب اہل سنت سے معلوم کیجئے امام حسنؑ کو کس نے شہید کیا۔

علامہ محمد بن عقیل النصائح الکافیہ ص ۹۵ پر جناب حجر بن عدی اور ان کے رفقاء کے شہادت کے واقعات کے بعد فرماتے ہیں کہ معاویہ کا یہ بدترین فعل اس کے عظیم ترین مہلک امور میں سے کوئی بڑا واقعہ نہیں اس لئے کہ وہ اس سے قبل زہر دے کر قتل امام حسنؑ۔

۱۔ امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر دے کر جو شہید کیا اس کے بارے میں ایک جلیل القدر سنی عالم کا یہ قول ہے مگر ہمارے سنیت نواز مولانا علی نقی صاحب نقوی نے شہید انسانیت میں معاویہ دوستی سے کام لے کر ص ۷۵ پر اس الزام کو معاویہ سے ہٹا کر یزید پلید کے سر تھوپ دیا ہے۔ حالانکہ کثرت سے شیعہ سنی مورخین و محدثین تحریر کرتے ہیں کہ زہر معاویہ ہی نے دمشق سے روانہ کیا تھا اور اسی نے جعدہ بنعت اشعث سے مروان بن حکم کے ذریعہ سے آپ کو شہید کر دیا۔ معاویہ نے جعدہ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے اس کام کے لئے ایک لاکھ درہم دے گا اور یزید سے بیاہ دے گا۔ یہ ملعونہ اس فریب میں آئی اور حضرت کو زہر پلا دیا اسے حسب ذیل علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے۔

- | | |
|-----|--|
| ۱۔ | مروان بن الحکم علی حسین مسعودی ج ۲ ص ۳۶۔ |
| ۲۔ | تذکرہ خواص الامم۔ |
| ۳۔ | مناقب علامہ ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۵۸۔ |
| ۴۔ | استیعاب ج ۱ ص ۳۷۵۔ |
| ۵۔ | تہذیب الکمال فی اسماء الرجال۔ |
| ۶۔ | مرآۃ العجب و احسن الاخبار۔ |
| ۷۔ | دبیع الامم از شعری۔ |
| ۸۔ | تاریخ ابوالحسن مدائنی۔ |
| ۹۔ | حسن السریہ۔ |
| ۱۰۔ | نزہۃ الامم۔ |
| ۱۱۔ | تاریخ قمیس۔ |
| ۱۲۔ | حیوة الحیوان۔ |
| ۱۳۔ | النصائح الکافیہ ص ۵۹۔ |

کار تکاب کر چکا تھا حالانکہ وہ حدیث کساء کی پانچویں فرد محمد مصطفیٰ کے
فرزند علی مرتضیٰ کے بیٹے فاطمہ زہرا کے لخت جگر فرزند شجرہ طوئی نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھولوں میں سے دنیا میں ایک پھول جنت کے
دو سرداروں میں سے ایک سردار تھے۔

ابو الفرج نے کہا ہے کہ امام حسنؑ زہر سے شہید ہوئے جسے معاویہ
نے خفیہ طور سے آپ اور سعد بن ابی وقاص کے پاس اس وقت بھیجا جب
اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تھا یہ دونوں بزرگوار تھوڑے ہی دنوں کے
فاصلہ سے انتقال کر گئے ابن عبد البر مسعودی اور دیگر لوگوں نے نقل کیا
ہے کہ امام حسنؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کزری نے آپ کو زہر
پلا دیا جسے معاویہ نے اس کے پاس خفیہ طور سے بھیجا تھا اور کہلایا تھا اگر تو
کسی بہانہ سے امام حسنؑ کو قتل کر دے گی تو میں ایک لاکھ درہم دوں گا اور
یزید سے بیاہ دوں گا اسی سبب سے وہ ملعونہ امام حسنؑ کو زہر دینے پر آمادہ ہو
گئی۔ جب امام حسنؑ کی شہادت ہو گئی تو معاویہ نے مال تو دے دیا اور یہ کہلا
دیا کہ میں یزید کی زندگی چاہتا ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو یزید سے نکاح
کے وعدے کو بھی پورا کرتا۔

موصوف نے ص ۶۰ پر شہادت امام حسنؑ پر محمد بن حریر طبری
کے حوالہ سے معاویہ کے اظہار شادمانی اور قصر خضراء سے صدائے تکبیر
بلند کرنے کو بھی تحریر کیا ہے۔

جب امام حسنؑ کی شہادت ہو گئی تو معاویہ نے شیعوں پر جبر و تشدد

زیادہ کر دیا اور اس کے عمال خصوصاً زیاد نے شیعوں کو بے دردی سے طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کرنا شروع کر دیا۔
 بہر حال اب ہم بعد شہادت امام حسنؑ کے مظالم کو ذکر کرتے ہیں۔

حجر بن عدی بن معاویہ بن جبلیہ بن ادبر

جناب حجر بن عدی افاضل اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے ان کے زہد و ورع و تقویٰ و کثرت عبادت کو تمام علماء رجال نے تحریر کیا ہے۔ علامہ ابن عبد البر کتاب استیعاب ج ۱ ص ۱۳۴ پر ان کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب حجر اگرچہ سن کے اعتبار سے بڑے بڑوں سے کم تھے لیکن فضلاء اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے۔ جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے سردار تھے اور جنگ نروان میں میسرہ کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔

جناب حجر کی صحابیت کا اعتراف علامہ ابن اثیر جزری صاحب اسد الغابہ نے استیعاب کے حوالہ سے کیا ہے اور اس کی رد نہیں کی ہے وہ اس کتاب سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ حجر حجر خیر کے نام سے شہرت رکھتے ہیں یہی فرزند ادبر ہیں ان کے والد کو ادبر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ واپس آرہے تھے کہ ان کے کوٹھے پر وار کیا گیا۔ جناب حجر اپنے بھائی ہانی کے ساتھ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جنگ قادسیہ میں شریک

تھے ان کا شمار افضل اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں ہوتا تھا جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے سردار تھے۔ اور لشکر امیر المؤمنینؑ کے سردار جنگ نہروان میں تھے اور جنگ جمل میں بھی حضرت علیؑ کے ساتھ موجود تھے۔ حجر بزرگ ترین اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کے سچے اور مخلص و محبت تھے۔ نشہ الفت میں ایسے سرشار مست تھے کہ جام شہادت ڈگڈگا کر پی لیا لیکن حضرت سے برائت نہیں کی۔

طبری جلد ۶ ص ۱۵۶ پر یہ تحریر ہے کہ جناب حجر اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد میں نے لوگوں کو یہ کہتے پایا کہ پہلے پہل ذلت کوفہ میں اس وقت داخل ہوئی جب حسن بن علی اور حجر بن عدی قتل کئے گئے اور زیاد کو اوسفیان کا بیٹا بنایا گیا۔

مبارک بن فضالہ راوی ہے کہ میں نے اس وقت حسن بصری کو کہتے ہوئے سنا جب ان کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ معاویہ نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا کہ ویل اس کے لئے ہے جو حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرے (استیعاب ج ۱ ص ۱۳۵)

احمر کہتا ہے کہ میں نے سلیمان سے عرض کیا کہ کیا تم کو یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ حجر وہ تھے جن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ سلیمان نے کہا ہاں حجر ایسے ہی تھے اور حجر تو افضل اصحاب نبیؐ میں داخل تھے (استیعاب ج ۱ ص ۱۲۵)

جناب حجر وہ بزرگ ہیں کہ جناب عائشہ بنت ابوبکر نے بھی

ان کی شہادت کے بعد معاویہ سے احتجاج کیا تفصیل کے لئے تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ ملاحظہ کیجئے۔

استیعاب ج ۱ ص ۱۳۴ پر مرقوم ہے کہ عبد اللہ بن عمر نماز میں تھے کہ ان کو حجر کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ کھڑے ہو گئے اور چینیں مار مار کر رونے لگے۔

تحفہ الاحباب ص ۵۴ پر تحریر ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی معاویہ کی جانب سے خراسان کا حاکم تھا جب ان کو جناب حجر بن عدی کے قتل کی خبر دی گئی تو وہ بیچین ہو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کرنے لگے پالنے والے اگر تیری بارگاہ میں مجھے کچھ منزلت و قرمت حاصل ہے تو فوراً میری روح قبض کر لے اس دعا کے بعد ربیع اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ وفات پا گئے۔

جناب حجر کی اس عظمت و جلالت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جس راستہ پر تھے وہی راہ حق ہے اور ان کے مخالفین جس راستہ پر چل رہے تھے وہ باطل ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے وہ صرف محبت و اخلاص امیر المؤمنین اور ان کے شیعہ ہونے کے سبب سے بے دردی سے شہید کئے گئے ہیں اس لئے مذہب شیعہ اور راہ محبت علی بن ابی طالب راہ حق و نجات ہے۔

جناب حجر کا زہد و ورع

جناب حجر بن عدی زہد و ورع و تقویٰ میں بھی اصحاب پیغمبر اسلام

اور تابعین میں ممتاز تھے اسی سے ان کو حجر الخیر کہا جاتا تھا۔ ان کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ جب معاویہ کا قاصد چھ آدمیوں کی رہائی اور آٹھ کے قتل کا حکم لے کر آیا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگ بھی علی بن ابی طالبؑ سے برائت کرو تو ہم تم سب کو بھی رہا کر دیں گے سب نے ہمزبان ہو کر کہا پالنے والے ہم تو علیؑ سے برائت و بیزاری نہیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ قبریں کھودی جائیں کفن ان کے پاس لا کر رکھ دئے جائیں۔ قبریں تیار کر دی گئیں کفن بھی لا کر رکھ دئے گئے لیکن ان محبت امیر المؤمنینؑ کے متوالوں اور الفت و مودت ابو تراب کے دیوانوں نے جزع و فزع و خوف و ہراس کے بجائے اپنے مصلے بچھادئے اور ساری رات نماز و دعا اور پروردگار عالم سے مناجات میں گزار دی (طبری ج ۶ ص ۱۵۴) صبح قتل طالع ہوئی جلاد برہنہ تلواریں لئے سامنے آئے اور پھر سوال برائت از علیؑ پیش ہوا اب بھی اگر ایسا کر لو تو رہا کر دئے جاؤ گے سب نے آٹری مرتبہ بھی اس سوال کو پائے تحقیر سے ٹھکرا دیا اور جام قتل اطمینان سے پینے لگے۔ جب جناب حجر کی باری آئی تو قاتل سے کہا اتنی دیر ٹھہر جا کہ میں وضو کر لوں جب وضو کر چکے تو کہا اگر اجازت دو تو دو رکعتیں نماز پڑھ لوں اس لئے کہ خدا کی قسم میں نے جب بھی وضو کیا ہے دو رکعتیں نماز پڑھی ہیں اجازت ملی، دو رکعتیں نماز کی ادا کیں جب نماز پڑھ چکے تو قاتلوں کی طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے خدا کی قسم ان دو رکعتوں سے مختصر نماز کبھی نہیں پڑھی ہے۔ اگر تم لوگ یہ خیال نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر گیا

ہوں تو میں اس وقت بہت سی نمازیں پڑھتا۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص

(۱۵۶)

محبت والفت امیر المؤمنینؑ

جناب حجر امیر المؤمنینؑ کو دل و جان سے دوست رکھتے تھے آپ کی برائی سن نہیں سکتے تھے اس لئے جب مغیرہ اور زیاد حضرت کو برا بھلا کہتے تھے یہ ان کو ٹوک دیا کرتے تھے اور ان ارباب اقتدار کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اسی لئے معاویہ نے بیت المال سے جو دو ہزار پانچ سو درہم سالانہ ان کو ملتے تھے اسے بھی بند کر دیا اور جب زیاد حاکم کوفہ ہو اور ۵۱ھ میں جب جناب حجر اور ان کے رفقاء کی گرفتاری سے عاجز ہوا تو اس نے محمد ابن اشعث کو بلا کر دھمکی دی کہ اگر حجر کو گرفتار کر کے نہ لاؤ گے تو تمہارے خرمہ کے باغات کٹوا دوں گا گھر ڈھائے جائیں گے پھر تجھے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا صرف تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد اپنے کو تو ہلاک شدہ لوگوں میں شمار کرنا یہ کہہ کر اسے قید خانہ میں بھیج دیا حجر بن یزید کندي کی سفارش پر رہا کیا گیا اس لئے کہ اس نے کہا کہ یہ آزاورہ کر حجر بن عدی کا آسانی سے پتہ لگا سکتا ہے۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴۶ تا ۱۴۷)

ادھر جناب حجر بن عدی کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو ربیعہ بن نا جذادی کے گھر سے اپنے غلام رشید اصفہانی کو محمد کے پاس بھیجا اور کہلایا

کہ اس جبار و شقی نے جو برتاؤ تمہارے ساتھ کیا ہے اس سے پریشان نہ ہو میں اس شرط پر تمہارے پاس آسکتا ہوں کہ تم اپنے قبیلہ کے افراد کے ساتھ زیاد کے پاس جاؤ اور یہ ضمانت حاصل کرو کہ وہ مجھے قتل نہیں کرے گا بلکہ زندہ معاویہ کے پاس بھیج دے گا چنانچہ محمد بن اشعث نے اپنے ساتھ حجر بن یزید، جرید بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن حارث برادر مالک بن اشتر کو لیا اور زیاد سے اس کی ضمانت لی اور جناب حجر بن عدی زیاد کے پاس آگئے اس نے ان کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۰)

جناب حجر بن عدی کی گرفتاری کے بعد دس دن مسلسل زیاد ان کے ساتھیوں کی تلاش میں رہا ان کی گرفتاری کے حالات ان کے ذکر میں آئیں گے۔

جناب حجر بن عدی کے رفقاء میں جو اس ور نہیں تھے اور گرفتار کئے گئے وہ حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ ارقم بن عبد اللہ کنزی از قبیلہ ارقم
- ۲۔ شریک بن شداد حضرمی
- ۳۔ صیفی بن فہیل
- ۴۔ قبیبہ بن ضبیعہ بن حرمہ عسنی
- ۵۔ کریم بن عقیف خثعمی
- ۶۔ عاصم بن عوف عجلی
- ۷۔ وراقان سمی عجلی

۸۔ کد ام بن حیان

۹۔ عبدالرحمان بن حنان

۱۰۔ محرز بن شہاب تمیمی

۱۱۔ عبداللہ بن حوہہ سعدی۔

یہ سب لوگ مقام مرج عذرا میں ٹھہرائے گئے ان لوگوں کے بعد حسب ذیل دو افراد کو زیاد نے اور روانہ کیا۔

۱۔ بن اخص

۲۔ سعد بن نمدان ہمدانی

ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد اب چودہ افراد پورے ہو گئے۔

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ ج ۶ ص ۵۲ او ۵۳ پر اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کس طرح حکومت کے نشہ میں ان لوگوں کے خلاف فرضی گواہوں سے محضر تیار کر کے روانہ کیا گیا۔ قاضی شریح نے کس طرح اپنی گواہی کے خلاف مخصوص خط لکھا جس کو ہم اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں۔

الغرض جب یہ سب حضرات عذرا میں مقیم تھے۔ معاویہ نے چند افراد کو ان کے پاس روانہ کیا کہ اگر علی ابن ابی طالب سے برائت و بیزار کریں تو رہا ورنہ موت۔ آنے والوں میں ایک ایک چشم تھا جناب کریم بن عقیف خثعمی نے فرمایا ہم میں سے نصف قتل کئے جائیں گے اور نصف نجات پائیں گے۔ جب ان جاننازوں نے جناب امیر سے بیزاری و اظہار

برائت سے انکار کر دیا تو کچھ کی سفارش ان کے اقرباء نے کی وہ رہا کر دئے گئے دو نے کہا ہم کو معاویہ کے پاس زندہ لے چلو باقی سات افراد شہید کر دئے گئے۔ مگر ان لوگوں نے خواہش کی کہ ہم کورات بھر عبادت کا موقعہ دیا جائے چنانچہ سب نے تمام رات نمازیں پڑھیں۔ صبح کو ایک ایک کے سامنے مسئلہ برائت پیش کیا جاتا تھا وہ انکار کرتا تھا اور قتل کر دیا جاتا تھا۔ جناب حجر نے قتل سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے جسم سے ہتکڑی بیزئی نہ اتاری جائے نہ غسل دیا جائے بلکہ میرے ہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے۔ قتل سے قبل وضو کیا دور کعتیں نماز پڑھی اور جام شہادت نوش کر لیا۔ اللہم ارزقنا اتباع حجو و اصحابہ۔ اس موقعہ پر حسب ذیل افراد شہید ہوئے۔ حجر بن عدی۔ شریک بن شداد حضرمی۔ صیفی بن فسیل۔ قبیبہ بن ضبیعہ۔ محرز بن شہاب۔ کدام بن حیان۔ جناب عبدالرحمن کو مقام فس ناطف میں زندہ دفن کیا گیا۔

شریک بن شداد حضرمی

جناب شریک بن شداد حضرمی کی گرفتاری وغیرہ کے حالات کتب تاریخ و رجال میں ہم کو نہیں ملے لیکن مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی جناب حجر کے رفقاء میں تھے انھیں کے ساتھ گرفتار کر کے شام بچھے گئے بارہ افراد میں یہ بھی شامل تھے اور سات آدمی جو مقام مرج عذراء میں شہید کئے گئے ان میں بھی یہ داخل تھے طبری ج ۶ ص ۱۴۹)

جناب حجر کے ساتھ محبت حضرت امیرؓ میں گرفتار ہونا اور شہید ہونا بہترین شرف ہے۔

صیفی بن فسیل شیبانی

جناب صیفی بن فسیل قبیلہ ربیعہ کی شاخ بنو شیبان سے تعلق رکھتے تھے بڑے جیالے اور مضبوط انسان تھے جام محبت امیر المؤمنینؓ پی کر ہمہ وقت مست رہتے تھے علامہ مامقانی اپنے رجال ج ۲ ص ۱۰۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ یہ حضرت امیرؓ کے اصحاب اور معتمد تھے اور علامہ برقی تحریر فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت امیرؓ کی خدمت کا شرف بھی حاصل تھا ان کے فضل و شرف کے لئے یہ کافی ہے یہ حجر بن عدی کے ساتھیوں میں تھے اور جو رائے جناب حجر کی تھی اسی کے مالک بھی تھے جناب حجر کے ساتھ جن بارہ افراد کو زیاد نے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا تھا ان میں جناب صیفی بھی داخل تھے اور ان میں جن افراد کی شہادت مقام مرج عذراء میں واقع ہوئی ان میں بھی ان کا شمار ہے۔

جناب حجر بن عدی اور ان کے رفقاء جب زیاد کی قید سے چھٹ کر روپوش ہو گئے اور ان کی گرفتاری شروع ہوئی تو قبیلہ بنو ضبیعہ بن حرمہ عسبی کی گرفتاری کے بعد قیس بن عباد شیبانی نے زیاد سے آکر بیان کیا کہ ہمارے قبیلہ بنو ہمام میں صیفی بن فسیل ایک شخص ہے جو روساء اصحاب حجر بن عدی میں داخل ہے وہ آپ کو دشمن رکھتا ہے زیاد نے

ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا چنانچہ جناب صیفی گرفتار کر کے لائے گئے زیاد نے کہا اے دشمن خدا تو ابو تراب کے بارے میں کیا کہتا ہے جناب صیفی نے جواب دیا کہ میں ابو تراب کو نہیں جانتا ہوں زیاد نے کہا اچھا کیا تم علی بن ابی طالبؑ کو جانتے ہو جناب صیفی نے کہا ہاں ہاں ان کو پہچانتا ہوں۔ زیاد نے کہا وہی تو ابو تراب ہیں جناب صیفی نے جواب دیا ہرگز نہیں وہ ابو الحسنؑ و الحسینؑ ہیں کو تو آل شہر نے کہا امیرؑ کہہ رہا ہے کہ وہی ابو تراب ہیں اور تم اس سے انکار کر رہے ہو جناب صیفی نے کہا کہ اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں اور امیر کی طرح جھوٹی گواہی دوں (مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا) زیاد نے کہا تمہارے گناہ کے ساتھ ایک اور گناہ کا اضافہ ہو گیا اچھا چھڑی لاؤ جب چھڑی آگئی تو زیاد نے کہا اچھا اب بتاؤ علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو جناب صیفی نے جواب دیا کہ بہتر سے بہتر جو بات میں کہہ سکتا ہوں وہ علی بن ابی طالبؑ کے لئے کہتا ہوں علیؑ تو خدا کے مومن بندوں میں سے ایک بزرگ تھے زیاد نے حکم دیا کہ ان کے شانے پر اتنی چھڑیاں ماری جائیں کہ یہ زمین پر لیٹ جائیں چنانچہ ان کو اتنی چھڑیاں ماری گئیں کہ فرش زمین ہو گئے زیاد نے حکم دیا ان کو کھڑا کرو جب کھڑے کئے گئے تو زیاد کہنے لگا اب تم علی کے بارے میں کیا کہتے ہو جناب صیفی نے کہا خدا کی قسم اگر تو مجھے استرے اور چھڑی سے چھیل ڈالے جب بھی وہی کہوں گا جو تو نے مجھ سے ابھی ابھی سنا ہے زیاد نے کہا اچھا علیؑ پر لعنت کرو ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا

جناب صیفی نے کہا اے زیاد خدا کی قسم مجھے علی کو برا بھلا کہنے سے پہلے مار ہی ڈال اور اگر تو میری گردن ہی اڑانا چاہتا ہے تو میں اس پر بھی خدا سے راضی و خوشنود ہوں لیکن تو شقی و بد بخت ہو جائے گا۔ زیاد نے حکم دیا کہ ان کی گردن میں ہاتھ دے کر نکال دو اس کے بعد حکم دیا کہ ان کو لوہے میں اچھی طرح جکڑ کے قید خانے میں ڈال دو۔ طبری ج ۶ ص ۱۴۹۔

چنانچہ یہ زنجیروں میں جکڑ کر قید خانے میں ڈال دئے گئے اور جب جناب حجر ایک مخصوص محضر کے ساتھ روانہ کئے گئے تو ان کے ساتھ یہ بھی تھے اور انہیں کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

قبیصہ بن ضبیعہ علبسی

جناب حجر بن عدی کو اسیر و مقید کرنے کے بعد زیاد ابن ابیہ نے ان کے رفقاء کی گرفتاری شروع کی اور ان حضرات نے چھپنا شروع کیا ان میں سے جو ملتا تھا اسے قید خانہ میں بند کر دیتا تھا۔

ایک دن اس نے اپنے پولیس کے افسر شداد بن ہشیم کو جناب قبیصہ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا جناب قبیصہ نے اپنے قبیلہ والوں کو آواز دی اور خود تلوار لے کر مقابلہ میں آگئے۔ آپ کے بلانے پر ربیعہ بن حراش اور ان کے قبیلہ کے کچھ اور لوگ امداد کے لئے آگئے۔ اور جنگ کا ارادہ کیا شداد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو قبیصہ سے کہا آپ زیاد کے پاس چلیے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی جان اور مال محفوظ رہے گا آخر آپ

کیوں اپنے کو ہلاکت میں مبتلا کرتے ہیں ان کے ساتھیوں نے بھی کہا کہ جب امان دی جا رہی ہے تو ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائیے اور ہمیں بھی ہلاکت سے بچائیے۔ جناب قبیبہ نے کہا یہ حرامزادہ ہے اگر میں اس کے قبضہ میں پہنچ گیا تو پھر کہیں بھاگ کر نہیں جاسکوں گا قید کر دے گا یا قتل کر دے گا۔ قبیلہ والوں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا ہے بالآخر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا وہ لوگ ان کو لے کر زیاد کے پاس آئے۔ زیاد نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ بہت سے قبیلہ ہیں جو عنقریب مجھے دین کے سبب سے تعزیت دیں گے (زیاد نے یہ جملہ تعریض کے طور سے زبان پر جاری کیا تھا) قبیبہ آگاہ ہو کہ میں عنقریب تم کو فتوں میں پڑنے اور حکام کے خلاف شور و غل کرنے سے غافل اور بے پرواہ کر دوں گا۔ قبیبہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں یہاں امان پانے کے بعد آیا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا ان کو بھی قید خانہ میں بند کر دیا جائے۔ طبری ج ۶ ص ۱۴۹۔

زیاد نے جب حکم دیا کہ ان جانبازوں کو شام لے جایا جائے تو زیاد کو اندیشہ تھا کہ مباد اللہ کوفہ پھر ان لوگوں کو آزاد کرالیں اس لئے وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کو حکم دیا کہ ان سب حضرات کو راتوں رات شہر سے باہر پہنچا دیا جائے جب ان کی سواری حبانہ عرزم پہنچی تو قبیبہ جن کا گھر بھی وہیں واقع تھا اپنے گھر کو دیکھا اتفاقاً ان کی نظر اپنی لڑکیوں پر پڑی جو مکان کے اوپر سے اس دردناک منظر کو دیکھ رہی تھیں قبیبہ نے پسریداروں سے اجازت لی کہ میں اپنے اہل و عیال کو وصیت کر دوں

لڑکیوں کے پاس گئے تو انہوں نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کیا قبیبصہ نے انہیں خاموش کیا اور کہا کہ تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو اس لئے کہ میں خدا سے اس راہ میں دو حسنات میں سے ایک کی امید رکھتا ہوں شہادت یا خیریت سے تم لوگوں کے پاس واپسی رہے تمہارے ضروریات تو جواب تک تم کو رزق دیتا تھا۔ وہ اللہ ہے جو زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی مجھے امید ہے کہ وہ تم کو ضائع و برباد نہ کرے گا۔ اور تمہارے لئے میری حفاظت کرے گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے واپس ہوئے۔ طبری ج ۶ ص ۱۵۲۔

جناب ضبیعہ کابینیوں سے اس طرح گفتگو کرنا ان کے ثبات قدم، تقویٰ، توکل اور ایمان کو واضح کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے سچے محبوں کا یہی کردار ہے۔ اے کاش ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی دنیا و آخرت کو اجاگر کریں۔ جناب حجر بن عدی کے ساتھ ان کو بھی شہید کیا گیا۔

کدام بن حبان عنزی

جناب کدام بن حبان کو بھی جناب حجر کے ساتھ بظلم و ستم اسیر کر کے شام صرف اس لیے روانہ کیا گیا کہ محبت امیر المؤمنینؑ تھے اور اسی جرم میں جناب حجر کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

کتب تاریخ و رجال میں ان کے حالات مرقوم نہیں ہیں۔

حُر زبن شہاب سعدی

جناب حُر زبن بھی جناب حجر بن عدی کے رفقاء میں داخل تھے امیر المومنینؑ کے بچے دوست تھے جناب حجر کے ساتھ بارہ آدمی گرفتار کر کے شام بھیجے گئے۔ ان میں جناب حُر زبن بھی تھے اور شہید محبت ہونے والوں میں بھی داخل تھے۔

کتب تاریخ و رجال میں ان کے حالات زندگی مرقوم نہیں ہیں۔

عبدالرحمن بن حسان عنزی

جناب عبدالرحمن جناب حجر بن عدی کے ہم مسلک تھے اور انہیں کے ساتھ جرم محبت امیر المومنینؑ میں گرفتار کر کے شام روانہ کیے گئے جب یہ قافلہ شام پہنچا اور مقام عذراء میں ٹھہرایا گیا تو معاویہ نے ان لوگوں کے پاس کے کچھانے بھانے کے لیے تین آدمیوں کو شام کے وقت روانہ کیا۔

پیامبر ان لوگوں کے پاس آئے اور معاویہ کا یہ حکم سنایا (فلاں فلاں) چھ آدمی رہا کیے جاتے ہیں اور (فلاں فلاں) آٹھ آدمی قتل کیے جائیں گے اس کے بعد نماز صبح قتل ہونے والوں میں سے ایک ایک کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ چھ آدمی جام شہادت پی کر رہی جنت ہو گئے اور صرف عبدالرحمن بن حسان اور کریم بن عقیف باقی بچے ان لوگوں نے قاصدوں سے کہا کہ ہم کو معاویہ کے پاس لے چلو اجازت معاویہ کے بعد یہ لوگ دمشق لائے گئے۔ کریم بن عقیف کو گھنٹھو کے بعد رہا کر دیا گیا۔

معاویہ اس کے بعد جناب عبدالرحمن کی طرف متوجہ ہو اور کہنے لگا

اے قبیلہ ربیعہ کی فرد تم علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ عبد الرحمن نے کہا اسکے بارے میں مجھ سے دریافت نہ کرنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا بتانا پڑے گا۔ عبد الرحمن نے کہا جب حضرت علیؑ کے متعلق اظہار خیال ضروری ہے تو سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ ذکر خدا بہت کرتے تھے حق کا حکم دیتے تھے عدل و انصاف کو قائم کرتے تھے لوگوں کی خطائیں معاف کرتے تھے معاویہ نے کہا عثمان کے متعلق کیا کہتے ہو جناب عبد الرحمن نے کہا عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ظلم کا دروازہ کھول دیا حق کا دروازہ بند کیا معاویہ نے کہا عبد الرحمن تم نے اپنے کو قتل کر دیا۔ عبد الرحمن بولے، نہیں میں نے اپنے کو نہیں تجھ کو قتل کیا۔ الغرض معاویہ نے عبد الرحمن کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور اسے تحریر کیا کہ تو نے جتنے افراد کو یہاں بھیجا تھا ان میں سب سے زیادہ برے عبد الرحمن ہیں اس لئے جس سزا کے یہ مستحق ہیں ان کو وہ سزا دیدو اور ان کو بری طرح قتل کر دو۔ جب عبد الرحمن زیاد کے پاس لائے گئے تو اس نے ان کو مقام فس ناطف میں زندہ قبر میں دفن کر دیا۔

جناب عبد الرحمن کا یہ عجیب و غریب جہاد ہے ان میں بھی ان کے دیگر نفعاء کی طرح عجیب ثبات قدم تھا جو ان کے سچے محبت امیر المومنین اور مومن کامل ہونے کی دلیل ہے۔ ان کے تفصیلی حالات اصحاب امیر المومنین ج ۲ ص ۶۰ پر ملاحظہ کیجئے۔

عمر و بن حمن خزاعی

ان کا نام عمر و بن حمن بن کابل (کامل) ابن حبیب ابن عمر و ابن القین بن ازال بن عمر و بن سعد بن کعب بن عمر و بن حمنی ہے۔

بڑے سخی و جواد و مہمال نواز و شجاع و بہادر تھے۔ ثرف صحبت سرور عالم بھی ان کو حاصل تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسلام لائے۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۵۳ میں ہے کہ بعد صلح حدیبیہ ہجرت کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے بعض کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد اسلام لائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ ابن السلق کی ایک روایت کا مقتضی یہ ہے کہ یہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

ابتداء میں قیام کیا پھر کوفہ چلے آئے۔ یہ اہل کوفہ کی اس جماعت کے ساتھ رہے جس نے عثمان بن عفان پر مدینہ میں حملہ کیا تھا۔ علامہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ معروف بابن عبد البر استیعاب ج ۲ ص ۳۳۰ پر تحریر کرتے ہیں کہ جن چار افراد نے عثمان بن عفان کے گھر میں داخل ہو کر ان کو قتل کیا ہے ان میں یہ بھی داخل تھے۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۳ میں یہ بھی ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے ساتھ جمل و صفین و نہروان میں شریک رہے پھر کوفہ سے مصر چلے گئے۔ علامہ طبرانی نے اس سلسلہ میں ان سے ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ عبد اللہ المسافر اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے عمر و بن حمن کو یہ بیان کرتے سنا کہ

میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فتنہ کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اس سے سب سے زیادہ محفوظ وہ رہے گا جو مغربی جنت میں آکر قیام کرے۔

عمر و کہتے ہیں میں اسی لئے تم لوگوں کے پاس مصر میں آیا ہوں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بظاہر شہادت امیر المؤمنین کے بعد یہ مصر گئے ہیں اور اس کے بعد پھر کوفہ واپس آئے ہیں، اس لئے کہ یہ جناب حجر بن عدی کے اس زمانہ میں معین و مددگار تھے جب ان کو اسیر کر کے دمشق لے جایا گیا ہے۔

فضل و شرف

شرف صحابیت رسول خدا کے ساتھ ان کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے محبت کامل اور الفت تام رکھتے تھے اسی سبب سے کبھی ان کو حواریین امیر المؤمنین میں شمار کیا گیا ہے اور کبھی ان کو اصفیاء امیر المؤمنین میں داخل کیا گیا ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار ج ۹ میں ایک روایت نقل کرتے ہیں جس

کا حاصل یہ ہے

عمر و بن حتم کو امیر المؤمنین سے وہی منزلت حاصل تھی جو منزلت جناب سلمان کو جناب رسول خدا سے حاصل تھی۔

شباب قائم

شباب زلیخا کے لئے حضرت یوسفؑ ایسے نبی نے دعا کی تھی جب واپس آیا لیکن جناب عمرو بن حتم وہ ہیں کہ جب جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے دودھ پینے کے لئے مرحمت کیا جب دودھ پی چکے تو حضرت نے بقائے شباب کی دعا کی چنانچہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اسی برس کی عمر میں شہادت پائی لیکن جوانی اسی طرح باقی رہی اور ڈاڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا۔

امتحان محبت امیر المؤمنینؑ

معاویہ بن ابی سفیان کو صلح امام حسنؑ کے بعد جب پورے مملکت اسلامیہ پر پورا پورا اقتدار حاصل ہو گیا تو اس نے عام حکم دے دیا کہ امیر المؤمنینؑ پر سب و شتم کیا جائے اور آپ کے اور آپ کے رفقاء کی برائی کی جائے۔

اس زمانہ میں جناب عمرو بن حتم جناب صہبہ بن صوحان جناب حجر بن عدی اور ان کے امثال شیعیان کوفہ کے رہنما اور مر اس و رئیس تھے۔ اس لئے نشانہ مصائب بھی یہی لوگ زیادہ تھے اور ان کو بڑا اشاق اور گراں تھا کہ ان کی موجودگی میں آقا و مولا کو اس طرح برا بھلا کہا جائے اور سب و شتم کیا جائے۔

اس لئے جب حضرت امیرؑ پر خود والی حکومت سب و شتم کرتا اور ان کے اصحاب کی مذمت شروع کرتا تو یہ ٹوک دیا کرتے تھے۔ مغیرہ کا دور

حکومت کسی نہ کسی طرح ۵۰ھ میں ختم ہو اور زیاد بن سمیہ بصرہ اور کوفہ دونوں مقامات کا حاکم بنا دیا گیا۔ زیاد کوفہ آیا اور پہلے ہی خطبہ میں جناب حجر اور ان کے رفقاء کو ڈرایا دھمکایا۔ روز جمعہ خطبہ میں طول ہونے اور جناب حجر کے احتجاج اور کنکریاں پھینکنے کے بعد وہ مشتعل ہو گیا اور گرفتاری شروع کر دی لیکن جناب عمرو بن حتم پہلے تو جناب حضر کے ساتھ گرفتار کئے گئے اور ان کے سر پر ستون مارا گیا۔ جس کے بعد ان کو اور جناب حجر کو لوگوں نے چھڑا لیا۔ اس کے بعد جناب عمرو روپوش ہو گئے اور کوفہ سے باہر چلے گئے اور موصل آکر قیام کیا اس کی اطلاع معاویہ کو ہوئی اس نے حاکم موصل کو تحریر کیا اس نے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کئے۔ یہ کسی ایک مقام پر قیام نہ کرتے تھے۔ فوج ان کی تلاش میں گشت کرتی رہتی تھی موصل کے قریب ایک مقام پر فوج کو دیکھ کر ایک غار میں داخل ہو گئے۔ جہاں سانپ نے کاٹ لیا اور جناب عمرو انتقال کر گئے فوج جب غار میں داخل ہوئی تو ان کو مردہ پایا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۴۴۰)

اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۵۳ پر مرقوم ہے کہ عامل موصل نے ان کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھیج دیا اور اس نے معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ زمانہ اسلام میں پہلا سر جو کاٹ کر بطور ہدیہ روانہ کیا گیا عمرو بن حتم کا سر ہے جسے زیاد نے معاویہ کے پاس روانہ کیا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۵۳ و استیعاب ج ۲ ص ۴۴۰)

معاویہ بن ابی سفیان ان کے سر کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ اس

زمانہ میں جناب عمرو بن حتم کی ایک زوجہ دمشق میں مقیم تھیں معاویہ نے حکم دیا کہ سران کی گود میں رکھ دیا جائے۔ شوہر کے سر کو دیکھ کر عجب پراثر انداز میں شوہر سے خطاب کیا اور سر واپس کر دیا۔

معاویہ نے ان معظّمہ کو حکم دیا کہ جس شہر میں رہوں تم قیام نہ کرو۔ تفصیل کے لئے حارج ۸ کا مطالعہ کیا جائے۔

جویریہ ابن مسہر عبدی

حضرت امیر المؤمنینؑ کے مخصوص فدائی اور جانناز اصحاب میں جناب جویریہ ابن مسہر بھی شامل تھے اور یہ بھی ان سر فروشان محبت میں داخل تھے جن کے محبت علیؑ ہونے کے سبب سے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور سولی دی گئی۔ حضرت امیرؑ نے اپنی حیات میں ان سے ان کی کیفیت شہادت کو بیان کر دیا تھا۔ اور جیسا حضرت نے بتایا تھا حرف بحرف اس کے مطابق ان کی شہادت واقع ہوئی۔

جناب جویریہ اس پائے کے صحابی و محبت امیر المؤمنینؑ تھے کہ جس طرح یہ حضرت کو دوست رکھتے تھے حضرت بھی ان کو دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ حبیبہ عرنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ جا رہے تھے جویریہ پیچھے پیچھے چل رہے تھے حضرت یک بیک جویریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آواز دی جویریہ میرے پاس آ جاؤ تم کو معلوم نہیں ہے کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں جویریہ دوڑ کر حضرت کے

پاس پہنچے آپ نے فرمایا جویریہ میں تم کو کچھ باتیں بتاتا ہوں تم ان کو یاد کر لو اس کے بعد حضرت نے ان سے چپکے چپکے باتیں شروع کیں جویریہ نے عرض کیا مولا میں بھولتا بہت ہوں اس لئے ان واقعات کو مجھ سے پھر بیان کر دیجئے حضرت نے فرمایا میں پھر سے بیان کرتا ہوں تاکہ تم اسے یاد کر لو ان باتوں کے آخر میں حضرت نے جویریہ سے فرمایا جویریہ جب تک ہمارا دوست ہم کو دوست رکھے تم بھی دوست رکھو لیکن جب وہ ہمارا دشمن ہو جائے تو تم بھی اس کو دشمن رکھو لیکن جب پھر ہم کو دوست رکھنے لگے تو پھر تم اس کے دوست ہو جاؤ۔ جن لوگوں کے دلوں میں حضرت امیرؓ کے بارے میں شکوک تھے انہوں نے کہنا شروع کیا دیکھتے ہو حضرت علیؓ نے جویریہ کو اسی طرح اپنا وصی بنا دیا ہے جس طرح وہ خود اپنے لئے وصی رسول ہونے کے مدعی ہیں۔ جناب جویریہ کے لئے لوگ یہ باتیں اس لئے کہا کرتے تھے کہ جویریہ کو حضرت سے بہت زیادہ اختصاص حاصل تھا حدیث ہے کہ ایک دن حضرت امیرؓ سو رہے تھے آپ کے کچھ اصحاب حاضر خدمت تھے کہ جویریہ حاضر ہوئے پکار کر کہنے لگے اے سونے والے اٹھ اس لئے کہ تیرے سر پر ایسی ضرب لگائی جائے گی کہ جس سے تیری ڈاڑھی تیرے خون سے خضاب ہوگی حضرت امیرؓ مسکرائے اور فرمانے لگے جویریہ آؤ میں تم سے تمہارا واقعہ بیان کروں جویریہ تم ایک سرکش حرامزادے کے پاس زبردستی لائے جاؤ گے وہ ضرور تمہارے ہاتھ پیر کاٹے گا اور ایک کافر کے خرمہ کے تنے پر تم کو سولی

دے گا۔ جبہ عربی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ زیاد نے جناب جویریہ کو گرفتار کیا ہاتھ پیر کاٹے اور ابن مکتبہ کے لمبے خرے کے تنے کے پہلو میں ایک چھوٹے خرے کے تنے پر سولی دے دی۔ (شرح نوح البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۲۱۰)

علامہ مجلسی حار الانوار ج ۹ ص ۷۲۰ پر فرماتے ہیں کہ جب معاویہ کے زمانہ حکومت میں زیاد حاکم کوفہ ہوا تو اس نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ کے سولی دے دی تھی۔

جناب جویریہ حضرت کے موثق و معتبر اصحاب میں بھی داخل تھے جیسا کہ رجال امام قانی ج ۱ ص ۱۵۰ پر حالات اصبع بن ہناتہ میں مرقوم ہے۔ جناب جویریہ حضرت علیؑ کے موزن بھی تھے جیسا کہ حارج ۹ ص ۲۹ پر درج ہے اور مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۱۶۲ پر تحریر ہے کہ جناب جویریہ کو جناب امیرؑ نے تین مرتبہ بشارت دی ہے۔ چنانچہ خود جویریہ ناقل ہیں میں نے حضرت کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمدؑ کے محبت کو دوست رکھو اور جب وہ ان کو دشمن رکھنے لگے تو اس کے دشمن ہو جاؤ۔ آل محمدؑ کے دشمن کو دشمن رکھو اور جب وہ آل محمدؑ کا دوست ہو جائے تو اس کے دوست ہو جاؤ۔ اس کے بعد تین مرتبہ ارشاد فرمایا میں تم کو بشارت دیتا ہوں۔

چونکہ جناب جویریہ کو حضرت امیر المؤمنینؑ سے یہ اختصاص تھا اور انتہائی قربت و منزلت بارگاہِ علوی میں حاصل تھی اسی لئے خوشی یہ

مصیبت گوارا کر لی ہاتھ پیر کٹوائے اور سولی پر چڑھائے جانے کے بعد بھی ان کی پیشانی پر بل نہیں پڑے۔

کتب رجال و تاریخ میں ان کی تاریخ شہادت میری نظر سے نہیں گزری۔

مرزع

امیر المؤمنینؑ کے اصحاب میں مرزع نامی ایک بزرگ تھے جو لوگوں کو آئندہ کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ ابو داؤد طیاسی اپنے اسناد سے ابو الغالیہ سے روایت کرتے ہیں مجھ سے ایک دن مرزع نے بیان کیا کہ یقیناً ایک لشکر آنے والا ہے جب وہ صحراء میں پہنچے گا تو ان کے ساتھ زمین دھنس جائے گی میں نے کہا کہ مرزع تم نے تو غیب کی خبر بیان کرنا شروع کر دی مرزع نے کہا کہ میں جو تم سے بیان کر رہا ہوں اسے یاد رکھو اس لئے کہ یہ مجھ سے حضرت علیؑ نے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ضرور گرفتار اور قتل کئے جاؤ گے اور مسجد کے دونوں کنگروں کے درمیان تم کو دار پر چڑھایا جائے گا اس تذکرہ کو ایک جمعہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مرزع گرفتار کئے گئے جیسا بیان کیا تھا اسی طرح قتل کئے گئے۔

اس روایت کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۱ پر نقل کیا ہے۔

جناب مرزع کی تاریخ شہادت کتب رجال و تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزری۔

الحمد للہ آج ۲۳ / محرم ۱۳۸۵ھ کو اس جلد کی تصنیف سے

فارغ ہوا اللہ ربنا نظر سے گزارش ہے کہ میرے اغلاط کو دامن غفو میں جگہ دیں گے۔

ماخذ مصائب الشيعة

خطه الشام	اشرح نوح البلاغة ابن ابي الحديد
مصائب الشيعة جلد ١	نوح البلاغة
محاضرات راغب اصفهاني	النصائح الكافية
الصارم السلولى	تاريخ معاوية
مناقب آل ابو طالب	مثالب النواصب
صحیح ترمذی	موطا
سنن ابن ماجه	صحیح ابو داود
صحیح مسلم	صحیح بخاری
کنز العمال	کتاب المعمرین
استیعاب	سنن علامه بیهقی
المختصر فی اخبار البشر	تذکره خواص الامه
البدایه والنهایه	حیوة الحیوان
تاریخ خمیس	مسند احمد بن حنبل
تاریخ کامل	عقد الفرید
مناقب المرتضى بن مواهب المصطفی	مستدرک حاکم
ذخائر العقبی	ریاض النضره
فراند اسطین	تلخیص مستدرک
میزان الاعتدال	مجمع الزوائد
منتخب کنز العمال	شرح جامع صغیر
کنوز الحقائق	یتابیع الموده
اربع المطالب	مفتاح النبی
الروض الازهر	

لسان الميزان	مناقب خوارزمی
حصن حصین	عبقات الانوار
تیسیر شرح جامع صغیر	السنی المطالب
بحر المناقب	سراج المیر شرح جامع صغیر
کتاب الموافقة	شرح دیوان حضرت علی
خصائص نسانی	نتی الارب
تاریخ الخلفاء	تاریخ الاعلام
صواعق محرقة	جامع صغیر
مناقب کاشی	تطییر الجبان واللسان
القول الفصل	اخبار الاول واثار الدول
فردوس الاخبار	الفتح الکبیر سمسطن
اربعین ملا علی قاری	نظم در را
مناقب عبد اللہ شافعی	نور الابصار
حصول المأمول	الشرف الموبد
کتاب الاحکام	کشف الظنون
عمدة القاری	جامع العلم
الروضة الندیة	شرح صحیح مسلم سنوسی
کتاب الاحداث	فواتح الرجوت
تهذیب التهذیب	تاریخ الامم والملوک طبری
تھمة الاحباب	بحار الانوار
	مجالس المؤمنین
	تنقیح المقال کک

عباس بک ایجنسی کی نئی پیشکش



علاّمہ استاد مرتضیٰ مظہری	حق و باطل
علاّمہ استاد مرتضیٰ مظہری	اسلام اور وقت کے تقاضے
آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای	نماز کی گہرائیاں
خواتین کے مخصوص احکام	آسان مسائل
گروہ دانش منداں	آسان عقائد اول، دوم
آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسین دستغیب	نفس مطمئنہ
مولانا سید محمد عباس قمر زیدی	اجساد جاوداں (تروتازہ مردے)
مراٹی، سلام، وربعیات انیس	انتخاب میر انیس
جوش ملیح آبادی کے مسدس مراٹی	مراٹی جوش
باقر علی خاں روش لکھنؤی	کائنات روش (جدید مراٹی)
علامہ فروغ کاظمی	لعین ابن لعین
ڈاکٹر سید شبیہ الحسن نونہروی	احسن المجالس
حجۃ الاسلام مولانا سید کلب صادق صفا قبلہ	اسلام میں علم کی اہمیت
حجۃ الاسلام مولانا سید اقبال حیدر حیدری	شفاعت
سید امتیاز حیدر پر تاب گڈھی	حکومت الہیہ

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباس رستم نگر لکھنؤ۔ ۳

فون:- 260756, 269598 فیکس:- 260923



مصنف

شهید محراب آئتہ اللہ دستغیب شیرازی

مترجم

محمد بن باوہاب

ناشر

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ۔ ۳

نبج البلاغہ

کلام امیر المؤمنین حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ
مترجم : علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ

اضافہ شدہ اڈیشن

خطبہ معجزہ بغیر الف، بغیر نقطہ

خوشنارنگین جلد آفسیٹ چھپائی ہدیہ - ۱۷۰۱ روپے

تہذیب الاسلام

مولف : علامہ مجلسی علیہ الرحمہ

مترجم : مولانا مقبول احمد صاحب دہلوی

زندگی کیسے گذاریں؟ تعلیمات ائمہ معصومین علیہم السلام کے زرین اقوال کی
روشنی میں بے بہا خزائنہ ہدیہ ۱۰۰ روپے (اردو) (ہندی) ۲۰ روپے

تفسیر اسلام

ابتدائے افریقہ، تخلیق آدمؑ تا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حالات زندگی

خلافت و امامت کے حالات تا ظہور امام مہدیؑ

مولف : محقق بصیر علامہ فروغ کاظمی

ہدیہ ۲۵۰ روپے (ہندی) چار جلدیں ۲۹۵ روپے

حق و باطل

مصنف
استاد شهید سر ترضی مطہری

مترجم
غضنفر حسین بخاری مرحوم

ناشر
عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ - ۳

فون نمبر - 269598-260756 فیکس (0522)260923

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
version

لیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

www.ziaaraat.com

SABEEL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.co.cc

sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL USE